Our Bible and Learned Muslims

ہماری بائبل اور مسلم علماء

Allama Rev Gulam Masih

علامہ غلام مسیح

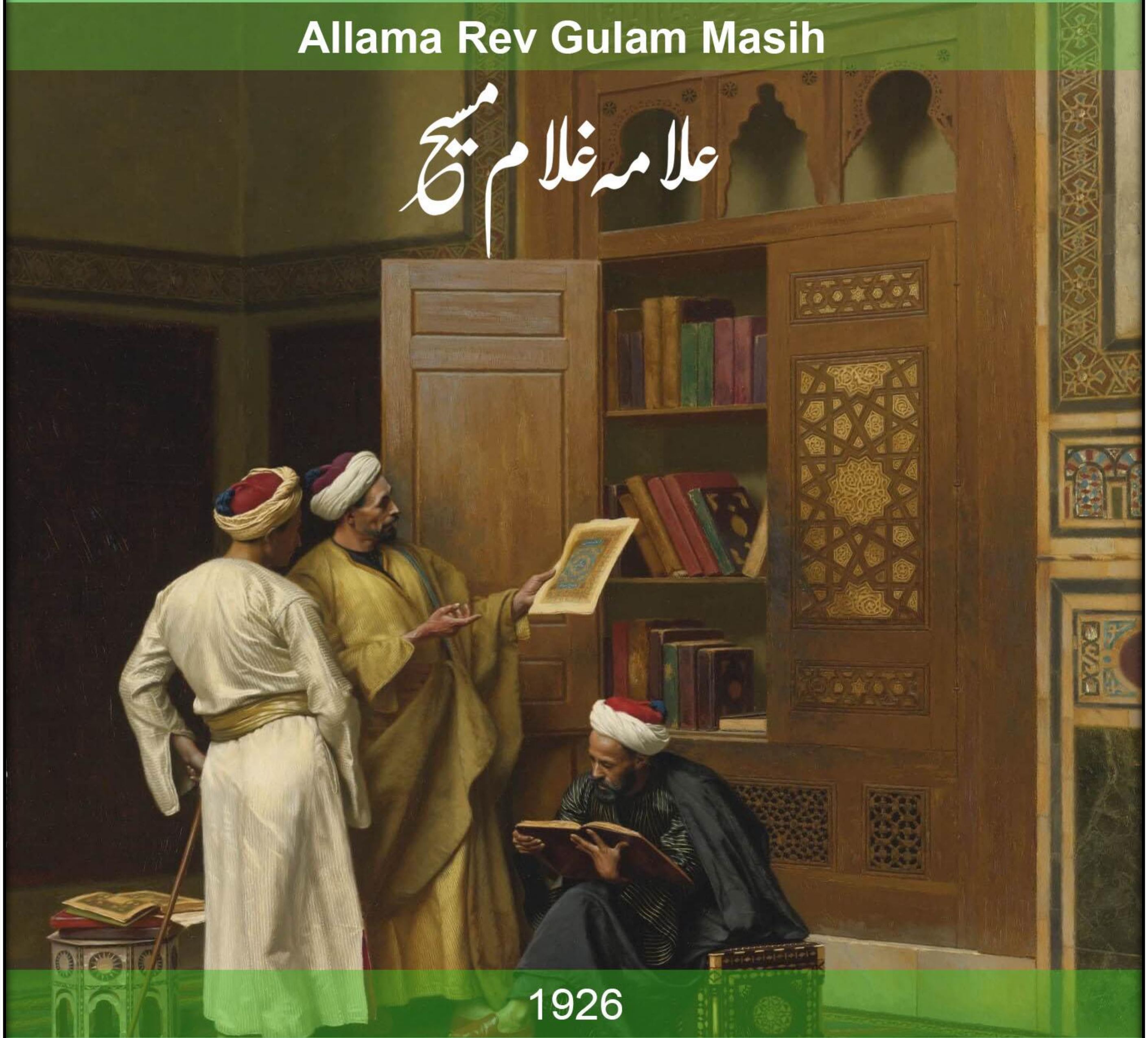

1926

NOOR-UL-HUDA.NET

تیرا کلام میرے پاؤں کیلئے چراغ اور میری راہ کی روشنی ہے

Our Bible and Learned Muslims

Allama Gulam Masih

مصنّف و مولّفہ

پادری غلام مسیح

ایڈیٹر اخبار نوُر افشاں

جس کو

مصنّف نے میکلوڈ روڈ لاہور سے شائع کیا

۱۹۲۶

نذر

میں نہایت ادب کے ساتھ اس کو عظیم پادری احمد شاہ صاحب اور اپنے دلی دوست اور ہندوستانی مسیحیوں کے سچے خیر اندیش پادری ڈبلیو۔جے۔کلارک ایم۔اے۔مینجر نور افشاں لاہور کی محبت کے اظہار میں اس ناچیز کتاب کو نذر کرتا ہوں۔

غلام مسیح

دیباچہ

https://noor-ul-huda.net/

اسلامی لٹریچر کو جاننے والا خصوصاً قرآن عربی کا واقف اس بات سے پریشان و حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسلامی لٹریچر میں کیوں بائبل مقدس شامل نہیں ہے؟ قرآن عربی جو بائبل کی تعریف سے لبریز ہے ایسے ملک میں پیدا ہوا جو یہودیوں اور عیسایوں کی ملکیت بنا ہوا تھا۔ جو بائبل مقدس کے لاکھوں نسخے اپنی ملکیت میں رکھتے تھے۔ خود حضرت محمد کے عزیز داقربا اور نوکروں تک بائبل مقدس رکھتے تھے۔ آپ کے صحابہ میں سے کم از کم حضرت عمر کی ملکیت میں بائبل ضرور موجود تھی۔ اس کے سوا قرآن شریف کے وارثوں نے یہودی اور عیسائی دُنیا کو اپنی ملکیت بنایا۔ لیکن حیرت ہے تو یہ ہے کہ قرآن شریف کی فرمانبرداری کے مدعی بائبل کا ایک نسخہ بھی اسلامی لٹریچر کے ساتھ بیسوں صدی کی دنیا کو نہ دکھا سکے۔ ہم نے کہا مرجہ بائبل حضرت محمد کے زمانے میں اور حضرت عمر کی ملکیت میں موجود تھی۔ اسکی شہادت مسلم روایات میں موجود ہے مثلاً ایک مثال اس بات کی ”فلیفتہ الاسلام“ سے یہاں پر نقل کئے دیتے ہیں یہ کتاب علامہ السید علی الحازی صاحب کی تصنیف ہی آپ لکھتے ہیں۔

حضرت عمر ایک روز پیغمبر صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ بشارتیں تورات و انجیل کی جو اُنہوں نے منتخب کی تھیں حضور کے سامنے پیش کیں۔ ختمی مرتبت (خاتم الانبیاء) نے ارشاد فرمایا یہ کیا ہے۔ فقال ھذہ نسخۃ التوراۃ ھذہ نسخۃ من الانجیل۔ فقدا حمرت علینا رسولاللہ صلعمؐ وقال یابن الخطاب ام تھوکون متی کما تھوکت الیھودوانصاریٰ واللہ لقدجئتکم بیضاء تقۃ لوکات موسے حیاً مادسعۃ الا اتباعی۔

یہ باختلاف بعض الفاظ مشکوٰۃ مطبوعہ محمدی دہلی کتاب الاعتصام صفحہ (۱۹) سطر (۱۰) میں بھی موجود ہے۔

> ”یعنی حضرت عمر نے عرض کیا حضور یہ انجیل کی بشارتیں ہیں جن کو میں منتخب کرکے لایا ہوں پس جناب رسول خدا صلعم کی دونوں آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گیئں اور فرمایا اے خطاب کے بیٹے آیا تم لوگ میری امت کو گمراہ کرنا چاہتے ہو۔ جس طرح یہودی اور نفرانی امت گمراہ ہوگیئں۔ خدا کی قسم میں تمہارے لئے روشن اور کامل شریعت لے کر آیا ہوں۔ خود حضرت موسیٰ بھی میرے زمانہ میں زندہ ہوتے اُن کو بھی میری پیروی اور اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ صفہ ۴۹۔

حق پسند اصحاب ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ سید علی الحازی صاحب جس لفظ کا ترجمہ بشارتیں کرتے ہیں وہ لفظ یا الفاظ توریت و انجیل کے نسخے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت میں یہاں پر انجیل کے نسخے ہی اُڑا دیئے گئے۔ صرف توریت کے نسخے کا زکر رکھ لیا ہے۔ پھر اس روایت میں حضرت موسیٰ کے ساتھ ایک دوسری روایت میں عیسیٰ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان تغیرات د تبدلات کے ہوتے ہوئے توریت و انجیل کے نسخے حضرت محمد اور حضرت عمر کے قبضہ میں موجود نظر آسکتے ہیں جو یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت محمد تک پہنچا دیئے تھے۔ خواہ حضرت محمد راویوں کی زبانی کیسے ہی ناراض دکھائے جائیں پر توریت و انجیل کے نسخے حضرت محمد تک پہنچ چکے ہیں۔ اگر حضرت محمد و قرآن عربی توریت و انجیل کا محافظ ہونے کو آئے تھے تو توریت و انجیل کے نسخوں کی محافظت آپ کے اور آپ کی اُمت مرحومہ کے فرض کا حصہ تھی۔ اس امت کا فرض تھا کہ وہ توریت و انجیل کے اُن نسخوں کو آج کے دِن مسیحی دنیا کے سامنے رکھتی۔ لیکن حیرت تعجب کا مقام ہے کہ آپ کی امت مرحومہ توریت و انجیل کے نسخہ جات مذکورہ ضائع کرکے آج ہندوستان میں بائبل کی

https://noor-ul-huda.net/

تحریف و تنسیخ کے شور مچارہی ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کو ناحق تحریف کے مر تکب بنارہی ہے خصوصاً احمدی فریق نے تو بائبل کی تحریف تنسیخ کے ثبوت کا ٹھیکہ لے رکھاہے۔ہم نہیں سمجھتے کہ اس کے کیا معنی ہیں ؟اگر حضرت محمد کو نبی رسول ہی لیا جائے تو یہودی اور عیسائی توریت وانجیل کے نسخے حضرت محمد کے سپرد کرکے اپنے فرض کو پُورا کر چکے۔حضرت محمد نے اپنے معتقدوں (اعتقاد رکھنے والوں) کی ہدایت کے لئے ان کتب آسمانی کی بابت فیصلہ کرناتھا۔آپ بھی وہ فیصلہ قرآن شریف کے الفاظ میں کرگئے۔اب اگرعیسائیوں نے ان کتب کی قدر ومنزلت کی بابت دریافت کرناتھاتووہ قرآن عربی کو یکھ کراپنی تسلی لیتے۔پراحمدیت کے دکلایوں یہ نہیں کرتے ہیں۔ وہ حضرت محمد اور قرآن اور اکابرین اسلام کو ایک طرف چھوڑ کر مسیحیوں کے مقابل توریت وانجیل کی تحریف و تنسیخ کے مدعی بنتے ہیں۔وہ یہودیوں اور عیسائیوں کو دنیا میں بددیانت وبے ایمان مشہور کرکے اپنی احمدیت کا سکہ چلانا چاہتے ہیں۔اس لئے ہمارا حق ہے اس الزام کی صفائی پیش کریں۔احمدیوں اور اُن کے ہم خیالوں کے اس مکر وہ الزام کورد کرکے بائبل مقدس اور عیسائیوں کو بے الزام ثابت کریں۔کتاب ہذا میں ہم نے یہی کرکے دکھایاہے۔ہم نے بائبل کو تحریف کاالزام دینے والوں سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ یاتووہ توریت وانجیل کے وہ نسخے حاضر کریں جو یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت عمر کو سونپے تھے یاوہ بغیر چون چراہماری موجود بائبل کواصلی اور قابل اعتبار اور دین وایمان و عمل کا قانون تسلیم کریں ہم آنے والے بیان میں اپنے دعوے کی صداقت کا بیان کرتے ہیں۔حق پسند ناظرین مدعیان تحریف میں اور ہم میں فیصلہ فرمائیں۔فقط۔

پادری غلام مسیح۔ایڈیٹر نورافشاں میکلوڈ روڈ۔لاہور۔

https://noor-ul-huda.net/

ہماری بائبل اور مسلم علما کے مضامین کی فہرست

۱۔باب	**مسیحی نقطہ خیال سے بائبل کی اصلیت واعتبار کا بیان**
۱۔ فصل	بائبل کی اصلیت واعتبار۔
۲۔ فصل	کسی چیز کی اصلیت واعتبار کے معنی۔
۳۔ فصل	بائبل مقدس اورزمانہ ماضی۔
۴۔ فصل	زمانہ ماضی سے بائبل اُم الکتاب ہے۔
۵۔ فصل	انیس سوپچیس برس کی علمی ترقی اورتہذیب اور شائستگی بائبل مقدس کی پیداکردہ ہے۔
۶۔ فصل	زمانہ ماضی میں بائبل کی یاد گاریں ہے۔
۷۔ فصل	بائبل مقدس نے دنیا کے بنی آدم میں عورت اورمرد کے مساوی حقوق قائم کئے۔
۸۔ فصل	زمانہ حاضر میں بائبل۔
۹۔ فصل	انجیل کے نئے ترجمہ سے خارج شدہ عبارتیں۔
۱۰۔ فصل	اگریہودی اورعیسائی تحریف کے مرتکب ہوئے توان کی تحریف کی حکایت بھی سن لو۔
۲۔ باب	**ہم بائبل کو کیوں مانتے ہیں؟**
۱۔فصل	بائبل کو دیگر کتب مذہبی ،پر کس بات میں فوقیت ہے؟
۲۔فصل	بائبل نظام عالم کے معانی و،مطلب کا مجموعہ ہے۔
۳۔فصل	بائبل کواس درجہ مانا جاتا ہے کہ وہ معقول طورسے الہامی کتاب ہے۔
۴۔فصل	انجیل عہد قدیم کی تکمیل ہے۔
	دفعہ (۱)انجیل کے صحائف کر لکھنے والے کون تھے؟
	دفعہ (۲)صحائف انجیل الہام پانے کے بعد لکھے گئے۔
	دفعہ (۳)انجیل کی انجیل یسوُع ناصری کا مسیح ہونا ہے۔
	دفعہ(۴)یسوُع مسیح اور مسلم بزرگ۔

۳۔باب	بائبل اور قرآن شریف کی بابت تحریف و تنسیخ کے معتقد دن کے عقیدے۔
۱۔فصل	بائبل کی تحریف کے مدعیوں کامع ثبوت دعوےٰ۔
۲۔فصل	بائبل اور قرآن کا رِشتہ۔
۳۔فصل	بائبل پرتحریف و تنسیخ کا الزام دینے والوں نے قرآن عربی کو بھی نہیں چھوڑا ہے۔
۴۔فصل	احمدی اصحاب بائبل پر تحریف کا الزام دے کر قرآن عربی کو تحریف و تنسیخ کے ماتحت لائے ہیں۔
	دفعہ(۱)۔احمدیت کے پیرومرشد
	دفعہ (۲)۔سنی حضرات شیعہ صاحبا ن کی روایات سے قرآن شریف کا تحریف کیا جانا ثابت کرتے ہیں۔
	دفعہ (۳)۔شیعہ صاحبان نے سنیوں کی کتابوں سے قرآن کا تحریف ہوناثابت کیا ہے ۔
	دفعہ (۴)۔مرزا صاحب کے نئے قرآن کے چند مسائل۔
۴۔باب	**حق پسند مسلم علما کی نظر میں قرآن اوربائبل کا مرتبہ**
۱۔فصل	مُذا کر ہ علمیہ،حقیقت نسخ شریعت۔
۲۔فصل	تحریف کتب سا بقہ اورقرآن کریم۔
۳۔فصل	انبیا ء اوراُن کی تعلیم۔
۴۔فصل	اناجیل اورتحریف۔
۵۔فصل	جناب مو لانامولوی محمد امام الدین صاحب اور کتب مقدسہ۔
۶۔فصل	مو لوی محمد چراغ الدین جموی اوربائبل۔
۷۔فصل	مولوی محمد سعید صاحب اوربائبل۔
۸۔فصل	مولانامولوی عبدا للہ صاحب چکڑالوہ اوربائبل۔

https://noor-ul-huda.net/

۹۔فصل	قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری اور بائبل۔
۱۰۔فصل	شعیہ صاحبان اور بائبل۔
۱۱۔فصل	الہامی کتب پر چند خیالات۔
۱۲۔فصل	سر سید احمد خان مرحوم اور بائبل۔
۱۳۔فصل	سید احمد حسین شوکت میرٹھی اور بائبل۔
۱۴۔فصل	احمدیت اور بائبل۔

پہلا باب

مسیحی نقطہ خیال سے بائبل کی اصلیت واعتبار کا بیان

پہلی فصل

بائبل کی اصلیت واعتبار

ہمارا زمانہ علمی روشنی کا ابتدائی زمانہ ہے۔ ہندوستان پر آفتاب علم خصوصاً آفتاب مغربی علم تھوڑے عرسے چمکنے لگا ہے۔ اہل وطن اس کی روشنی سے پریشان ہو کر ہر ایک بات پر شبہ اور شک کرنے لگے ہیں۔ اُن کے شکوک وشبہات لاریب قدرتی ہیں۔ یہ شکوک وشبہات ہی علمی دنیا کے بند قفل کی چابی ہیں۔ جس قدر کسی چیز کی بابت لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوں اُسی قدر وہ مفید ہو سکتے ہیں۔ بشر طیکہ ایسے شکوک وشبہات کا مقصد ومدعا یہ ہو کہ مشکوک مشتبہ شے کی اصلیت کو دریافت کیا جائے تا کہ اہل شک اپنی تلاش وجستجو میں مشکوک ومشتبہ چیز کی حقیقت وکنہ (کسی چیز کی انتہا) تک پہنچ جائیں۔

مگر ہمارے ہموطنوں کے شکوک وشبہات کی یہ کیفیت نہیں ہے، کیونکہ وہ کسی چیز کی اصلیت پر اس لئے شکوک وشبہات نہیں کرتے کہ وہ خود مشکوک ومشتبہ شے کی اصلیت دریافت کرلیں بلکہ اُن کے شکوک وشبہات کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی قابل قدر چیز کو بدنام کریں۔ اسکی قدر ومنزلت کو گھٹائیں۔ اسے لوگوں کی نظر میں بے قدر وبے وقار ظاہر اور ثابت کریں اور اپنی بے قدر چیزوں کی توقیر (عزت) بڑھائیں۔ ایسے اہل شک ہمارے ہموطنوں میں کثیر ہیں۔ اُن کا مقصد ومدعا یہ ہوتا ہے کہ وہ اندھوں میں کانے بن کر اپنی شہرت وناموری پیدا کریں۔ اپنے آپ کو علامہ عصر بنا کر دکھلائیں اور اپنی روٹیاں کمائیں۔

دراصل معاملہ یہ ہے کہ جو چیزیں زمانہ ماضی سے ہمارے زمانہ میں پہنچ چکی ہیں وہ بغیر کسی مستثنٰی (الگ کرنا، علیحدہ کرنا) کے ہماری پُشت حاضرہ کے روبرو اپنی ہستی کی آپ شاید ہیں۔ اُن کی اصلیت واعتبار پر شک وشبہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اُن چیزوں میں کسی چیز کی اصلیت واعتبار کے خلاف آواز اُٹھانے کے لئے اس چیز کے گذشتہ تواتر کے سلسلہ کی تمام کڑیوں کا عالم وماہر ہونا پڑتا ہے۔ اس چیز کے جملہ اجزایِ ترکیبی کی تمام تاریخ کا جاننا لازم ہو جاتا ہے۔ جب تک ہماری پُشت حاضرہ کا کوئی شخص زمانہ حاضرہ کی کسی چیز کے بابت مذکورہ بالا باتیں نہ جانے تب تک اس چیز کی اصلیت اور اعتبار کے خلاف اس کا منہ کھولنا عقلمندوں کے نزدیک بک بک اور جھک جھک کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر باوجود قیود مذکورہ بالا کے ہمارے ہموطنوں میں ایسے

https://noor-ul-huda.net/

اصحاب کثیر مل سکتے ہیں جو زمانہ حاضرہ کی بڑی بڑی چیزوں پر شک وشبہات کی دھول اُڑانے میں ساعی (کوشش کرنے والے) ہیں۔ان بڑی بڑی چیزوں میں سے ایک چیز عیسائیوں کی بائبل ہے۔

اس بات کا کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ہمارے زمانہ میں عیسائیوں کی بائبل موجود ہے۔وہ صرف عبرانی ویونانی زبانوں میں موجود نہیں بلکہ دنیا کی (۸۳۵) زبانوں میں موجود ہے۔ہنوز اس کے ترجمے دنیا کی باقی زبانوں میں ہورہے ہیں۔اس وجہ سے عیسائیوں کی بائبل کی نسبت ہی یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ عیسائیوں کی بائبل عالم گیر کتاب ہے۔آج کے دن جو بائبل کی حیثیت ہے وہ کتابی دُنیا کسی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔وہ آج کے دن کتابی دُنیا کی شہنشاہ ہو کر موجود ہے۔یہ بات ایسی ظاہر اور ایسی ننگی ہے جیسا کے آفتاب عالم تاب ہے۔

ایسی عالم گیر کتاب کی اصلیت واعتبار کے خلاف شک وشبہ کرنا۔اسے متغیر وتحریف شدہ بتانا یا اُس کی بابت عیسائیوں سے یہ سوال کرنا کہ تم ثابت کرو کہ تمہاری اصلی اور اعتبار کے لائق ہے ایسا احمقانہ سوال ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔اس سوال میں سائل کی حماقت اول تو اس بات میں ہے کہ اُس نے موجوداتِ عالم میں سے جو ہمارے علم وآگاہی میں موجود ہے۔صرف بائبل کی بابت ہی یہ اعتراض وسوال اٹھایا ہے؟ سائل کے سوال کرنے میں دوسری حماقت یہ بھی ہے کہ اُس نے کسی چیز کی اصلیت واعتبار کا معیار قائم کئے بغیر بائبل کی اصلیت واعتبار کے خلاف اعتراض اُٹھادیا ہے۔

سائل خود ایسی بہت سی متغیر وتحریف شدہ چیزوں کو اصلی وقابل اعتبار جانتا اور مانتا ہوا بائبل کے خلاف سوال اٹھاتا ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ وہ خود جملہ اصلیت واعتبار کا مطلب نہیں جانتا۔پس ہمارے زمانہ کے افراد میں سے بعض کا بائبل کی اصلیت واعتبار پر معترض ہونا ایک احمقانہ اعتراض ہے جس کا جائزہ ہونا ہی آسانی سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔اگرچہ زمانہ حاضرہ کی کسی چیز کی اصلیت اور اس کے اعتبار پر اعتراض اُٹھانا آسان کام نہیں کیونکہ وہ چیزیں زمانہ ماضی سے متواتر ہمارے زمانہ تک پہنچی ہیں اور اپنی ہستی کی آپ شاہد ہیں۔ان چیزوں میں سے بائبل بھی ایک چیز ہے، تو بھی لوگ بائبل کی اصلیت واعتبار کے خلاف شور مچاتے ہیں۔ان کا مدعا اس سے یہ ہے کہ لوگ بائبل مقدس کی بابت اس کے دعاویٰ کی بابت اپنے فیصلوں کو تب تک التوء میں ڈال دیں جب تک عیسائی بائبل کی تحریر کے اصلی اور قابل اعتبار ہونے کے تسلی بخش ثبوت نہ دیں۔لیکن اِس پر طرہ یہ ہے کہ وہ خود جن کتب مذہبی کو مانتے ہیں۔اُن کی اصلیت واعتبار پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔لہٰذا اُن کا بائبل پر معترض ہونا ہر گز اُن کی نیک نیتی کا ثبوت نہیں۔نہ تلاش حق کی خاطر ہے، بلکہ اُن کی اعتراض کرنے سے صرف یہ غرض ہے کہ بندگان خدا کو بائبل قبول کرنے سے روکیں۔حالانکہ وہ خود بائبل کی طرف سے بدظن اور لا علم ہیں۔

https://noor-ul-huda.net/

فصل دوم

کسی چیز کی اصلیت واعتبار کے معنی

زمانہ ماضی قریب یا ماضی بعید سے جو اشیاء موجوداتِ عالم ہمارے زمانہ میں پہنچ چکی ہیں اور ہمارے علم کی معلومات قرار پا چکی ہیں، وہ تمام اشیاء خواہ کسی بھی قسم کی ہوں اپنی ہستی اور اپنے وجود کی ہمارے علم وآگاہی میں خود گواہ وشاہد ہیں۔اس بات کا ہم پیشتر بھی اشارہ کر چکے ہیں۔موجوداتِ علم کی موجودہ چیزیں میں خود ہماری ہستیاں بھی داخل ہیں کل اقسام حیوانات ونباتات ومعدنیات ہیں۔کل اجرام فلکی ہیں، زمین اور اس کی معموری ہے، علم انسانی بھی ان اشیاء شمار کیا جاسکتا ہے۔کل نظام سلطنت اور اُن کے قوانین ہیں کل تمسکات (اقرار نامہ) وکاغذات سرکاری ہیں جو لوگوں کی جائداد سے متعلق ہیں۔کل کتب دینی ودنیوی ہیں۔غرض یہ کہ موجودات عالم کی کل چیزیں جو ہمارے علم وآگاہی میں موجود ہیں وہ اپنی ہستی کی آپ شاہد وگواہ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک چیز کی بابت یہ سوال اُٹھا کر دیکھو کہ کیا فلاں چیز اصلی اور قابل اعتبار ہے؟ تو ہم جملہ "اصلیت وقابل اعتبار" کے کچھ معنی معلوم ہو جائیں گے؟

جب ہم زیر نظر چیز کی بابت سوال اُٹھائیں گے تو ہمارا مطلب یہ ہوگا کہ آیا زیر تحقیق چیز اپنی اُسی حالت میں موجود ہے، جس حالت میں اُس نے زمانہ ماضی میں جنم لیا تھا؟آیا زیر تحقیق چیز اپنے جحم وضخامت میں اتنی ہی ہے جتنی کہ اپنی پیدایش کے وقت تھی؟آیا زیرِ تحقیق چیز بہ جنس وہی ہے جو اپنے جنم دن کے روز پہلی دفعہ دنیا کی آگاہی میں آئی تھی؟اس کے جحم وضخامت میں، اُس کی صورت وشکل میں، اُس کی ہستی کے تواتر وسلسلہ میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوگئ۔اُس کی جگہ کسی دوسری غیر جنس نے تو نہیں لے لی؟ زمانہ ماضی میں زیر تحقیق چیز کی ہستی کی اور اُس کے تواتر وسلسلہ کی ہمارے زمانہ میں کونسی شہادتیں موجود ہیں؟ وغیرہ

سوالات مذکورہ بالا موجودات کی ہر ایک چیز کی اصلیت اور اس کے اعتبار کو جاننے کے لئے بغیر کسی مستثنٰی کے کئے جاسکتے ہیں۔جس چیز کی بابت سوال اٹھاؤ گے اُس چیز کی بابت یہی جواب پاؤ گے کہ موجودات عالم کی کوئی چیز تغیر وتبدل سے محفوظ نہیں اس کی ہر ایک چیز ہزار ہا تبدیلیوں کے ساتھ ہمارے زمانہ میں پہنچی ہے غیر متغیر اور لا تبدیل صرف خدا کی ہی ذات ہے۔جو موجوداتِ عالم کا اصل واصول ہے۔موجودات عالم کی جمیع (سب) موجودہ چیزوں کی اصلیت واعتبار کے اُن کے غیر متغیر ولا تبدیل ہونے پر منحصر نہیں ہے۔کیونکہ کائنات میں زمین پر اور آسمان کے نیچے کوئی چیز نہیں سوا خدا کی ذات پاک کے تغیر وتبدل سے نہ محفوظ رہی ہے نہ کسی چیز کی بابت ایسا خیال کیا جاسکتا ہے۔نہ کوئی چیز ایسی قویِ اور قادر مخلوقات میں آج تک متحقق ہوئی ہے جو تغیر وتبدلات سے کمی پیشی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکی ہو، اس وجہ کسی چیز کی اصلیت واعتبار کا اعتقاد ہمیں اُس کی موجودہ ہستی اور اُس کے موجودہ وجود کی شہادت کی بنا پر کرنا اور موجودات عالم کی موجودہ چیزوں میں مسیحیوں کی بائبل بھی موجود ہے جسکی اصلیت واعتبار کا فیصلہ اُس کے وجود کی بنا پر کرنا ہے۔

اصلیت واعتبار کا معیار

وہ شخص جو موجوداتِ عالم کی کسی چیز کے اصلی و قابل اعتبار ہونے کو جاننا چاہتا ہے اُس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ کسی چیز کی اصلیت واعتبار کا معیار مقرر کرے۔ وہ موجوداتِ عالم میں پہلے کوئی ایسی چیز مقرر کرے جو اُس کے مفہوم کی اصلیت اور اس اعتبار کی مثال بن سکے۔

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ کائنات میں کوئی چیز ایسی متحقق نہیں ہو سکتی جو سائل کے مفہوم کی اصلیت اور اس کے اعتبار کی مثال بن سکے۔ بغیر کسی مبالغہ و مستثنٰی کے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور پایہ ثبوت کو پہنچائی جاسکتی ہے۔ کہ موجودات کی ہر ایک چیز ہزار ہا ہزار تبدیلیوں کے بعد زمانہ حاضر میں پہنچی ہے۔ کوئی چیز غیر متغیر لا تبدیل ثابت نہیں ہو سکتی، تو بھی ہر ایک چیز اپنی اپنی جگہ حیثیت میں اصلی اور قابل اعتبار ہے۔

اس مطلب کو سمجھنے کے لئے خود بائبل کے معترض کی شخصیت کو بطور مثال منتخب کر لو۔ معترض صاحب شائد تیس یا چالیس سالہ آدمی ہے اُس کی بابت سوال اٹھاؤ کہ کیا معترض صاحب اصلی اور قابل اعتبار شخص ہے ؟ کیا وہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہ کر ہمارے زمانہ تک پہنچا ہے ؟ کیا اس کے ابتدائی جسم میں فرق تو پیدا نہیں ہو گیا وغیرہ۔ اگر ان سوالات کا جواب سوچ کر دیا جائے تو ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ معترض صاحب بھی اصلی اور قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اُس کے ابتدائی وزن اور موجودہ وزن میں زمین وآسمان کا فرق ہے .اس کی ابتدائی صورت و شکل میں اور موجودہ و شکل میں کوئی موافقت ہی پائی نہیں جاتی۔ اس کی ابتدائی علم و معلومات ہیں اور موجودہ معلومات میں انتہا درجہ کا اختلاف ہے۔ اُس کی ابتدائی خوراک و پوشاک میں اور موجودہ خوراک و پوشاک میں کوئی موافقت نہیں ہے۔ تو بھی معترض صاحب وہی ہیں جو تین چار پونڈ کے وزن کے ساتھ زمانہ ماضی میں اپنے والدین کے گھر نمو د پذیر ہوئے تھے۔ آپ کی ابتدائی شخصیت اور موجودہ شخصیت میں کس قدر تبدیلیاں ہوئیں۔ تو بھی زمانہ موجودہ میں اُس کے جان پہچان اور دوسرے لوگ اُسے وہی اصل اور قابل اعتبار زید و بکر مانتے ہیں۔ جس کی ابتدائی ہستی چراغ لے کر تلاش کرنے سے نہیں مل سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو معترض صاحب کا حال ہے وہی کائنات کی ہر ایک موجودہ چیز کا حال ہے۔ پس معترض صاحب اصلیت واعتبار کا ہر گز معیار مقرر و قائم نہیں کر سکتا، جس کے اندازسے بائبل کی اصلیت واعتبار کو پرکھ سکے۔

https://noor-ul-huda.net/

فصل سوم

بائبل مقدّس اور زمانہ ماضی

بائبل مقدس ہمارے زمانہ کی تصنیف وتالیف نہیں ہے۔ وہ زمانہ میں کسی وقت تصنیف وتالیف ہوئی۔ اُس کے کل صحائف کسی فردِ واحد کی تصنیف نہیں ہیں۔ اس کے مضفوں کا شمار (۳۹) کے قریب ہے۔ اس کے کل صحائف بھی ایک دو سالوں کے عرصہ میں تصنیف وتالیف نہیں ہوئے بلکہ (۱۵) سو برس پچیس کے زمانہ میں لکھے گئے ہیں۔ اس کے پہلے صحیفہ کی عمر قریباً تین ہزار چار سو پچیس (۳۴۲۵) کو پہنچ چکی ہے اور اس کے آخری صحیفہ کی عمر قریباً (۱۸۲۵) کو پہنچ چکی ہے۔ پس بائبل مقدس کی تصنیف وتالیف کا زمانہ دنیا کی قدیم سے قدیم مذہبی کی تصنیف وتالیف کا زمانہ ہے۔ جس سے تاحال دنیا آگاہی ہوئی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس عہد وزمانہ میں اہلِ دُنیا سخت مذہبی تاریکی میں مبتلا تھے۔ زمانہ حال کے علمی ذرائع جس زمانہ میں ناپید تھے۔ جس زمانہ میں بنی آدم کا صرف ایک ہی مذہب تھا، جسے ہم آج کل بت پرستی اور وہم پرستی سے نامزد کرتے ہیں۔ ایسے تاریک اور پُرظُلمت زمانہ میں بائبل جیسی کتاب کا دنیا میں جنم لینا، بائبل کے مصنفوں کا پیدا ہونا، بائبل کے صحائف کے مضامین کو منتخب کرکے لکھنا پھر بائبل کے معنی کی کتاب کو ماننے والوں کا پیدا ہونا وغیرہ ایسے معاملات ہیں جو ہمارے زمانہ کے لئے اگر معجزات نہ ہوں توکم ازکم ہمارے زمانہ کی سائنس کے مسلمہ معجزات سے کم نہیں ہیں۔

مانا کہ

بائبل کی تصنیف کے زمانہ میں ہندوؤں کے وید موجود تھے۔ چینوں کی مذہبی کتابیں اور بدھ کی تصانیف موجود تھیں۔ مانا کہ بابل ونینوہ اور مصر وفینکی اور ہندوچین کی تہذیب وشائستگی موجود تھی۔ مانا کہ اس زمانہ کی اقوام میں پڑھنے لکھنے کا ہنر موجود تھا۔ مانا کہ دنیا میں بڑی بڑی اقوام اور ان کی سلطنتیں موجود تھیں، جن کا مذہب اور جن کے عقیدے بھی قریباً یکساں موجود تھے۔ مگر ہمارے زمانہ میں نہ کسی مذہبی کتاب کو وہ عروج نظر آتا ہے جو بائبل مقدس کو حاصل ہوچکا ہے نہ کسی مذہب کو وہ غلبہ حاصل ہوسکا ہے جو بائبل مقدس کے مذہب کو حاصل ہے۔ بائبل اور اس کے مذہب نے ایک دفعہ اپنے مخالفوں پر عالم گیر فتح حاصل کرلی ہے۔ آج کے دن بائبل کی مخالف اقوام زمانہ حاضرہ کے علمی وسائل رکھتی ہوئیں اس کے اثر وغلبہ کے آگے بے مقدور ہورہی ہیں۔ کیا یہ معجزہ سے کم تر حقیقت ہے۔

زمانہ ماضی میں بائبل کی ہستی کے شاہدوں پر غور کرو

یہ مضمون نہایت طویل ہے۔ بائبل کی زندگی کے (۳۴۲۵) برسوں سے اس کا علاقہ ہے۔ یہ طول وطویل زمانہ وہ ہے جس میں بائبل مقدس کی کمی بیشی سے مخالف دنیا سے جنگ کرتی ہوئی ہمارے زمانہ تک پہنچی ہے۔ اس زمانہ میں بائبل پر خطرناک حملے مخالف دنیا نے کیے ہیں۔ اُنہوں نے اس کی ہستی مٹانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی۔ وہ بار بار اپنے دشمنوں کے محاصرہ میں آئی۔ وہ بار بار اپنے مخالفوں کی لوٹ بنی۔ اُنہوں نے کئی دفعہ اسے آگ کے حوالے کیا۔ اُنہوں نے بائبل ماننے والوں کو دائرہ ہستی سے مٹانے کی سر توڑ کوشش کی۔ آج کے دن دنیا کی کوئی قوم نہیں مل سکتی جس کی مادر مہربان نے بائبل اور بائبل ماننے والوں کو فنا کرنے کی کوشش نہ کر دیکھی ہو اور آخر کار بائبل سے شکست نہ کھائی ہو۔ زمانہ ماضی بائبل کی ہستی کی یادگاروں سے اٹا پڑا ہے۔ اس کی شکست وفتح کے کارناموں سے بھرا پڑا ہے۔ یہاں پر گنجائش نہیں کہ ہم بائبل کی گزشتہ یادگاروں کی فہرست بھی نقل کر سکیں۔ زمانہ ماضی میں بائبل خدا کی قدرت ظاہر وثابت ہوتی آئی ہے۔ اس نے اقوامِ دہر (قسمت، مدت) کو، اس کی سلطنتوں کو، اُن کے مذاہب وعقائد کو تہ و بالا کیا۔ اُنہیں اُلٹ کر ڈالا۔ اُن کی طاقتوں کو فنا کر ڈالا۔ اُن کو اپنا غلام بنا ڈالا۔ آج کے دن ان اقوام کی اولاد بائبل کی محافظ بن رہی ہے۔ ہنوز بائبل کی جنگ دنیا کی مخالف اقوام سے جاری ہے۔ بائبل مقدس نے ابتدا سے آج تک دُنیا سے صلح کی درخواست نہیں کی ہے۔

بائبل اور اقوامِ دہر کی جنگ

بائبل مقدس کو اقوام دہر (مدت) سے جنگ کرتے ہوئے (۳۴۲۵) برس گزر چکے ہیں۔ یہ بات ماننے کے لائق ہے کہ اس طویل زمانہ میں بائبل کے وجود پر دشمنوں کے ہاتھوں سے زخم لگے ہوں۔ اس کے بعض قیمتی اجزاء بائبل سے جدا ہو گئے ہوں جو اَب کبھی موجود نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بائبل کے عاشقوں نے بائبل کے بعض خفیف زخموں کی مرہم پٹی کی ہو۔ امتداد (مدت) زمانہ سے وہ جزوِ بائبل خیال کر لی گئی ہو۔ لیکن زمانہ بائبل کے جنم سے تاحال بائبل ماننے والوں سے کبھی خالی نہیں پایا گیا۔

جنگ عظیم میں جو دنیا کی افواج کے افسر ہاتھ، ٹانگ، بازو، آنکھ کٹا کر بیکار ہو کر گھروں کو واپس آ گئے تھے۔ اہلِ دُنیا نے ان کی شخصیتوں کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ نہ ان کے اصلی و قابلِ اعتبار ہونے پر سوال اُٹھایا۔ بر عکس اس کے وہ زیادہ قابل عزت متصور (خیال کیا گیا) ہوئے۔ ایسے ہی بائبل مقدس بھی اپنے انگوں کو اور بعض اجزائضائع کرنے سے کم اصلی و قابلِ اعتبار نہیں ہو گئی۔ بلکہ وہ اہلِ بصیرت کی نظر میں اور ابھی زیادہ اصلی و قابلِ اعتبار ہو گئی ہے۔ وہ تو کتابی دُنیا کی بلکہ مذہبی دُنیا کی فاتح کتاب ہے وہ تو اور بھی زیادہ عزت اور حرمت کی مستحق ہے۔

فصلِ چہارم

زمانہ ماضی سے بائبل اُم الکتاب ہے

جب سے بائبل نے بابرکت ملک کنعان میں جنم لیا، وہ جب سے اپنے تابعین کے وسیلہ سے دُنیا کی اقوام کے مذاہب سے اور اُن کے ماننے والوں سے جنگ کرنے کو نکلی ہے۔ اس وقت سے غیر اسرائیلی اقوام بھی اپنے ساتھ اپنے اپنے مذاہب کی کتابوں کو اپنے ہمراہ لے آئی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ تمام کتابیں ایسی ہی چلی آئی ہوں جیسی کہ اُن کے مصنفوں کے قلم سے لکھی گئی تھیں۔ ممکن ہے وہ کتابیں عوام کی نگاہ میں بائبل سے ہزار چند زیادہ عزت اور حرمت کی نظر سے دیکھی جاتی ہوں، پر بغیر کسی قسم کے مبالغہ کے اُن کی بابت یہ ایک بات آسانی سے کہی جاسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کتابیں اپنی اپنی جگہوں میں تنہا ہی چلی آئی ہیں۔ وہ کبھی اپنے ہی ماننے والوں کی عام ملکیت نہیں بنیں۔ ان سے اور کتابوں نے بہت کم جنم لیا۔ وہ ہر ایک قوم کے چوٹی کے انسانوں کی ملکیت بنی چلی آئی ہیں۔ اُن سے کتابیں پیدا نہ ہو سکیں۔ اگر کسی کتاب سے دو چار یا آٹھ دس کتابیں پیدا بھی ہوئیں تو وہ بھی اپنی ماں کی طرح بڑے بڑے لوگوں کی میراث بنی چلی آئیں۔ اُنہوں نے اپنی والدہ کی جگہ ہی ہتھیالی۔ جن سے عوام نے کبھی فیض نہ پایا۔

ایسی کتابوں میں ہم ہندوؤں کے ویدوں کو، مہاتمابدھ کی کتابوں کو، کانفوشس کی تحریرات کو، ایرانیوں کی ژنداوست کو، یونانیوں کے علم و فلسفہ کی کتابوں کو، مصریوں کی تحریرات کو، بابل کے لٹریچر کو شمار کر سکتے ہیں۔ یہ اقوام مہذب و شائستہ ہونے کے سوانہایت قوی اور حکمران اقوام تھی۔ اُن کی کتابیں کُتب خیز کتابیں ثابت نہ ہوئیں اگر بائبل دنیا میں نکل کر ان کی مخالفت نہ کرتی تو نہ معلوم دنیا کی ان مہذب اقوام کی علمی یادگاروں کا آج کیا حشر ہوتا؟

پر جو دنیا کی مہذب اقوام کی علمی یادگاروں کا حال ہے۔ اس کے مقابل عیسائیوں کی بائبل مقدس کا ہر گز وہ حال نہیں ہے۔ برعکس اس کے کہ یہ بابرکت کتاب دنیا میں علم وفضل کے آفتاب روشن کرنے والی ثابت ہوئی۔ وہ جس ملک و قوم میں گئی اس میں اس نے بے انداز کتابیں پیدا کر دکھائیں۔ اول تو اس کا اپنا متن ہی عوام کی ملکیت بنتا آیا۔ دوم اس متن کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوتے آئے۔ سوم مسیحی بائبل کی تفسیر و تشریح پر کتابیں لکھتے آئے اور اپنے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے آئے۔ چہارم بائبل کے مخالفین بائبل اور مسیحیت کی تردید میں کتابیں لکھتے آئے۔ یوں ہر ایک قوم کے لوگوں میں جن میں بائبل پہنچی وہاں علم وِادراک کے اور شائستگی کے دریا بہادیئے۔ بنی نوع انسان کی خفتہ قواءذہنی کو ایسا جگایا کہ وہ آج تک علم وہنر میں ترقی کرتے چلے آئے ہیں اور آج بائبل کے خروج کے (۱۹۲۵) برس۔۔ بعد اہل دنیا کی کتابی میراث کو دیکھتے ہیں تو سرسری نگاہ سے یہ بات نظر آجاتی ہے کہ آج کے دن دنیا بائبل اور بچے بچو نگڑوں سے اٹی اور بھری پڑی ہے۔ علم وفضل کے آفتابوں نے جو بائبل مقدس نے تاریک دنیا پر چمکائے۔ اہل بصیرت کی آنکھیں ان کی روشنی کی چکا چوند سے نہیں کھلتی ہیں۔ اکیلی بائبل آج کے دن (۸۳۵) زبانوں میں موجود ہے اور ہر ایک زبان میں اس کی لاکھوں جلدیں تیار ہیں۔ آج کے دن بائبل زمین کے ہر ایک انسان کی کتاب ہے۔ جس قوم اور گھر میں یہ کتاب نہیں وہ سچ مچ اندھیر اور بے چراغ ہے۔ کیا

اس بائبل کی بابت یہ بات مشہور کی جاتی ہے کہ یہ کتاب اصلی اور قابل اعتبار نہیں ہے؟ جو اصحاب بائبل مقدس کی بابت ایسی باتیں مشہور کر کے ناموری پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کی ذہنی اور علمی حالت واقعی قابل رحم ہے۔

فصل پنجم

انیس سو پچیس برس کی علمی ترقی اور تہذیب و شائستگی بائبل مقدس کی پیدا کردہ ہے

زمانہ حاضرہ میں ہمارے روبرو ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنی اپنی قوم کے گزشتہ زمانہ کے علمی فضائل کے ان کی تہذیب و شائستگی کی فضیلت کے راگ گاتے نہیں تھکتے۔ وہ اپنی قوم کے گذشتہ ست جگی زمانہ کو یاد کرتے کرتے وجد میں آجاتے ہیں۔ ہم بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ دنیا کی موجودہ اقوام میں سے بعض کا زمانہ ماضی ان کی موجودہ تہذیب و شائستگی سے ان کے موجودہ علم و فضل سے بہتر تھا۔ ابتداہی سے ہر ایک قوم کسی نہ کسی بات میں ترقی کرتی آئی ہے۔ لیکن اگر زمانہ حاضرہ کی اقوام کے زمانہ ماضی کے ست جگی (سچائی کا زمانہ) زمانہ کو دیکھا جائے۔ ان کے علم و فضل کا اور اُن کی تہذیب و شائستگی کا زمانہ حاضرہ کی تہذیب سے اور زمانہ حاضرہ کے علم و ہنر سے مقابلہ کیا جائے تو ہر ایک قوم کا زمانہ ماضی ہر ایک بات میں تاریکی و جہالت اور وحشت کا زمانہ ثابت ہو سکتا ہے۔ ہر ایک قوم کا ست جگی زمانہ بائبل مقدس کی پیدا کردہ تہذیب و شائستگی کے اور بائبل مقدس کے پیدا کردہ علم و فضل کے مقابل ایسی ہی حیثیت کا ثابت ہو سکتا ہے جیسی حیثیت چراغ کی آفتاب عالمتاب کے مقابل ہوتی ہے۔

آج سے پیشتر (۱۹۲۵) برس کی دنیا کو اپنے روبرو کھڑا کر کے دیکھو، اس وقت کی مہذب و شائستہ اقوام کی تہذیب اور شائستگی پر ان کے علم و فضل پر، ان کے مذاہب وعقائد پر، ان کے نظم و نسق پر، ان کے اپنے اور غیروں سے سلوک پر نظر غائر ڈال کر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس علم و فضل پر تہذیب و شائستگی پر تمہیں ناز ہے وہ کیا تھی؟ وہ بائبل مقدس کی پیدا کردہ تہذیب و شائستگی کے مقابل کیا حقیقت رکھتی تھی؟ اگر اس زمانہ کی اقوام کے حالات غور سے پڑھو گے تو قوی امید ہے کہ اس زمانہ کے خیال سے تمہارا حال پریشان ہوتا رہے گا اور تم سمجھو گے خدا نے ہمیں (۱۹۲۵) برس کے بعد بنی نوع انسان میں پیدا کر کے کمال احسان کیا ہے۔

ہمارا ہر گز یہ دعویٰ نہیں کہ بائبل نے (۱۹۲۵) برس کے اندر اہل دنیا کو فرشتے بنا دیا۔ دنیا سے ظلم و شر کو بالکل ملیا میٹ کر دیا۔ پر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بائبل مقدس نے زمانہ مذکورہ میں اہل دنیا کی ایسی اصلاح کر دی ہے کہ اس زمانہ کے بنی آدم میں اعلیٰ انسانیت رونما ہو گئی۔ انسانی فطرت کو حیوانی گرد و غبار سے بہت درجہ تک دھو ڈالا ہے۔ اسے ایسی راہ پر ڈال دیا ہے جو انسانی کمال کو جاتی ہے۔ اس عرصہ میں جن اقوام انسانی نے بائبل کو قبول کر لیا ہے۔ وہ اقوام دیگر اقوام انسانی کے مقابل اعلیٰ درجہ کی مہذب شائستہ ہو گئی ہیں۔ انہوں نے ہی علم و ہنر میں اعلیٰ ترقی کی ہے۔ جنہوں نے بائبل کو قبول نہیں کیا۔ وہ گو آج تک زندہ ہیں پر نیم وحشی اقوام ہیں۔ بائبل کی پہچان بائبل کا اثر اور اس کا پھل ہے۔ اس میدان میں بائبل کے مقابل کوئی دوسری کتاب پیش نہیں کی جا سکتی۔ کیا بائبل کی اصلیت اور اس کے اعتبار کے متعلق اس سے بھی بڑھ کر کوئی دلیل ہو سکتی ہے، ہر گز نہیں۔

چھٹی فصل

زمانہ ماضی میں بائبل کی یادگار برکتیں

بائبل مقدس نے ملک کنعان سے خروج کرنے کے بعد اہل دنیا کو جو کچھ دیا اس کا اجمالاً ذکر تذکرہ پیشتر کیا گیا۔ لیکن ناظرین کرام کی تفہیم و سہولت کے لئے فصل ہذا میں اس کی تھوڑی سے تفصیل پیش کرتے ہیں کہ بائبل نے اہل دنیا کو خاص کر کونسی نعمتیں دی ہیں ان نعمتوں کا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ نہیں کیا جاتا پر بعض نعمتوں کا ذکر بطورِ مثال پیش کیا جاتا ہے۔

بائبل نے اہل دنیا کو خدا کا تصور دیا ہے

زمانہ حاضرہ میں اہل بصیرت کی آگاہی میں دنیا کی قدیم اقوام کی تاریخ موجود ہے۔ ان کے مذاہب وعقائد موجود ہیں۔ ان کی مذہبی کتابیں موجود ہیں۔ ان کو پڑھا جاسکتا ہے۔ ان میں ہزاروں خوبیاں کسی کو نظر آئیں تو آئیں۔ مگر ان میں واحد خدا کا وہ تصور مل نہیں سکتا جس کا ذکر بائبل کے اوراق میں ہوا ہے۔ بائبل میں کسی کو تحریری نقائص نظر آسکتے ہیں۔ مگر اس کے کل صحائف میں ایک کمال یہ دکھائی دے سکتا ہے کہ اس کے کل صحائف واحد خدا کے علم وعرفان سے اسکی عزت وعبادت اور اس کی تعظیم وتکریم سے پُر ہیں۔

آج سے (۱۹۲۵) برس پیشتر کی دنیا پر نظر اٹھا کر دیکھو تو تمہیں اسرائیلوں سے باہر کی اقوام میں سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں کروڑوں خدا اور ان کے بیٹے بیٹیاں، ان کے ناطے ناطیاں، ان کے جورو خصم معبود ملیں گے۔ مذکر ومؤنث دیوی دیوتا ملیں گے۔ جن میں ہمیشہ جنگ و جدل رہتا ہے۔ بنی نوع انسان خداؤں کی نذر ونیاز خیال کیے جاتے تھے۔ مگر بائبل مقدس نے یسوع مسیح کے ساتھ دنیا میں کنعان سے باہر نکل کر ان باطل معبودوں کی خدائی کے وہم سے دنیا کو نجات بخشی۔ اسے واحد خدا کا جلال دیا۔ جس کی طرف سے دنیا بالکل بے خبر تھی۔ مصر، بابل، فینکی، کنعان کی قدیم اقوام عرب، یونان، روم، ہندوستان، ایران وچین کروڑ ہا کروڑ معبودوں کی وہمی خدائی کا غلام تھا۔ پر واحد خدا کے اس علم وعرفان سے محروم تھا۔ جس کا بیان بائبل میں آیا ہے۔ پس بائبل نے اہل دنیا کو واحد خدا کا علم دے کر اس پر وہ احسان کیا ہے جس کا معاوضہ تاقیامت اہل دنیا دے نہیں سکتے ہیں۔ جن باطل معبودوں کے خوف سے بنی آدم کا یونہی خون خشک ہوا کرتا تھا۔ جن کی خوشنودی کے حصول کے لئے بندوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح قربان کیا جاتا تھا۔ جن کی عبادت میں ہزار ہا مکروہات عمل میں لائی جاتی تھی۔ ان معبودوں کے بتوں کو بچوں کے کھلونے بنا دکھایا۔ ان کی قوت وطاقت کے وہمی افسانوں کو بنی آدم کے لئے بے سود کر دکھایا۔ عیسائیوں کی بائبل کی یہ پہلی نعمت دنیا کو ملی۔ جس کا انکار کوئی واقف کار شخص ہر گز نہیں کر سکتا۔

https://noor-ul-huda.net/

بائبل نے اہل دنیا کو اعلیٰ انسانی خصلت وسیرت کا انعام دیا ہے

بائبل کی ہر ایک کتاب اپنے اپنے زمانہ کے خدا پرستوں کی سوانح عمری کا ایک مختصر سا خاکہ ہے۔ جس کے بعد ہم ہزاروں پشتوں کے علم و تجربہ کے مالک بن کر بھی کوئی شکل سے عیب و نقص ان سوانح عمریوں میں پا سکتے ہیں۔ پر اگر ہم بائبل کے خدا پرستوں کی سوانح عمریوں کو ان کے زمانہ کے دیگر بنی آدم سے مقابلہ کر کے دیکھیں تو بائبل کے دو بزرگ جن کی سوانح عمریاں بائبل میں محفوظ ہیں۔ بلاشک فرشتے نظر آئیں گے۔ حضرت ابرہام واضحاق و یعقوب اور حضرت یوسف و موسیٰ وہارون، حضرت یشوع و سموئیل و سمسون وغیرہ بزرگ ایسے ہی تھے۔ جو اپنے زمانہ میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ ان کے سوا عہد جدید میں جس شخص کی سوانح عمری دنیا کے روبرو پیش کی گئی ہے، جسے یسوع مسیح کہتے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے سے پیشتر کی دنیا میں اپنی مثال رکھتا تھا وہ نہ صرف اپنے زمانہ میں اپنا مثنیٰ نہ رکھتا تھا بلکہ اس کا ثانی تاحال دنیا میں پیدا نہ کر سکی۔ اس کی انسانی شخصیت ایسی عجیب وغریب تھی کہ اہل دنیا اسے خدا یقین کرتے ہوئے اپنی نیک بختی کا یقین کرتے آئے اور ابھی یقین کر رہے ہیں۔ پس بائبل مقدس دنیا میں نہ صرف واحد خدا کا اعتقاد لے کر ہی نکلی بلکہ ایک واحد انسان کی اعلیٰ کامل خصلت و سیرت لے کر باہر نکلی، جو خدا پرستی اور انسانیت میں اپنی آپ ہی مثال تھا اور آج تک آپ ہی اپنی مثال ہے۔

بائبل کی اس بے نظیر خصلت و سیرت نے ان اقوام میں اعلیٰ خصلت و سیرت پیدا کی جو فی زمانہ بائبل کو مانتی اور جانتی آئی ہیں۔ بائبل کے مسیح کی خصلت و سیرت نے مسیحی افراد اور مسیحی اقوام کی نہایت گندی اور ناپاک خصلتوں کو دھوڈالا، جو انہوں نے اپنے بت پرست آباء سے وراثت میں پائی تھیں۔ ان میں ایسے لوگ فی زمانہ پیدا کر دیئے جو بائبل مقدس کے بزرگوں میں سے کسی نہ کسی کی خصلت و سیرت کی نمائش ہیں۔

بائبل مقدس نے دنیا کی اقوام کو ایک نسل ہونے کا خیال دیا

جس زمانہ میں بائبل کے صحائف لکھے گئے اس زمانہ سے لے کر بنی انسان میں اپنی بابت ایسے بے ہودہ خیال چلے آئے ہیں کہ ان کا ذکر کرنا بھی اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ تو بھی ناظرین کرام کی تسلی کے لئے اس قدر کہنا پڑتا ہے کہ تمام دنیا میں بائبل سے باہر یہ خیال ناپید تھا کہ تمام بنی آدم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ غیر اسرائیلی اقوام مختلف اقوام کو مختلف چشموں سے مان کر اپنی اور دوسری اقوام کے بڑائی چھُٹائی کا اندازہ لگایا کرتی تھیں۔ یہ خیال بُت پرست اقوام میں ایسی جڑ پکڑ گیا تھا کہ ہمارے زمانہ میں ہندو دھرم وآریہ دھرم سے اب تک ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب سے بائبل مقدس کنعان سے باہر نکلی اس وقت سے اقوام دہر میں یہ اعتقاد پھیلا کہ بنی نوع انسان ایک ہی اصل سے ہیں۔ وہ آپس میں بھائی ہیں۔ وہ ایک ہی گوشت وخون ہیں۔ بائبل کی اس عظیم تعلیم نے کم از کم ہر ایک ملک کے باشندوں کو باہم بھائی بنا کر ایک قوم بنا دیا۔ ان کے اونچ پنچ کو ہم قوم بنا دیا۔ مختلف مسیحی اور غیر مسیحی اقوام میں مساوات کا رشتہ قائم کر دیا۔ جس سے زمانہ حال کی دنیا فیض اٹھا رہی ہے۔

ساتویں فصل

بائبل مقدس نے انسانوں میں مرد و عورت کے مساوی حقوق قائم کیے

جب تک بائبل مقدس ملک کنعان میں مقید تھی اس وقت دنیا کے ممالک انسانی آبادی میں مرد بھی مردوں کی نظر میں مساوات کے حقدار خیال نہ کیے جاتے تھے۔ بڑے بڑے لوگ تو چھوٹے اور ماتحت لوگوں کے معبود ہوا کرتے تھے۔ تمام دنیا پر قیاصرہ (قیصر کی جمع) پرستی اور بادشاہ پرستی جاری تھی۔ امیر کبیر دیوی دیوتاؤں میں شمار ہوتے تھے۔ کمزور وماتحت اقوام، ان کا مال و متاع، ان کے مرد اور عورتیں خداوندانِ نعمت کی زرخیز ملکیت سمجھی جاتی تھیں۔ وہ اپنے زمینی معبودوں کے آگے ایسی ہی بے مقدور تھیں جیسی ہماری بھیڑ بکریاں ہمارے مقابل بے مقدور ہیں۔ غریب وماتحت اقوام خداؤں کی زمینی نسل کی گویا خوراک تھیں۔ مگر بائبل مقدس کی قدرت نے آسمان نشین قیاصر کو اور خاک نشین ماتحت اقوام کو ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑا کرکے دکھادیا۔ بادشاہوں اور قیصروں کو، امیر و غریب کو، حاکم و محکوم کو انسان بنادکھایا۔ آج کے دن کے بادشاہ اپنی ماتحت اقوام کے خادم بن رہے ہیں۔ ہر ایک بشر کی جان کی ایک ہی قیمت اور اس کا ایک معاوضہ مقرر ہے۔

زمانہ قدیم کی اقوام میں اور زمانہ بعد کی غیر مسیحی اقوام میں عورت کو مرد کی ہم رتبہ خیال نہ کیا جاتا تھا۔ وہ ایک ایسا مخلوق خیال کی جاتی تھی جو مرد کی عیش کے اسباب میں صرف اس کی عیش کا ایک اعلیٰ ذریعہ خیال کی جاتی تھی۔ اس پر اعتبار کرنا اسکی عصمت و نیک کرداری پر بھروسہ کرنا مرد کی حماقت اور اس کے زن مرید ہونے کا ثبوت خیال کیا جاتا تھا۔ مگر بائبل مقدس نے صنف نازک کی وہ عزت و حرمت کی کہ جس کی مثال دشوار ہے۔ عورت کو مرد کے برابر حقوق دے کر ہی نے آج کی مہذب اقوام کی عزت وآبرو کو بنایا ہے۔

بائبل نے اہلِ دنیا کے عورت مرد کے درست رشتے بندھوائے

بائبل نے اپنی تصنیف کے زمانہ سے آج کے دن تک اقوام دہر کو عورت مرد کے جائز و مناسب رشتے دیئے ہیں۔ یہاں پر نہ تو اس بات کی گنجائش ہے کہ ہم غیر یہودی و غیر مسیحی اقوام کے رشتوں کو بیان کریں نہ ان کی مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان اقوام میں عورت مرد کے رشتے اور تعلقات نہایت مکروہ اور گھناؤنے ہوا کرتے تھے۔ جن کی یادگاریں اب تک بعض اقوام میں پائی جاتی ہیں۔ ہم ان رشتوں کا نام تک لکھنا مناسب خیال نہیں کرتے ہیں۔ تاہم بطور ثبوت اس قدر اشارہ دے سکتے ہیں کہ بائبل کے ملک کنعان سے باہر آنے کے زمانہ میں صرف ملک ہند میں عورت مرد کے آٹھ قسم کے رشتے تھے۔ جن کو آٹھ قسم کے بواہ (شادی، بیاہ) کہا جاتا ہے۔ ملک عرب میں بھی آٹھ قسم کے نکاح ہوا کرتے تھے۔ یونان وروم کی حکومتوں میں عورت مرد کے رشتوں کی اور بھی مٹی خراب تھی۔ دیگر غیر مہذب اقوام کا کیا ذکر کرنا ہے۔ زمانہ حال میں اب تک ایسی قوم موجود ہے

https://noor-ul-huda.net/

جسکے حکمران سگی بہنوں سے شادی کرتے ہیں۔ سیلون اور ہند کے پہاڑوں میں اب تک ایسے لوگ موجود ہیں جن کی عورتیں ایک سے زائد مرد رکھتی ہیں۔

ان امثال سے ناظرین کو یہ بات دکھانا مقصود ہے کہ بائبل مقدس نے ملک کنعان سے باہر نکل کر دنیا کی اقوام کو عورت مرد کے بہتر رشتے باندھنے کا عالمگیر سبق پڑھایا۔ جو اقوام مسیحی ہوگئیں ان میں عورت مرد کے رشتے تو پاکیزہ ہونے ہی تھے۔ لیکن جو غیر مسیحی رہ گئیں اُن کو بھی بائبل نے مجبور کیا کہ وہ عورت مرد کے شائستہ رشتے قائم کریں۔ اس بات میں تل برابر شبہ نہیں کہ زمانہ حال کی زندہ اقوام کے صحیح النسب (نسل سے ٹھیک) ہونے میں صرف بائبل ہی رہنما بنی چلی آئی ہے۔ ان کے حسب ونسب کو درست کرنے میں صرف بائبل نے ہی مدد فرمائی۔

بائبل مقدس اقوام دہر کو اعلیٰ اخلاق انسانی سکھاتی آئی ہے

ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ دنیا کی اقوام میں ایسے انسان ضرور پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے معاصرین (ہم عصر لوگ) کو اخلاق انسانی پر اچھے اچھے سبق پڑھائے اور ان کی تعلیم کو ان کے شاگردوں نے ضائع ہونے نہ دیا۔ بلکہ بصورت تحریر انکو محفوظ رکھ لیا۔ ان کی تحریرات ہمارے زمانہ تک پہنچ گئیں۔ ایسی تحریرات میں روم وشام کے مشاہیر کی تحریرات کو بطورِ مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ بدھ کی تصنیفات کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ کنفوشش کی کتاب کو پیش کِیا جاسکتا ہے۔ جن میں علم الاخلاق پر اچھے سبق مل سکتے ہیں۔ پر دریافت طلب تو یہ معاملہ ہے کہ غیر یہودی اور غیر مسیحی اقوام کی کتابوں نے فی زمانہ دنیا کی دیگر اقوام کو کیا سکھایا۔ وہ اقوام جو اپنی کتابوں کو اپنے ہمراہ لئے آئیں انہوں نے دنیا کے اخلاق کو سدھارنے کے لئے کیا کیا؟ کنفوشش کی تصنیفات چین سے کبھی باہر نہ نکلی تھیں۔ نہ ان کو چینی زبان سے کسی دوسری زبان کا لباس پہنایا گیا۔ نہ خود اہل چین میں عوام تک پہنچائی گئیں۔ وہ ابتدا سے تاحال بڑے لوگوں کی ملکیت بنی چلی آرہی ہیں۔

مہاتما بدھ کی تصنیفات کا بھی یہی حال چلا آیا۔ بدھ لوگوں نے ہندوؤں کے ویدوں سے جو سلوک کِیا وہ بیان کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کی تصنیفات پالی زبان سے کبھی باہر نہ لائی گئیں۔ بدھ دھرم کے ماننے والوں کی بھی پورے طور سے ملکیت نہ بنیں۔ دنیا کی اقوام نے بدھ کی تصنیفات سے کچھ نہ سیکھا۔

ہندوؤں کی مذہبی اور اخلاقی کتابیں آج تک ہندو صاحبان کی عام ملکیت نہیں بنی ہیں۔ وہ سنسکرت زبان میں لکھی گئیں جسے خود ہندو بھول گئے۔ ان کتابوں کو نہ دنیا نے کبھی سیکھا نہ وہ کتابیں ہند سے باہر گئیں۔ ان کی ہستی معرضِ خطر میں چلی آئی۔ اگر یورپ کے عیسائی ان کتابوں کو نہ بچاتے تو نہ معلوم آج کے دن ان کا کیا حشر ہوتا۔

یونان وروم کے مشاہیر کی تصنیفات کو بھی عیسائیوں نے بچالیا وہ بھی یونانی اور رومی اقوام تک ہی محدود رہیں۔ بائبل کے دنیا میں نکلنے سے پیشتر جو کچھ مشاہیر یونان وروم نے اہل دنیا کو اخلاق انسانی پر سبق پڑھائے وہ یونان وروم کی تاریخ سے عیاں ہیں۔ جن کا ذکر اس اختصار میں جگہ نہیں پاسکتا۔

غرض یہ کہ آج کل مسیحی اور غیر مسیحی دنیا میں یہ بات کہنے والے تو بہت مل سکتے ہیں کہ بائبل کے سوا دنیا کی غیر مسیحی اقوام میں ایسی تحریرات مل سکتی ہیں جن کا اخلاق بائبل کے اخلاق سے کم نہیں ہے۔ پر بائبل کا کوئی مخالف نہیں جو یہ بات ثابت کر سکتا ہو کہ دنیا کے اخلاقی معلم بائبل کے سوا بھی کوئی دوسرا تھا۔ جس نے اپنے ملک و قوم سے باہر جا کر اپنی تصنیفات سے غیروں کو اعلیٰ اخلاقِ انسانی پر وہ سبق پڑھائے جو بائبل نے پڑھائے ہیں۔

اس کے سوا بائبل کے مخالفوں کو بائبل کے سوا دنیا کی مذہبی کتابوں کے اخلاق کا موازنہ کرنے کے لئے ان اقوام کے اخلاق پر نظر ڈالنا چاہئے۔ جن کی ملکیت میں وہ کتابیں چلی آئی ہیں۔ اُن کتابوں کو ماننے والی اقوام میں ذات پات کی لعنت موجود ہے۔ بت پرستی اپنی تمام لعنتوں سمیت موجود ہے۔ دہریت موجود ہے۔ ان میں کیا کچھ موجود نہیں جس نے ان کتابوں کو ماننے والی اقوام کو بد اخلاق نہیں بنایا۔ ہندوستان میں آج تک (۷) کروڑ انسان ہندوستانی اخلاق سوزی کی زندہ مثال ہیں۔ جبکہ غیر بائبل کُتب کو ماننے والی اقوام کے گھر میں اخلاق سوزی کے ایسے نمونے موجود ہیں تو ان سے غیر اقوام کو جو فائدہ پہنچنا تھا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ بائبل جیسا اخلاق دنیا کی دیگر کُتب میں بھی موجود ہے اگر بالکل یہ لغو نہیں تو یہ بات تو ضرور حق ہے، کہ دنیا کی دیگر کُتبِ مذہبی کے اخلاق نے کسی بھی قوم کو با خلق قوم نہیں بنایا بلکہ ان کُتب نے ان کو نیک و شائستہ بنانے میں ہر گز وہ کام نہیں کیا جو بائبل فی زمانہ کرتی آئی ہے۔

زمانہ حاضرہ کی اقوام کے افراد آج کل منہ پھاڑ پھاڑ کر بائبل کی اخلاقی تعلیم پر معترض تو ہیں۔ مضحکہ خیزیاں بھی کرتے ہیں۔ اپنی قوم اور اسکے ماضی کے زمانہ کو ست جگی زمانہ بتاتے ہیں اپنی آبائی کتابوں کی تعریفوں میں ان کے گلے بھی خشک ہوتے رہتے ہیں۔ پر زمانہ حاضرہ کی اقوام کا کون سا فرد ہے جو دنیا کو یہ بات ثابت کر کے دکھا سکتا ہے کہ اس کی آبائی قوم کی گزشتہ پُشتیں بائبل کی اخلاقی تعلیم سے فیض نہیں اُٹھا چکی ہیں۔ اپنے گندے اور گھناؤنے اخلاق کی اصلاح بائبل سے نہیں کرا چکی ہیں؟ بائبل (۱۹۲۶) برس سے دنیا کی اقوام کی بد اخلاقیوں کی اصلاح کرتی آئی ہے۔ اس میدان میں دنیا کی کسی قوم کے کسی بزرگ کی تصنیف کو بائبل کی برابری کا فخر حاصل نہیں ہے۔ آج کے دن بائبل (۸۳۵) زبانوں میں موجود ہو کر اقوامِ دہر کی بد اخلاقیوں کی اصلاح کر رہی ہے۔ بائبل کے مخالفوں اگر بائبل کے اخلاق پر اعتراض ہوتا ہے کہ تو وہ بائبل کے زمانہ تصنیف میں کھڑے ہو کر اس کے اخلاق پر اعتراض اُٹھائیں۔ تب اس کے اخلاق کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

بائبل مقدس نے اہلِ دنیا کو اعلیٰ مذہبی اصول و خیال دیئے

جس وقت و زمانہ میں بائبل ملکِ کنعان سے باہر نکلی لاریب اُسی زمانہ میں ہر ملک و قوم ایک قسم کے مذہب کی ضرور ماننے والی تھی۔ گو مختلف اقوام و ممالک میں وہ مذہب مختلف صورت رکھتا تھا۔ پر در اصل وہ ایک ہی مذہب کی دوسری صورت تھا۔ وہ عالم گیر مذہب مصری تھا۔ جس نے بعد کے زمانہ میں بابلی مذہب کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ننوائی (نینوہ) اور فینکی اقوام کو اپنا مطیع بنا لیا تھا۔ یونانی، ایرانی، رومی مذاہب کا چولا دھارن کر لیا تھا۔ عربی مسابیت و حنفیت (سُنی مسلمانوں کی وہ جماعت جو امام ابو حنیفہ کی پیرو ہے۔) کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ہندو دھرم کا جامہ پہن لیا تھا۔ ان مہذب اقوام

https://noor-ul-huda.net/

کے سوا وحشی اقوام کو اپنا مطیع بنا رکھا تھا۔ اس مذہب و دھرم کا نام آج کل بت پرستی اور وہم پرستی رکھا جاتا ہے۔ اس عالم گیر بت پرستی کے اصول وعقائد ایسے مکروہ تھے ان کا ذکر کرنا بھی درست نہیں ہے

بائبل دنیا کے عالمگیر مذہب کے مقابلہ میں مسیحیت کے ساتھ نکلی (۱۹۲۶) برس کے عرصہ میں اس نے اہلِ دنیا کے عالم گیر مذاہب کو، اس کی قوت وطاقت کو اور اس کی باطل پرستی کو پاش پاش کر ڈالا۔ بائبل ومسیحیت کی مخالف اقوام اپنی تمام طاقت سے بائبل ومسیحیت کا مقابلہ کرنے کے بعد ہار گئیں۔ وہ اپنے آبائی مذہب کو بچا نہ سکیں۔ انہوں نے آبائی مذاہب کو ترک کرکے اور مسیحیت کی بائبل کی اطاعت کرکے اپنی جانیں بچائیں۔ جو اقوام آبائی مذاہب پر قائم رہنے کا اصرار کرتی رہیں وہ بھی آخر کار خالص آبائی مذاہب میں بائبل ومسیحیت کے اعلیٰ اصول وخیالات داخل کرکے اسے ہمارے زمانہ میں مشکل سے پہنچا سکی ہیں۔ بائبل ومسیحیت کے مقابل وہ اقوام بھی آبائی مذاہب کو اور اس کی اصل وخالص صورت میں قائم نہ رکھ سکیں۔ اس وجہ سے ہمارے زمانہ کی غیر مسیحی اقوام کے مذاہب اگر زندہ ہیں تو وہ اپنی آبائی واصلی خوبی کے سبب سے زندہ نہیں ہیں۔ وہ تو مدت مدید سے مرچکے ہیں۔ اُن کی زندگی کے باعث وہ اصول اور خیالات جو اُن کے بانیوں نے بائبل ومسیحیت سے لے کر اپنے مردہ مذاہب پر چسپاں کردیئے ہیں۔ آج کے دن کوئی قوم ایسی نہیں جو اپنے مذہب کو وفاداری سے ماننے والی ہو جو (۱۹۲۶) برس پیشتر اس کے آباؤ اجداد کا مذہب تھا۔ زمانہ حاضرہ کی غیر مسیحی اقوام کے تمام مذاہب بائبل ومسیحیت کے خیالات وتصورات کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ جن کی عمر بہت نہیں ہوسکتی ہے۔

بائبل نے اہلِ دُنیا کو علم کی نعمت دی

ہمارا زمانہ علم وفضل کا زمانہ ہے۔ آفتابِ علم سمت الراس (بلندی کی انتہا) پر ہے۔ اُس کی ضیا باریوں (روشنی پھیلانے) سے بہت سے لوگ اندھے ہوگئے ہیں۔ وہ سمجھنے لگے ہیں کہ اہلِ دنیا کو جو روشنی حاصل ہوئی ہے یہ ان لوگوں کے قواء ذہنی کی اچانک اور معجزانہ ترقی سے ہوئی ہے۔ جو علمی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ وہ ایوولئیوشن (انکشاف) کے نامعلوم اصول کی بدولت ہوئی ہے۔ جسے ڈارون نے دریافت کیا تھا۔ ہم ایسی ایسی باتیں سن کر انسان کی حق کشی پر افسوس کرتے ہیں کہ وہ کیسی جلدی معدن (کان، کھان، وہ جگہ زمین کھود کر دھاتیں اور کوئلہ وغیرہ نکالیں۔) علم وفضل کو بھول گئے۔ جس نے اُن کے آباؤ اجداد کی سینکڑوں پُشتوں کی جہالت ولاعلمی کو اپنے علم واِدراک کی خوبی سے روشن کیا تھا۔ اُن کی حیوانی جہالت کو اپنے علم وعرفان کے دفاتر سے دُور کیا تھا۔

ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ آج سے (۱۹۲۶) برس پیشتر دنیا کی بعض اقوام کے پاس ضرور کچھ نہ کچھ علمی روشنی کے چراغ تھے۔ جنکی روشنی میں اسی زمانہ کے مشاہیر زندہ رہے۔ مگر ان چراغوں کی روشنی بادشاہوں کے محلوں اور اکابرینِ زمانہ کے گھروں سے باہر کبھی کسی نے چمکتی نہ دیکھی تھی۔ زمین وآسمان کی مخلوقات اہلِ دنیا کی نظر میں دیوی دیوتا یقین کی جاتی تھی۔ اُن کی خدائی پر شک کرنا موت خریدنا تھا۔ ایسے حال میں انسانی دماغ ودل

میں علم سے جواُنس و محبت ہوسکتی ہے وہ ہر گز بیان کی محتاج نہیں ہے۔ بنی آدم کے خیالات اور اُن کے دماغ و دہشت کی تاریک قوت سے مقید تھے۔ اُن کا علم اپنے دیوی دیوتاؤں کے وہمی کارناموں تک محدود تھا۔ یا وہ بالکل دہریئے اور منکرِ خُدا ہوا کرتے تھے۔

مگر بائبل مقدس نے سب سے پہلے اہلِ دنیا کے دلوں سے ان کے دیوی دیوتاؤں کے خوف دُور کیے۔ ان دیوی دیوتاؤں کو خدا کی مخلوقات بنا کر دکھایا اوران کی بابت انہیں یہ سبق پڑھایا کہ یہ خدا کے کام ہیں۔ ان پر سوچو، انہیں سمجھو، ان کی خوبی کو پہچانو اور اس صانع (کاریگر) حقیقی کا شکریہ ادا کرو۔ بائبل کی ایسی ایسی تعلیم نے انسان کی مقید قواءِ ذہنی اور معطل قواءِ ذہنی کو نہ صرف دہشت کے چنگل سے رہائی بخشی بلکہ اُن کے کام کرنے کا ان پر نیا میدان کھول دیا۔ انسان کی معطل و بے کار ذہنی قوتیں بیدار کر دی گئیں۔ انسان میں تلاش و جستجو کا مادہ پیدا کر دیا۔ بائبل پڑھنے والے بائبل کو پڑھنے اور سمجھنے میں مصروف ہوئے۔ اس کی تشریح و توضیح کرنے لگے۔ ذہنِ انسانی اُس کی قواء میں بائبل نے کچھ ایسی تحریک و بیداری پیدا کر دی کہ آئے دن اس کی معلومات میں ترقی ہونے لگی۔ حتیٰ کہ بائبل کے وسیلے سے ذہن انسانی علم و معلومات کے اس مرتبہ پر پہنچ گیا جس مرتبہ پر وہ آج کے دن پایا جاتا ہے۔ پس زمانہ حاضرہ کی علمی دولت اہلِ دنیا کو کسی ایوولیئیوشن کے اصول سے نہیں ملی۔ یہ صرف بائبل مقدس کا انعام ہے جواُن اقوام کے لئے خدا نے مقرر کیا تھا۔ جو بائبل و مسیحیت کو ماننے والی تھیں۔ غیر مسیحی اقوام کے علمی وسائل بنی آدم کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ وہ آج کے دن آفتابِ صداقت کے مقابل چراغِ سحری (چند دن کا مہمان) ہیں۔ اگر کوئی ان پر ناز کرتا ہو کرتا رہے یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔

مزید برآں

بائبل نے (۱۹۲۶) برس کے گزشتہ زمانہ میں اہلِ دنیا کو اعلیٰ خصلت و سیرت کا لباس پہنایا۔ اعلیٰ تہذیب و شائستگی کے بلند مراتب پہ پہنچایا۔ اقوامِ دہر کو اپنے اپنے ممالک میں بھائی چارا اور مساوات کے اصول سے باندھا۔ ان کو اعلیٰ حکمران دیئے جو محض انسان بن کر اقوام کی خدمت کرتے آئے۔ ان کی خدائی کے دعویٰ کو خاک میں ملایا۔ اعلیٰ قوانین ملکی بنانے میں بائبل نے اقوام کی رہنمائی کی۔ اعلیٰ خیرات و خودانکاری پر اقوامِ دہر کو آمادہ وتیار کیا۔ غلامی کی لعنت مٹا کر غریب غربا کو انسانی حقوق دلوائے، مذہبی واعتقادی آزادی بنی آدم کو بائبل نے دلوائی۔ زمانہ ماضی میں بائبل و مسیحیت نے کیا کچھ نہیں کیا جو بنی آدم کی فلاح و بہبودی سے متعلق ہے؟ ہاں بائبل مقدس نے سب کچھ کیا۔ مگر ہم بخوفِ طوالت اس کا بیان نہیں کر سکتے ہیں۔ زمانہ حاضرہ کی میراث انسانی میں جو انسان کی بہتری و بہبودی کا جزو اعظم خیال کی جاسکتی ہے اس کا کم از کم (۷۵) فیصد بائبل مقدس اور اس کے دلداروں کا پیدا کردہ ہے۔ کیا اسی بائبل کی بابت مخالفین گلا پھاڑ پھاڑ کر شور مچارہے ہیں کہ یہ بائبل اصلی اور قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیا اسی بائبل کی بابت کہا جاتا ہے کہ بائبل تحریف ہوگئی ہے؟ کاشکہ بائبل کے دشمن دنیا کو کوئی دوسری کتاب دکھا سکتے جو بائبل کی نسبت زیادہ اصلی اور قابل اعتبار و غیر متغیر ہوتی۔

آٹھویں فصل

زمانہ حاضرہ میں بائبل

ہم نہایت اختصار کے ساتھ بائبل کو زمانہ ماضی میں دکھا چکے۔ اب تھوڑا ذکر اس کا زمانہ حاضرہ میں کرتے ہیں۔ بائبل بافضل خدا(۸۲۵)زبانوں میں موجود ہے کم از کم اسے (۸۲۵)زبانیں بولنے والی اقوام ضرور پڑھتی اور سمجھتی ہیں۔ان اقوام کے لئے بائبل مقدس زمانہ حاضرہ کی اقوام دہر کے زمانہ ماضی کو۔

روشن ومنور کرنے والا اکیلا رہبر ہے

دنیا کی مہذب اقوام کی موجودہ پُشتیں بلاشک اپنی ملکیت میں کوئی نہ کوئی ایسی کتاب رکھتی ہیں جن کو وہ اپنی کتاب کہتی ہیں۔ان میں اس قوم کے آباؤاجداد کے قصص وحکایات پائے جاتے ہیں۔ جس قوم کی وہ کتاب ہے۔اُن میں سے بعض کتابوں کی بابت بلند آہنگی سے دعوے کیے جاتے ہیں کہ وہ ہماری دنیا کے پہلے انسانوں کو ملی تھیں۔ لیکن جب ان کتابوں کو پڑھ کر دیکھا جاتا ہے تو ان میں اسی قوم کے ابتدائی حالات کا کسی کو کچھ پتہ نہیں لگتا۔ جو قوم اسے مانتی آئی ہے۔ بائبل کو چھوڑ کر مہذب اقوام کی موجودہ پُشت کی کوئی کتاب نہیں جو تاریخ انسانی کی زمانہ ماضی کی تاریکی میں کسی کی رہبر ورہنما ہو سکے۔اس میدان میں صرف بائبل ہی ایک کتاب ہے جو تاریخ انسانی کی گزشتہ فروگزاشت میں رہبر کامل کا کام دے سکتی ہے۔

ماہرین تاریخ کے علم وآگاہی سے بنی نوع انسان کی کئی ایک عظیم الشان اقوام کی ہستی جاتی رہی تھی۔وہ اقوام مصر وبابل، نینوہ وفینکی، کنعان کی سات قومیں اور قدیم عرب اور ایران وآریہ وغیرہ تھیں۔ تاریخ انسانی کو بنانے والے صاحبان نے ان اقوام کی ابتداو عروج وزوال کی فراموش شدہ حکایات دنیا کی کسی مذہبی کتاب کی رہبری سے حاصل نہیں کیں، پر صرف بائبل مقدس کی روشنی سے دریافت فرمائیں۔آج کے دن اقوامِ مذکور اور ان کی مردہ زبانیں، ان کا فراموش شدہ لٹریچر، ان کے مذاہب وعقائد بائبل کے وسیلے سے ایسے زندہ ہوگئے کہ جیسے زمانہ حاضرہ کی اقوام کے۔اس کے ساتھ ہی تاریخ بائبل کی صداقت قائل کن طریق سے پایہ صداقت کو پہنچ چکی ہے۔ جس کے ثبوت میں مسیحی لائبریریوں میں دفتروں کے دفتر جمع ہو چکے ہیں۔پس ہمارا بائبل کو زمانہ ماضی کا اکیلا رہبر قرار دینا ہر گز مبالغہ نہیں۔نہ بائبل کی نے جا مدح سرائی ہے۔بلکہ ایک حقیقت معلومہ کا اظہار ہے۔ جس کے ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں۔

بائبل زمانہ حاضر کی رہنما ہے

بائبل نہ صرف زمانہ ماضی کے تاریک زمانوں میں بنی نوع انسان کی رہبر ہے بلکہ وہ زمانہ حاضر میں بنی نوع انسان کی رہنما ہے بلکہ سب سے زیادہ رہنما ہے۔ ہر ملک و قوم زبان میں رہنما ہے۔ بائبل کی رہنمائی کا دنیا کی کسی قوم کی کتاب کو مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ دنیا کی کسی دوسری قوم کی کتاب کو بائبل کے برابر رہبر ور ہنما ہونے کا فخر حاصل نہیں۔ نہ فخر حاصل ہوگا۔ آج کے دن دنیا کی جملہ مہذب اقوام بائبل کی روشنی میں زندہ ہیں۔ ہر ایک قوم کا خواندہ بشر بائبل کی روشنی سے روشن ہے۔ اگر زمانہ حاضرہ کی اقوام کی مذہبی کتابیں بھی ان میں سے بعض کو کچھ روشنی دیتی ہیں جو انہیں مانتے ہیں تو وہ بھی مثلِ چراغ کی روشنی کے ہیں۔ مگر بائبل مقدس زمین پر آفتابِ صداقت بن کر چمک رہی ہے۔ ہر ملک و قوم میں اسے اپنی جان ومال تک دے کر لوگ خرید خرید کر پڑھ رہے ہیں۔ بائبل سچ مچ زمانہ حاضرہ کی رہنما ہے۔ لوگ اسکی رہنمائی پر فدا ہیں۔ اگر آج کے دن اقوام دہر کے افراد کو مذہبی آزادی مل جائے اور بائبل اور دیگر کتب مذہبی میں سے بہتر کتاب انتخاب کرنے کی اجازت ہو جائے، اگر بائبل پسندوں پر سے جبر و تعدی (حد سے زیادہ، ظلم) موقوف ہونے کا اعلان ہو جائے تو آج ہی ان کتب مذہبی کے دوست کروڑوں کے شمار سے سینکڑوں پر آجائیں گے، جنہیں دنیا بائبل کے مقابل پیش کر کے ان کی جبراً تابعداری کرا رہی ہے اور بائبل پسندوں کا شمار لاکھوں سے کروڑوں پر پہنچ جائے گا۔ پر فی الحال مخالفین بائبل کا مذہبی جبر بائبل پسندوں کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ اعلانیہ بائبل کو اپنا رہبر ظاہر کرنے میں تامل فرمائیں۔ پر

"وقت آتا ہے کہ پھر یہ نہ زمانہ ہوگا۔"

بائبل اور زمانہ حاضرہ کے مخالفین

ہم پھر کہتے ہیں کہ بائبل مقدس ہمارے زمانہ میں موجود ہے۔ وہ اپنی ہستی کی آپ شاہد و گواہ ہے۔ زمانہ ماضی میں اہل دنیا کی کایا پلٹنے والی کتاب ثابت ہو سکتی ہے۔ وہ انیس سو چھبیس (۱۹۲۶) برس سے بنی آدم کے کثیر گروہ کے دلوں پر حکمرانی کرتی آئی ہے۔ اس وقت اس کی عزت و حرمت کا سکہ کم از کم پچاس کروڑ بنی آدم کے دلوں پر جما ہوا ہے۔ وہ (۸۳۵) زبانوں میں پڑھی جا رہی ہے۔ چھاپہ خانوں میں جس قدر بائبل چھپ رہی ہے اس قدر دنیا کی کوئی کتاب نہیں چھپتی۔ ریل گاڑیوں، جہازوں پر جس قدر بائبل سفر کر رہی ہے اس کا کروڑواں حصہ کسی دوسری کتاب کا سفر نہیں کرتا۔ دنیا میں جس قدر بائبل کی بکری ہے، کسی دوسری کتاب کو نصیب نہیں ہے۔ دنیا میں جس قدر بائبل کے پڑھنے والے مل سکتے ہیں، اُس کا کروڑواں حصہ کسی دوسری کتاب کو نہیں ملا۔ دنیا میں جس قدر مخالفت بائبل کی ہو رہی ہے کسی کتاب کی نہیں ہو رہی۔ غرض یہ کہ زمانہ حاضرہ میں ہر ایک مذہب اور ہر ایک قوم بائبل سے برسر جنگ ہے۔ ایسی عالم گیر جنگ بائبل نے گزشتہ زمانہ میں کبھی نہیں لڑا۔ نام نہاد عیسائی اور غیر عیسائی اقوام اپنی تمام قوت و طاقت سمیت بائبل پر حملہ آور ہیں۔ مگر بائبل اس زمانہ میں بھی ہر ایک قوم و مذہب کے مقابل قائم و ثابت ہے۔ اس کی فتوحات گو ظاہر میں بڑے بڑے

انقلاب پیدا کرنا نہیں ہیں ، پر اقوام کو اندر ہی اندر کھاتی جارہی ہے۔ان کے آبائی مذاہب کی قوت وطاقت کو اندر اندر ہی فنا کر رہی ہے۔ دنیا کی غیر مسیحی اقوام اپنے آبائی مذاہب اور ان کے عقائد ورسوم کی بائبل کے مقابل حفاظت کرنا گناہ سمجھتی ہیں۔ ہند کے سناتن دھرم کو ماننے والے اس باغی اور سرکش ہو کر آریہ ہیں۔ پھر وہ بجائے سناتن دھرم کی حفاظت وتائید کرنے کے خود اس کی تکذیب (جھٹلانا، جھوٹ کاالزام دینا) پر پل رہے ہیں۔آج سے پچاس برس پیشتر کے اسلام کی محافظت کرنے والے بائبل کے مقابل کتنے مل سکتے ہیں۔اب تواہلِ اسلام وہابی، نیچری، اہل قرآن اور احمدی وغیرہ ہو کر خود اپنے ہاتھوں سے آبائی اسلام پر گولہ باری کرتے کرتے نہیں تھکتے ہیں۔ بائبل نے غیر مسیحی اقوام کو اپنے آبائی مذاہب عقائد کی بیخ کنی ایسالگادیا ہے کہ انہیں خود خانہ جنگی سے فراغت نہیں ہوسکتی ہے۔ پس بائبل مقدس زمانہ حاضرہ کے عالم گیر جنگ میں تاحال فتح مند ہے۔ کیااس کی اصلیت واعتبار پر اب بھی شبہ ہو سکتاہے۔

زمانہ حاضر کی ہر ایک موجودہ چیز گواپنی ہستی ووجود کی خود شاہد و گواہ ہے۔پر وہ اپنی اصلیت واعتبار کے خارجی گواہ بھی رکھتی ہے۔ زید ہمارے زمانہ میں اپنی ہستی واصلیت اور اعتبار کا خود مدعی وشاہد ہے۔ مگر اپنے ساتھ وہ اپنے خارجی گواہ بھی رکھتا ہے۔ایسے ہی بائبل اگرچہ اپنی اصلیت اور اعتبار کی خود مدعی اور گواہ ہے تو بھی وہ اپنے ساتھ اپنی اصلیت واعتبار کے شاہدوں کی افواج رکھتی ہے۔ آنے والے بیان میں ہم قارئین کرام کو بائبل ان شاہدوں کی مختصر سی کیفیت سناتے ہیں جن کی تفصیل کرنا اس اختصار کی حد سے باہر ہے۔

زمانہ قدیم سے بائبل کی اصلیت اور اعتبار کے شاہدوں کی فہرست جو ہمارے زمانہ تک پہنچی ہے حسبِ ذیل ہے:۔

(اول) یہودی قوم

(۱) یہودی قوم کی تاریخی کتابیں۔ مثلاً یوسیفس (۲) یہودی قوم کی احادیث وروایات کی کتابیں مثلاً تالمود وغیرہ۔(۳) پرانے عہد نامہ کی اپاکریفل کتابیں جو شمار میں چودہ ۱۴ کتابیں ہیں (۴) یہودی قوم کے بزرگوں کی دیگر تصنیفات جو انیسویں صدی میں دریافت ہوئی ہیں۔

(دوم) مصر کی تاریخ اور تحقیقات جدیدہ کے دو نتائج جو اُنیسویں صدی سے آج تک پیدا ہو چکے ہیں۔ جو بائبل کے بیان کی سچائی وصداقت پر ضیا باریاں (روشنی پھیلانا) کر رہے ہیں۔

(سوم) بابل اور نینوہ فینکی اور عرب اور کنعان کی سات اقوام کے تاریخی حالات جو اُنیسویں صدی سے آج تک دائرہ تحریر میں آچکے ہیں۔ ڈاکٹر سیس وہمل، پنچ وگریسر کی تصنیفات کا ملاحظہ کرناچاہئے۔

(چہارم) مسیحی قوم کی تاریخ

(پنجم)خود بائبل مقدس کی تاریخ

(۱) بائبل کا عبرانی و یونانی زبانوں میں تواتر (۲) توریت کے متن کی سامری زبان کی نقل (۳) بائبل کا پہلا یونانی ترجمہ جسے سپٹو اجنٹ کہتے ہیں۔

(۴) بائبل کے دیگر مختلف زبانوں میں ترجمے جن کا شمار ۸۳۵ تک پہنچ چکا ہے۔(۵) نئے عہد نامہ کی اپاکریفل کتابیں جو بجا طور پر خود ایک کتب خانہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۶) مسیحی آباء کی تصانیف جو بجائِ خود ایک کتب خانہ ہیں۔(۷) بائبل اور مسیحیت کے مخالفین کی تصنیفات جنھوں نے بائبل اور مسیحیت کی تردید میں اور اپنے عقائد کی تائید میں کتابیں لکھیں۔

مذکورہ بالا فہرست ان شاہدوں کے ہے جو زمانہ قدیم سے چوتھی صدی عیسوی تک گزرے ہیں۔ یہ تمام شاہد و گواہ بصورت تحریر زندہ موجود ہیں۔ جن سے مہذب و محقق اقوام کے کتب خانے عجائب خانے میں فسانے بن رہے ہیں۔ ہمارے زمانہ کے کون سے مخالف بائبل کی اصلیت واعتبار کے ان شاہدوں کا کبھی نام بھی سنا ہے۔جو بائبل کی

اصلیت واعتبار کے خلاف شور مچاتے رہتے ہیں۔ اگر بائبل کی اصلیت واعتبار کا معیار خارجی شہادتیں ہوں تو وہ حق پسندوں کے لئے کثرت سے موجود ہیں اور اس قدر معتبر ہیں کہ کسی مخالف کو ان کے خلاف لب کشائی کی گنجائش نہیں ہو سکتی ہے۔ایسے حال میں اگر بائبل کے مخالفین اپنی یاد اگوائی پر اڑے رہیں تو ان کا مرض لاعلاج ہے۔

بائبل کے تواتر میں سہواً و خطا کا امکان

بائبل مقدس کسی فردِ واحد کی تصنیف نہیں جسے اس کے مصنف نے زمانہ واحد میں لکھا ہو۔اس کے نوشتوں کی تصنیف کے زمانہ میں سینکڑوں زمانے شامل ہیں اسکے مصنفوں کا شمار (۳۹) کے قریب ہے۔وہ مختلف زمانوں کے اور مختلف لیاقتوں کے تھے۔ مختلف زبانوں کے بولنے والے تھے جنہوں نے صرف دو زبانوں میں بائبل کے نوشتے لکھے۔ان زبانوں کو عبرانی اور یونانی زبانیں کہتے ہیں۔ جن چیزوں پر ابتدا میں ہر ایک مصنف نے اپنے صحائف وکتب لکھی تھیں وہ ہر گز غیر فانی چیزیں نہ تھیں جو زمانہ کی گرمی سردی کے اثر سے۔آب و ہوا کی تاثیر سے،ان کے محافظوں کی غفلت و مجبوری سے ان کی جہالت اور لا عملی کے تاثرات سے ابتدائی زمانہ سے بالکل یہ محفوظ چلی آئیں۔ان میں کسی قسم کی سہو و خطا ہو نا نہ پائی۔چونکہ وہ اصل تحریرات امتداد زمانہ کی وجہ سے باجنس فی زمانہ محفوظ نہ رہ سکتی تھیں۔اس وجہ سے ان کی نئی چیزوں پر نقل ہوتی آئی۔پرانی اور بوسیدہ تحریرات بیکار ہوتی گئیں۔ان کی نگرانی کرنا غیر ضروری امر ہوتا آیا۔چونکہ نئی نقل کرنے میں اور پرانی تحریر کو پڑھنے میں امکان غلطی کا تھا۔لہٰذا بائبل کے اصلی نسخوں میں اگر غلطی

راہ پا گئی تو کوئی تعجب نہیں ہے، پر تو بھی ہزروں برس کے زمانہ کے بعد بائبل کے متن میں ایسی غلطیوں کو دریافت کرنا بھی اس وجہ سے امر محال نہ تھا۔ کیونکہ بائبل اپنے پیچھے اپنی ہستی کے شاہد مختلف زمانوں اور زبانوں میں چھوڑتی آئی ہے۔ جو مسیحی علما کی جدید تحقیقات اور زرکثیر کے صرف سے جمع کرلئے گئے تھے۔ ایسے اسباب کی موجودگی میں مسیحی علمانے زمانہ قدیم کی حاصل شدہ تحریرات کو جو مختلف زبانوں میں تھیں بڑی محنت ومشقت سے پڑھا اور بائبل کے متن کی تصیح (درستی) کاکام کیا۔ انہوں نے بائبل کے متن کے ایک ایک لفظ وجملہ کی تاریخ وتواتر کو قائم وثابت کیا۔ ہر ایک زائد اور غیر متن عبارت کی کامل تحقیق اور چھان بین کی کہ وہ مشتبہ لفظ یا عبارت یا بائبل کے متن کے تواتر میں کب سے اور کیسے راہ پا گئی۔ اس کی بابت اعلیٰ طبق کے مسیحی علما کی قیمتی کتابیں موجود ہیں جن میں انہوں نے بائبل کے متن کی تصیح پر اور تحقیق وتدقیق پر مفصل بیان شائع کردیئے ہیں انہیں بیانات کانام بائبل کی تنقید ہے۔

نویں فصل

انجیل کے نئے ترجمے سے خارج شدہ عبارتیں

ناظرین کرام کے لئے ذیل میں ان عبارتوں کو درج کرتے ہیں جو بائبل کی نقل اول میں جس کا ترجمہ پہلی دفعہ اُردو زبان میں ہوا تھا موجود تھیں۔ مگر نقل دوم سے جس ترجمہ ریوائزڈورشن کے نام سے اردو میں کیا گیا تھا خارج کی دی گئی ہیں۔

پرانا ترجمہ متی کی انجیل ۱۷:۲۱؛۱۸:۱۱؛۲۳:۱۴؛۲۱:۲۸۔۳۱

پُرانا ترجمہ مرقس ۷:۱۶؛۹:۴۲؛۱۱:۲۶؛۱۵:۲۸؛۱۶:۹۔۲۰

لوقا ۱۷:۳۶؛۲۳:۱۷؛۲۲:۴۳۔۴۴

یوحنا ۵:۳۔۴؛۷:۵۳سے ۸:۱۱؛۱۔یوحنا ۵:۷،۸ تک یوحنا ۷:۸

اعمال ۸:۳۷؛۱۵:۳۴؛۲۴:۷؛۲۴:۸؛۲۰:۲۸؛۱۱:۲۰؛۱۔تیمتھیس ۳:۱۶

یہ عبارات آتھوراُزڈ ترجمہ بائبل میں موجود ہیں۔ مگر ریواُزڈورشن سے نکال گئی ہیں۔ کیونکہ یہ عبارات انجیل کے قدیم ترین نسخوں میں نہیں ملی ہیں اور بعض عبارتیں اب تک زیر بحث ہیں۔

جو عبارتیں نئے ترجمہ سے نکالی جاچکی ہیں وہ اس درجہ سے نہیں نکالی گئی ہیں کہ وہ مسیحیوں میں مشکلات کا اضافہ کرتی تھیں یا اُن میں یسوعٔ مسیح کی کسرشان پائی جاتی تھیں یا اُن میں غلط باتیں پائی جاتی تھیں۔ بلکہ صرف اُن کے نکالے جانے کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ انجیل کے قدیم

https://noor-ul-huda.net/

ترین نسخوں میں موجود نہیں ملی ہیں۔ان میں سے جو عبارتیں خارجی شہادتوں سے قدیم ترین ثابت ہوئی ہیں،اُن تک کو انجیل کے موجودہ ترجمہ سے خارج نہیں کیا گیا۔پس اس سے مسیحی علماء کی دیانت وامانت بخوبی ظاہر ہے۔ان پر نوشتوں کو تحریف کرنے کا الزام لگانا پرلے درجہ کی بداعتمادی اور بدگمانی کو رواج دینا ہے۔ہم پھر کہتے ہیں کہ عبارات مذکور کسی غلطی کی وجہ سے یا کفر آمیز مطالب کی وجہ سے یا بائبل کے متن کے اختلافات دُور کرنے کی وجہ سے یا قابل اعتراض ہونے کی وجہ سے یا احمدیت کے اعتراض کا سدِ باب کرنے کی وجہ سے متن سے ہرگز نکالی نہیں گئی ہیں۔ان کے متن سے نکالے جانے کا صرف ایک ہی سبب تھا اور وہ یہ تھا کہ یہ عبارتیں بائبل کے متن کے تواتر میں متواتر ثابت نہیں ہوئی ہیں۔اگر کوئی مخالف ان کا متواتر ہونا ثابت کردے تو کسی عیسائی کو اُن عبارتوں کے قبول کرنے میں ہرگز عذر نہیں ہو سکتا ہے۔اگر احمدی اصحاب ان عبارتوں کو جزو بائبل منوانا ضروری سمجھتے ہوں تو اُن کی خاطر زیر بحث عبارتوں کو ہم خوشی سے جزو بائبل تسلیم کرتے ہیں۔اب فرمائیں کہ آپ کے نزدیک بائبل مقدس کی کیا قدر و منزلت ہو گی؟

ہم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ جب بائبل کا نیا ترجمہ نہ ہوا تھا۔ہنوز پرانا ترجمہ مروج تھا۔تب بھی احمدیت کا بانی اور آپ کے مرید اور اُن کے دوسرے ہم خیال اصحاب یہی واویلا کیا کرتے تھے کہ قرآن شریف شاہد ہے کہ بائبل کی تحریف و تنسیخ ہو چکی ہے وہ ہرگز قابل عمل نہیں ہے۔نئے ترجمے کے بعد بھی وہی پرانا اعتراض ہے کہ بائبل کی تحریف و تنسیخ ہو چکی ہے۔کیونکہ اس پر قرآن شریف گواہی دیتا ہے۔بتاؤ کے احمدی اصحاب نے اور دیگر بدگمان برادرانِ اسلام نے خود کیا تحقیق کی؟اُن کے نزدیک تو بائبل کی تحریف و تنسیخ کی سند صرف قرآن شریف ہی ہے اور تو کچھ نہیں ہے۔

اگر قرآن شریف سے احمدیوں کے ہاتھ بائبل کی تحریف کے ثبوت میں کچھ لگا ہے تو صرف بائبل کی وہ آیات ہیں جو عیسائی علمأ نے بائبل سے اس وجہ سے نکال ڈالی ہیں کہ وہ اُن کی تحقیق میں بائبل کے متن کا جزو ثابت نہیں ہو سکیں۔اب اگر احمدی اصحاب نے بائبل سے خارج شدہ عبارتوں کو بائبل کی تحریف کا ثبوت بنانا ہے،تو وہ پہلے ان آیات کی بابت ثابت کریں کہ یہ آیات بائبل کے قدیم ترین نسخوں کا جزو ہیں۔تب اُن پر اپنے دعویٰ کی بنا رکھیں۔پر یہ توفیق کسے ہے؟اس وجہ سے احمدی اصحاب نے اپنے دعوے کی بِنا قرآن شریف پر ڈالی ہے۔آیاتِ زیر بحث کی بابت اُن کا شور وشغب محض لاعلموں کو بائبل کی نسبت بدگمان کرنے کی غرض سے ہے۔ورنہ اُن کے دعوے کا ثبوت محض قرآن شریف ہی ہے۔

یہ بات حیرت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی کہ قرآن شریف نے اسلام کے اصول چار کتابیں بتائی ہیں،یعنی توریت،زبور،انجیل اور قرآن شریف۔لیکن بائبل کی تحریف کے مدعی پہلی تین کتابوں کے ایمان و عمل کا صفائی سے انکار کرکے اور ان پر تحریف و تنسیخ کا الزام دے کر بھی مسلم کہلانے کے مدعی بن رہے ہیں۔اس پر طرہ(انوکھا) یہ بھی ہے کہ اُن کے نزدیک گویا اسلام کی مسلمانی ہی اس بات میں ہے کہ دینِ اسلام کی جملہ مسلمہ کُتب کے ایمان و عمل سے انکار کیا جائے۔جن اصحاب کا اسلام و مسلمانی ہی انہیں معانی کی ہو تو اُن سے حق پسندی کی امید رکھنا ہی عبث و بے فائدہ نہیں تو کیا ہے؟

دسویں فصل

اگر یہودی اور عیسائی تحریف کے مرتکب ہوئے تو اُن کی تحریف کی حکایت بھی سُن لو

عنوان مذکورہ کو پڑھ کر تمام عیسائی تو ہمارے سر ہو جائیں گے پر ہم عیسائیوں کو بافضل خدا سمجھالیں گے، کہ تھوڑی دیر صبر کر کے ہمارے مسلمہ مذکور کے معانی و مطالب سمجھ کر ہم سے بگڑنا۔اس مسلمہ سے ہم احمدی اصحاب کی ہمیشہ کے لئے تحریف بائبل کی بابت تسلی کر دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ عیسائیوں کے مقابل تحریفِ بائبل کے مسئلہ کو پیش کرنا بھول جائیں۔

عنوانِ بالا میں ہم نے فراخ دلی سے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ بقول احمد اصحاب یہودی اور عیسائی بائبل کی تحریف کرنے کے ضرور مرتکب ہوئے ہیں۔یعنی یہودیوں اور عیسائیوں نے بائبل کے بزرگوں کے قصص و بیانات پر ضرور اضافے کیے ہیں۔مگر یہ اضافے کبھی یہودی اور مسیحی بائبل کے جزو نہیں بنائے گئے اور نہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اُنہیں اپنی بائبل کا جزو تسلیم کیا ہے۔وہ قصص و روایات کتابی صورتوں میں بائبل اور اُس کے صحائف سے جدا ہی شائع ہوتی آئی ہیں۔یہودی اور عیسائی اُنہیں اُسی نگاہ سے دیکھتے رہے جس نگاہ سے مسلمان احادیث کو دیکھتے آئے ہیں۔ریفارمیشن کے زمانہ تک عوام کی ہدایت کے لئے عموماً یہی قصص اور روایات کی کتابیں زیادہ کام میں آتی تھیں۔مگر یہودیوں اور عیسائیوں کی بائبل اعلیٰ طبق کے علماء کی حفاظت میں محدود تھیں وہ تبدیلی و تحریف سے محفوظ چلی آتی تھی۔عوام اس بائبل مقدس کی صورت و شکل سے آشنا نہ تھے۔پس گو یہودیوں اور عیسائیوں نے بائبل مقدس کے قصص و روایات پر عجیب و غریب عوام کی تعلیم کے لئے اضافے کیے مگر وہ اضافے بائبل مقدس میں کبھی راہ نہیں پا سکے۔عیسائی اُنہیں اپاکریفل لٹریچر کے نام سے یاد کرتے آئے ہیں۔پس اسی اعتبار سے ہم نے یہودیوں اور عیسائیوں کا بائبل کی تحریف کا الزام دیا ہے۔ورنہ یہودی اور عیسائی اور کسی اعتبار سے بائبل کی تحریف کے الزام کے ملزم قرار نہیں پائے ہیں۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی روایات کی کتابیں

روایات مذکورہ بالا کی کتابوں سے مراد وہ کتابیں ہیں جو بائبل کے مسلمہ نوشتوں کے سوا بائبل کے انبیا اور مرسلین کے نام پر لکھی اور شائع کی گئی تھیں۔اُن میں بعض نوشتے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو قابلِ اعتبار تو تھے مگر کسی نہ کسی وجہ سے وہ بائبل کے صحائف کے مجموعہ میں جگہ نہ پا سکے۔ان میں بعض روایات درست ہو سکتی ہیں۔مگر زیادہ تر حصہ موضوع روایات کا جمع کیا گیا ہے۔ان میں اکثر کتابیں جعلی ہیں جسے مصنفوں نے صرف یہودی اور مسیحی مذہب کی عام اشاعت کے لئے بائبل کے انبیاء اور مرسلین کے نام سے لکھا تھا۔ایسی موضوعہ تحریرات کا علم کسی زمانہ میں عام تھا۔مگر طبقِ اعلیٰ کے

علماء کی عدم توجہی سے یہ تمام کتابیں ایک زمانہ تک اہلِ علم کی نظروں سے غائب رہیں۔اُنیسویں صدی کی جدید تحقیقات سے وہ پھر اہلِ علم کی آگاہی میں آئی ہیں،جو آگے کو بالکل محفوظ ہو گئی ہیں۔ان میں بہت سی ہمارے پاس موجود ہیں۔باقی کے صرف نام ہی نام ہیں جنکی فہرست ذیل میں درج ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی کُتب موضوعہ کی فہرست

اوّل:۔

(۱)عزراہ کی کتاب (۲) عزرا کی دوسری کتاب (۳) توبیت (۴) یودیت (۵) آستر کی کتاب کا باقی حصہ (۶) حکمت کی کتاب (۷)یشوع بن سیرخ کی کتاب (۸) باروخ کی کتاب(۹) تین نوجوانوں کا گیت (۱۰)سوسن کی تاریخ(۱۱) بیل اور اژدہا کا قصہ (۱۲)منسی کی دُعا(۱۳)مکابیوں کی پہلی کتاب(۱۴)مکابیوں کی دوسری کتاب۔

دوم:۔

مثلاً(۱) باروخ کا مکاشفہ (۲) حنوک کی کتاب(۳)یسعیاہ کا معراج(۴)جبلی کی کتاب (۵)موسیٰ کا معراج(۶)یعقوب کے بارہ بیٹوں کا عہد نامہ (۷) سلیمان کے زبور (۸) سبلائن کا الہامی کلام (۹) مکابیوں کی تیسری کتاب (۱۰) مکابیوں کی چوتھی کتاب (۱۱) کتابِ تشبیہات (۱۲)آدم کا مکاشفہ (۱۳)ابرہام کا مکاشفہ (۱۴)موسیٰ کا مکاشفہ (۱۵)ایلیاہ کا مکاشفہ (۱۶)صفنیاہ کا مکاشفہ وغیرہ

سوم:۔

اس کے علاوہ جدید تحقیقات نے نئے عہد نامہ کے اپاکریفل لٹریچر کو بھی پردہ گمنانی سے بلکہ قبضہ فنا سے بچا کر پھر شہرت دے دی ہے۔جس سے عام طور سے مسیحی دنیا بے خبر چلی آتی تھی۔اُن کُتب میں کثیر کتابیں شامل ہیں۔جن میں سے مشہور کتابوں فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔جن میں سے اکثروں کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔اقوالِ المسیح	متی۔مطالعہ علم الٰہی جلد ۶ صفحہ ۶۸۸ جلد ۷ صفحہ ۵۴۶ غیر منقول اقوال۔انسائیکلو پیڈیا جلد ۱ صفحہ ۷۹۰ تاریخِ کلیسیا۔
۲۔انجیل متی عبری	انسائیکلوپیڈیا جلد ۱ صفحہ ۷۹۰ غیر منقول اقوال۔ مطالعہ علمِ الٰہی جلد ۶ صفحہ ۳۵۶ انٹرڈوکلشن۔

۳۔ مصریوں کی انجیل	علمِ الٰہی جلد ۵ صفحہ ۳۹۰ و صفحہ ۴۰۹ غیر منقول اقوال صفحہ ۴۱۔ انٹرو ڈکشن ۱۳۰۔
۴۔ انجیل ِپطرس	علمِ الٰہی جلد۲ صفحہ ۳ پطرس کی انجیل۔
۵۔ برنباس کی انجیل	قدیم و جدید۔ انسائیکلو پیڈیا جلد ۱ صفحہ ۹۰۷۔
۶۔انجیل ِبرتھولما	(ایضاً)
۷۔ انجیل ٹامس	تاریخ کلیسیا صفحہ ۹۰۔ ۹۴
۸۔ انجیل مقدم یعقوب	تاریخ کلیسیا صفحہ ۹۰۔ ۹۴
۹۔انجیل طفولیت مسیح	تاریخ کلیسیا صفحہ ۹۰۔ ۹۴
۱۰۔انجیل نیکُدیمس	تاریخ کلیسیا صفحہ ۹۰۔ ۹۴
۱۱۔ انجیل یوحنا ثانی	علمِ الٰہی جلد ۵ صفحہ ۴۱۰
۱۲۔انجیل مریم	انسائیکلو پیڈیا جلد ۱ صفحہ ۹۰۷
۱۳۔ انجیل بارہ رسولاں	علمِ الٰہی جلد ۶ صفحہ ۴۶۶؛ جلد ۳ صفحہ ۵۹؛ جلد ۶ صفحہ ۵۸۵
۱۴۔ بارہ رسولوں کی تعلیم	علم ِالٰہی جلد ۳ صفحہ ۳۶۳؛ علم ِالٰہی جلد ۶ صفحہ ۵۷۷؛ صفحہ ۱۰۷ صفحہ ۴۱۱؛ جلد ۵ صفحہ ۵۷۹ علم ِالٰہی جلد ۷ صفحہ ۵۴۶ رسولی بزرگ
۱۵۔بارہ رسولوں کی تاریخ	علم ِالٰہی جلد ۳ صفحہ ۳۸۶
۱۶۔رسولوں کا عقیدہ	علم ِالٰہی جلد ۱ صفحہ ۳
۱۷۔رسولوں کے قواعد	انسائیکلو پیڈیا جلد ۱ صفحہ ۵۶
۱۸۔رسولوں کے قوانین	انسائیکلو پیڈیا جلد ۱ صفحہ ۵۶
۱۹۔رسولوں آداب ِنماز	انسا ئیکلو پیڈیا صفحہ ۸۸ ؛ صفحہ ۲۴۷
اعمال الرسل	
۲۰۔ پطرس کے اعمال	انسائیکلو پیڈیا جلد(۱)

۲۱۔ پطرس کی تعلیم	انسائیکلو پیڈیا جلد(۱)
۲۲۔ پطرس کی منادی	انسائیکلو پیڈیا جلد(۱)
۲۳۔اعمال پولُس اور تھیکلا	انسائیکلو پیڈیا جلد(۱)
۲۴۔ اعمال پولُس	علمِ الٰہی جلد ٦ صفحہ۵۴۹
۲۵۔اعمال پولُس اور طیطس	علمِ الٰہی جلد٦ صفحہ ۲۴۴
۲٦۔ پولُس کی منادی	علمِ الٰہی جلد۵صفحہ۲۹۲؛جلد ٦ صفحہ ۱۳۵؛۵۴۹ صفحہ ۴۱۴
۲۷۔ اعمال یوحنا اور اندریاس	علمِ الٰہی جلد۵صفحہ۲۹۲؛جلد ٦ صفحہ ۱۳۵؛۵۴۹ صفحہ ۴۱۴
۲۸۔ اعمال پولُس اور پطرس	علمِ الٰہی جلد۵صفحہ۲۹۲؛جلد ٦ صفحہ ۱۳۵؛۵۴۹ صفحہ ۴۱۴
۲۹۔ اعمال یوحنا اور پطرس	علمِ الٰہی جلد۵صفحہ۲۹۲؛جلد ٦ صفحہ ۱۳۵؛۵۴۹ صفحہ ۴۱۴
۳۰۔ پطرس کی منادی	اعمال اورمکاشفہ علمِ الٰہی جلد۵صفحہ۲۹۲؛جلد ٦ صفحہ ۱۳۵؛۵۴۹ صفحہ ۴۱۴
۳۱۔ رسولوں کےاعمال	تاریخ کلیسیا صفحہ ۹٦
۳۲۔ برنباس کے اعمال	تاریخ کلیسیا صفحہ ۹٦
۳۳۔فیلوس کے اعمال	تاریخ کلیسیا صفحہ ۹٦
۳۴۔ اعمال اندریاس اور متی	تاریخ کلیسیا صفحہ ۹٦
۳۵۔ اعمال تدی	تاریخ کلیسیا صفحہ ۹٦
۳٦۔ اعمال یہوداہ اور ٹامس	علمِ الٰہی جلد ۱ صفحہ ۳؛ صفحہ ۱۴۹ ؛صفحہ ۲۸۰ ؛۷ صفحہ ٦۰۳
۳۷۔ اعمال تھوما	علمِ الٰہی جلد ۵ صفحہ ۲۹۲
مکاشفات	
۳۸۔ مکاشفہ برتھولما	علمِ الٰہی جلد صفحہ ۵۷۷
۳۹۔ دوسرا مکاشفہ یوحنا	تاریخِ کلیسیا صفحہ ۹
۴۰۔ پولُس کا مکاشفہ	تاریخِ کلیسیا صفحہ ۹

https://noor-ul-huda.net/

۴۱۔ پطرس کا مکاشفہ	انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۶۲۸
۴۲۔ ٹامس کا مکاشفہ	انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۶۲۸
۴۳۔ خداوند کا عہد نامہ	علمِ الٰہی جلد ۲ صفحہ ۴۰۱
خطوط	
۴۴۔ برنباس کا خط	انسائیکلوپیڈیا جلد ۱ صفحہ ۵۶
۴۵۔ پولُس رسول کا خط	انسائیکلوپیڈیا جلد ۱ صفحہ ۵۶
۴۶۔ پطرس کے دو خط یعقوب کے نام	سائیکلوپیڈیا جلد ۱ صفحہ ۵۶
۴۷۔ نیاکاپٹک اپاکرفا	علمِ الٰہی جلد ۶ صفحہ ۷۷۵جلد ۷ صفحہ ۶۳۳؛ صفحہ ۵۴۶ ؛جلد ۶ صفحہ ۶۱۸
۴۸۔رسولی بزرگ	
۴۹۔ کلیمنٹ رومی کی تحریرات	برنباس کا خط۔ علمِ الٰہی جلد ۳ صفحہ ۴۱
اگناشئیس کی تحریرات	ہرمس کا چوپان علمِ الٰہی جلد ۳ صفحہ ۴۱
پالیکارب کی تحریر	پاپیاس علمِ الٰہی جلد ۳ صفحہ ۴۱

کُتب موضوعہ مذکور کا زمانہ

جن کُتبِ موضوعہ کی فہرست اوپر لکھی گئی ہے وہ حضرت ملاکی نبی کے بعد سے لیکر چوتھی صدی عیسوی کے درمیان لکھی گئی ہیں۔ان میں سے بعض کُتب تو حضرت ملاکی نبی کے زمانہ سے بھی پیشتر کی ہیں جن کے معتبر و مستند ہونے پر زمانہ حال کے علمأ اتفاق کر چکے ہیں۔اور ایسے ہی بعض مسیحی کُتب موضوعہ میں ایسی کتب شامل ہیں جن کو علماء نے نہایت قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مگر یہ سب کتابیں بائبل مقدس سے جدا اپنی ہستی رکھتی ہیں اور اس وجہ سے لکھی گئی تھیں کہ کتب مقدسہ کے مذہب و مطلب کو عوام اور غیر اقوام تک پہنچائیں۔زمانہ مذکور میں یہودی اور عیسائی کتب مقدسہ کو نہایت قیمتی اور پاک خیال کرکے اسے عوام وغیر اقوام کو دیتے نہ تھے۔ تو بھی عوام اور غیر اقوام کی ہدایت کتب موضوعہ مذکور کے وسیلے سے کیا کرتے تھے۔ جن

میں کتب مقدسہ کے مطالب کے ساتھ عوام پسند بیانات داخل کر کے اپنے اپنے مذہب کی اشاعت کیا کرتے تھے۔ مگر کتب مقدسہ ویسی کی ویسی رہتی تھیں۔ ان میں تغیّر و تبدل راہ نہ پاتا تھا۔

ہمارے زمانہ میں کتبِ موضوعہ کا فائدہ

یہودی اور مسیحی مذہب کی کتبِ موضوعہ کا ہمارے زمانہ میں یہ فائدہ ہوا ہے کہ یہ تمام کتابیں یہودیوں اور عیسائیوں کی مسلمہ بائبل کے متن کے تواتر کی، بائبل کے مصنفوں کی ہستی کی، اُن کے زمانوں کی، بائبل کی کتابوں کے تاریخی واقعات کی، زمانہ مذکور کے عام یہودی اور مسیحی لوگوں کے مذہب و عقائد کی، نئے عہد نامہ کے مصنفوں کی علمی و اخلاقی اور مذہبی و اعتقادی معلومات کی، نئے عہد نامہ کے کتابوں کے بیان و مطالب کی ایسی زبردست شہادت و گواہی ہیں کہ جس کا بیان اس اختصار میں نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پس اگر بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی مسلمہ بائبل کے نوشتوں کو تبدیل کیا تو اُن کی تبدیلی کے یہی معنی ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس سے زیادہ کا انہیں الزام دینا ہرگز حق کا اظہار نہیں ہو سکتا ہے۔

بائبل مقدس کے نوشتوں پر اعلیٰ تنقید اور اس کے نتائج

ہم برادرانِ اسلام اور عام مسیحیوں کو یہ بات بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ مسیحی علماء نے بائبل مقدس کے نوشتوں کی بھی چھان بین کی ہے۔ ہر ایک صفحہ بائبل کے متن کے لفظ لفظ کی تحقیق کی ہے۔ اُس کے مصنفوں کی بابت، اس کے زمانہ کی بابت، اس پیشتر اور بعد کے زمانہ کی نسبت اس صحیفہ کے تواتر کی بابت انتہائی کوشش سے کام لیا گیا ہے۔ موافق و مخالف اسباب و دلائل کو مرتکب کیا گیا ہے۔ ان سے موافق و مخالف نتائج پیدا کر کے روبرو رکھے ہیں۔ جن سے آخری نتیجہ یہ پیدا ہوا ہے کہ موجودہ بائبل کے کل صحائف اصل اور قابل اعتبار ہیں۔ مگر اُس کے ساتھ ہی بائبل کے بعض صحائف کے زمان و مکان کی بابت، ان کے بعض مصنفوں کی بابت، علمائے بائبل میں اختلاف رائے بھی ہوا ہے۔ جن پر ہنوز بحث و تمحیص (جانچ) جاری ہے۔ ہر ایک رائے کے علماء اپنی اپنی رائے کے خلاف و موافق تحقیق و تلاش میں مصروفِ کار ہیں۔ پر یہ معاملہ عیسائیوں کی جانچ کا ہے۔ اسے مسلمانوں کی تحریف کے الزام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عیسائی اپنے دین کے اصول کی تحقیقات اپنے فائدے کے لئے کر رہے ہیں۔ اگر وہ اپنی تحقیقات کی بنیاد پر بائبل کو ترک بھی کر دیں تو وہ کر سکتے ہیں۔ عیسائی علماء کی نہ تو مسلم دنیا مقلد (مرید) و پیرو ہے نہ ان کی تحقیقات کے برے بھلے نتائج کی مقلد ہے۔ نہ مسلم دنیا نے تحریف کا الزام عیسائیوں کو عیسائی علماء کی تحقیقات کی بنا پر دیا ہے۔ لہٰذا عیسائی علماء کی تحقیقات کے جملہ نتائج کا اس الزام سے جو مسلمان عیسائی علما کو دیتے ہیں ہرگز کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لہٰذا بائبل اور عیسائیوں کا معاملہ یہاں پر ختم ہے۔ اس پر زیادہ لکھنا فضول ہے۔ عیسائی اپنی بائبل کے نسبت تحقیقات کرتے رہیں یا نہ کریں یہ ان کی اپنی مرضی ہے اس کا احمدیت سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

یہودی اور مسیحی کتبِ موضوعہ اور قرآنِ عربی

ہم برادرانِ اسلام کے اس طعن کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دینا چاہتے ہیں کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنی کتاب مقدس کو بدل ڈالا ہے یا اسے تحریف کر دیا ہے۔ اگر ہمارے بھائی اس لاعلمی کے اعتراض کو نہیں چھوڑ سکتے تو عیسائی صاحبان انہیں یہ آخری جواب دینے کے لئے مجبور ہیں، کہ حضرات اگر یہ کام کسی نے کیا بھی ہو تو وہ عرب کے فرزند اعظم حضرت محمد ہی نے کیا ہے۔ انہوں نے بائبل کے قصص و روایات کو جس صورت و شکل میں تبدیل کیا ہے وہ صورت و شکل خود مروجہ قرآن عربی میں موجود ہے۔

مزید برآں مروجہ قرآن عربی اگر وہی قرآن عربی ہو جو حضرت محمد نے اپنی زندگی میں پایا اور عربوں کو سنایا تو اس سے بڑھ چڑھ کے تعجب خیز امر کیا ہو سکتا ہے کہ مروجہ قرآن میں یہودیوں اور عیسائیوں کی کتبِ موضوعہ کی روایات کو کلام خدا کی عزت و تعظیم دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو ینابیع الاسلام۔ اسکے ساتھ ہی یہودیوں اور عیسائیوں کی مستند بائبل کی جسے عام طور سے محرف اور ناقابل اعتبار ظاہر کیا جاتا ہے، وہ تعریف و توصیف کی گئی ہے جس کی مثال صرف عیسائی لٹریچر ہی میں مل سکتی ہے۔ جو کچھ ہم نے ابھی کہا ہے وہ کسی دیوانہ کی بات خیال نہ کیا جائے ہم نے یہ بات یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب موضوعہ اور قرآن شریف کا مقابلہ کرنے کے بعد کہی ہے۔ جس کا ثبوت دینا ہمارا ذمہ ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

دوسرا باب

ہم بائبل کو کیوں مانتے ہیں؟

دنیا میں کثیر مذہبی کتابیں موجود ہیں۔ وہ بڑی قوموں کے مذاہب وعقائد کی بنیاد ہیں۔ ہمیں اگر ان کا کامل علم نہ ہو تو بھی ہمیں ان کا کم از کم اسی قدر علم ہے جس قدر بائبل کا ہے۔ ان میں بعض کتابوں میں ایک حد تک مفید باتیں اور سچائیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ پھر ہم کس وجہ سے بائبل کو ہی مانتے اور دیگر کتب مذہبی کو اپنا رہبر ور ہنما تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ اس کی بابت نہایت اختصار کے ساتھ گزارش باب ہذا میں پیش کیا چاہتے ہیں۔ اس گزارش میں دیگر کتب مذہبی کو نہ ماننے کی تو ایک دو باتوں میں وجہ بیان کریں گے۔ مگر بائبل کو ماننے کے وجوہات کسی قدر مفصل عرض کرتے ہیں۔

پہلی فصل

بائبل کو دیگر کتب مذہبی پر کس بات میں فوقیت ہے

ہم یہاں پر بائبل اس فوقیت کا جو اسے دیگر مذہبی کتب پر حاصل ہے۔ محض طوالت کے خوف سے مفصل بیان نہیں کر سکتے نہ دیگر کتب مذہبی کی خامیوں اور کمیوں کا مشرح ذکر کر سکتے ہیں۔ دیگر مذاہب کی کتابوں کی ایک خامی اور کمی یہ ہے، کہ وہ کتابیں انہیں بزرگوں کی ہیں جن کی طرف وہ منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ ان کی زندگی کے حالات واقوالات (قول کی جمع) پر ختم ہیں۔ ان کے سوا ان میں کسی مومن ومعتقد کا ان میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ نہ وہ عوام کی ملکیت ہیں۔ نہ ان کی زبانیں عوام کی زبانیں ہیں۔ مگر بائبل ایک قوم کے عوام سے لے کر خاص کی خصلت وسیرت کی ترقی وزوال کے اسباب کا ایک ایسا نقشہ وخاکہ ہے جس کے حکم واحکام اور واقعات وسوانح کے ہر ایک بشر کی روز مرہ کی رفتار خواہ کسی درجہ ولیاقت کا شخص ہو گہرا تعلق ہے۔ وہ ہر ایک بشر اور ہر ایک درجہ ولیاقت کے انسان کی اس وجہ سے کتاب ہے کہ اس میں ہر ایک درجہ ولیاقت کے انسان کی نیک وبد خصلت کا خاکہ مل سکتا ہے اور ہر ایک درجہ کی نیک خصلت وسیرت خواہ کسی درجہ ولیاقت کے انسان کی ہو گھٹانے۔ اصلاح پر لانے کا اس میں بکثرت سامان ملتا ہے۔ اس وجہ سے ہم بائبل کو ماننے کے لئے مجبور ہیں۔

دیگر مذاہب کی کتب دینی انسان کے لئے پینل کوڈ کی ہم معنی ہیں۔ ان میں ایشور دیوتاؤں اور خدا کے نام سے انسان کے لئے صرف ضابطہ فوجداری اور دیوانی (وہ عدالت جس میں زر، جائیداد اور قرضہ وغیرہ کے مقدمات کی سماعت ہو) مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے ہر ایک فعل کی تکمیل پر اسے نیک وبد قرار دے کر سزا وجزا تجویز کی گئی ہے۔ اس پینل کوڈ کی جملہ اقسام میں انسان کو نیک کردار فرض کر لیا گیا ہے اور انسانی زندگی کے جملہ مصائب اور خوشیوں کو اس کے نیک وبد اعمال کا ثمرہ قرار دے لیا گیا ہے۔ خدا کو اور دیوتاؤں کو محض ایک مقنن (قانون بنانے والا) ومنصف کی حیثیت دی ہے۔ جو

https://noor-ul-huda.net/

انسان کی خوشامد اور چاپلوسی سے انسان کی بدکاریاں اور بداعمالیاں بخشنے یا نہ بخشنے والے دکھائے گئے ہیں۔ پر اس قسم کی جملہ کتب مذہبی کو انسان کی زندگی کی اندرونی اصلاح سے کوئی رشتہ یا تعلق نہیں دکھایا گیا۔

انسانی زندگی جس دم سے زمین پر رونما ہوتی ہے اس وقت سے اس کی موت کے دن تک ہزارہا ہزار مختلف و متضاد حالتوں میں سے اس کا گزر ہوتا ہے۔ ہزارہا ہزار دل شکن حادثات وواقعات سے اس کا واسطہ پڑتا ہے۔ مختلف مزاج وطبیعت کے ہزارہا ہزار انسانوں سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ ہزارہا ہزار دکھ بیماریوں سے اس کا رشتہ ہوتا ہے۔ ہزارہا اقسام کی نفع ونقصان اس کی زندگی سے متعلق ہوتے ہیں۔ ہزارہا اقسام کے خوشی ورنج کے مواقع درپیش آتے رہتے ہیں۔ ہزارہا قسم کی تکالیف وراحتیں اسے ملتی ہیں۔ ہزارہا اقسام کی ناامیدیاں اور مایوسیاں انسانی زندگی کا پیچھا کرتی ہیں۔ انسان کی زندگی کی راہ پر ہزارہا اقسام کی ہولناک اور تباہ کن گمراہیاں آملتی ہیں۔ جہاں زندگی کی راہ کا مسافر انسان دانستہ یا نادانستہ ان میں مبتلا ہو کر ہلاک وتباہ ہونے کے خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ حواسِ خمسہ (پانچ حواس دیکھنا، سننا، سونگھنا، چکھنا اور چھونے کی پانچ قوتیں) اُس کی رہبری کرنے سے رہ جاتے ہیں۔ عقل وفکر بیکار رہ جاتی ہے۔ حیرت ہے کہ مذاہب کی کثیر کتب میں انسانی زندگی کی ان تمام حالتوں سے کوئی رشتہ ہی نہیں دکھا گیا۔ وہ انسانی زندگی کے طرزِ عمل میں کسی انسان کی تل برابر رہنمائی نہیں کرتی ہیں۔ وہ انسان پر مختلف عقائد وفرائض کے بوجھ لادنے والی ہیں۔ پر اس کی زندگی کے سفر اور زندگی کی مشکلات اور سہولتوں میں مطلق اعانت نہیں کرتی ہیں۔

مگر بائبل مقدس دیگر کتبِ مذہبی جیسی کتاب نہیں ہے جو غریب انسانوں پر عقائد وفرائض کے اور انسان کے ہر ایک فعل کی سزا وجزا کے بوجھ لاد کر اس سے ایسی کنارے ہو جائے کہ گویا اسے انسان کی زندگی سے اور اسکے طرزِ عملی سے اور اس کے رنج وراحت سے اور اس کی تعلیم وتربیت سے سروکار ہی نہیں ہے۔ بلکہ مذہبی کتابوں میں صرف بائبل مقدس ہی ایک کتاب ہے جسے انسان کی زندگی کی ہر ایک حالت میں اس کا رہبر اور رہنما ہونے کا دعویٰ ہے۔ مثال کے طور پر ہم ڈاکٹر آر بسن صاحب کے نوٹ کو ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس سے ہمارا مقصد ومدعا بخوبی روشن ہو جائے گا۔ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ

"اگر تم سخت رنج وغم میں مبتلا ہو تو یوحنا کی انجیل کے (۱۴) باب کو پڑھو۔

اگر کسی گناہ کا بوجھ ستاتا ہو تو زبور (۵۱) کو پڑھو۔

جب تم فکر مند ہو تو متی (۶: ۱۹۔۳۴) کو پڑھو۔

جب تم کسی آفت ووبا کے خوف میں ہو تو زبور (۹۱) کو پڑھا کرو۔

جب تم پست ہمت ہو جاؤ تو زبور (۶۰) کی تلاوت کیا کرو۔

جب تم پر خارجی دباؤ پڑے تو زبور (۳۴) پڑھا کرو۔

جب تم سخت خوف میں مبتلا ہو جاؤ تو زبور (۲۳) پڑھا کرو۔

جب تم گھر چھوڑ کر سفر میں جاؤ تو زبور (۱۲۱) پڑھا کرو۔

جب تم اپنی برکات کو فراموش کر بیٹھو زبور (۱۰۳) پڑھا کرو۔

جب تمہیں ایمان کی تقویت درکار ہو تو عبرانیوں کے نام کا خط اس کا (۱۱ باب) کو پڑھا کرو۔

جب تمہارا دل کسی کی دشمنی میں کڑوا ہوتا نظر آئے تو (۱۔کرنتھیوں ۱۳ باب) کو پڑھا کرو۔

جب امن و سلامتی کی تمنا ہو تو متی کی انجیل کے پانچویں باب کو پڑھو۔

جب تم مذہب کی اصلیت سمجھنا چاہو تو یوحنا کی انجیل کے (۱:۱۹۔۲۷) تک پڑھ۔

اگر تم سچے عیسائی کو جاننا چاہو تو متی کی انجیل کے (۵) ویں باب کو پڑھو۔

مندرجہ صدر امثال محض اس بات کا نمونہ ہیں کہ بائبل میں انسانی زندگی کے لئے، اس کی ہر ایک حالت کے لئے، اس کی زندگی کی اصلاح کے لئے اس قدر قیمتی اور غیر فانی اسباب موجود ہیں، کہ جس کا کروڑواں حصہ دنیا کی تمام مذاہب کی کتابوں میں نہیں مل سکتا ہے۔اسی وجہ سے بائبل کی بابت یہ بات یقین کی جاتی ہے کہ صرف بائبل ہی انسانی زندگی کا حقیقی و اصلی رہبر ہے۔انسانی زندگی کے تمام سفر میں اور اُس کی تمام حالتوں میں بائبل کے سوا کوئی کتاب نہیں جو انسانی ضرورت کو پورا کرے۔

دوسری فصل

بائبل نظام عالم کے معانی و مطالب کا مجموعہ ہے

بائبل انسان کی زندگی کی حالتوں میں محض مشیر ہی نہیں ہے بلکہ صداقتوں کا ایسا بیش قیمت خزانہ ہے جو کبھی ضائع ہونے والا نہیں ہے، کم ہونے والا نہیں، جس میں جملہ مذہبی، اخلاقی، ذہنی، روحانی، علمی، مجلسی، تاریخی، اعتقادی و عملی صداقتوں کی کانیں موجود ہیں۔ مثلاً

۱۔ غور کرو کہ بائبل میں کس قدر وسیع و اعلیٰ اور انسانی عقل و فکر سے بلند و بالا الٰہی تصور پایا جاتا ہے۔ خدا کی وحدانیت کا اعتقاد کیسا مکمل اور پاک ہے۔ اس سے کس قدر بائبل کا متن وابستہ ہے۔ اس کی ذات و شخصیت، اس کی صفات کا بیان کیسا پاک و مقدس بیان ہے۔ بائبل کے بیان میں خدا کی

وحدانیت وشخصیت اس کی صفات اوراس کے کام اس کے تمام متن کی شان اوراس کا حیرت خیز جلال ہے۔ جس کے بیان سے طالبِ حق کی سیری ہو جاتی ہے۔

بائبل میں خدا کی وحدانیت کا بیان اپنے آپ میں یہ کمالیت رکھتا ہوا دکھا یا گیا ہے کہ اس میں خدا کی واحد ذات میں کثرت کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ جیسے باپ، بیٹا یا کلام اور روح القدس کے پاک اسماء سے ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ کثرت کسی غیر ذات خدا کو ذاتِ الوہیت میں داخل کرنے سے نہیں بنائی گئی۔ بلکہ ذاتِ الٰہی کی وحدت میں ہی اس کا امتیاز کیا گیا ہے۔ جملہ صفات الٰہی میں ہر سہ اقنوم مساوی مانے گئے ہیں۔ خدا کی وحدانیت کا یہ عقیدہ ایسا کامل اور جامع ومانع ہے کہ اس میں تین سے زیادہ الٰہی امتیاز قائم نہیں ہو سکتے اور نہ تین سے کم ہو سکتے ہیں۔ کامل توحید کا اعتقاد رکھنے کے لئے خدا کی واحد ذات میں باپ۔ بیٹا یا کلام۔ اور روح القدس کا امتیاز ماننا پڑتا ہے۔

بائبل میں جہاں جہاں خدا کے واحد ہونے کا ذکر آیا ہے وہ ذاتِ الٰہی کی وحدت پر دلالت کی غرض سے آیا ہے۔ اسماء باپ بیٹا یا کلام اور روح القدس کے سوا جس قدر اسماء الٰہی بائبل میں مذکور ہوئے ہیں وہ بالکل یہ ذاتِ الٰہی کے اسماء میں مثلاً الوہیم، یہوے، الشدائے وغیرہ اور اوصاف الٰہی کا اطلاق ہر سہ اقانیم پر یکساں طور سے ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بائبل نے صفاتِ الٰہی کو عین ذاتِ باری ظاہر کیا ہے۔

بائبل نے اسماء باپ، بیٹا یا کلام اور روح القدس کو خدا کی واحد ذات کی صفات قرار نہیں دیا بلکہ اسماء قرار دیا ہے۔ خدا کی واحد ذات کا نام "باپ" متکلم یا صاحبِ کلام ہونے کی وجہ سے ہے اور کسی وجہ سے نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ چشمہ کلام ہونے کے اعتبار سے باپ کہلائی ہے۔ جس سے کلام نفس کلام لفظی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ چونکہ خدا کی ذاتِ واحد ہمیشہ سے صاحبِ کلام ہے اس وجہ سے اس کا نام اسی وقت سے باپ ہے جب سے وہ متکلم ہے۔

بیٹا یا کلام صرف کلامِ خدا ہی کا نام ہے۔ وہ کلام و متکلم میں تقدم وتاخر (عمر یا رتبے میں کم ہونا) زمانی نہیں مانا جاتا ہے۔ کلامِ ربانی کی دو کیفیتیں بیان ہوئی ہیں۔ جن کو کلامِ نفسی اور کلام لفظی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کلامِ لفظی کلامِ نفسی کا اظہار ہے۔ چونکہ کلام اللہ خدا کی واحد ذات سے تولد شدہ حقیقت ہے۔ اس وجہ سے کلام اللہ کو بیٹا کہا گیا ہے۔ جو کلامِ نفسی ہو کر خدا کی واحد ذات میں خفی (پوشیدہ) رہتا اور کلامِ لفظی ہو کر مظہر اللہ اور مخلوقات کی پیدائش کا ذریعہ ہوا کرتا ہے۔ پس جیسا کہ باپ ازلی وابدی حقیقت ہے ویسا ہی بیٹا ازلی وابدی حقیقت ظاہر ہے۔

روح القدس خدا کی ذات کا تیسرا اقنوم یا تیسرا اسم ہے۔ جو خدا کی واحد ذات کے حیّ وزندہ ہونے کا مظہر ہے۔ بائبل مقدس نے جس واحد خدا کی تعلیم دی ہے۔ اُسے ہر گز مردہ خدا نہیں مانا ہے بلکہ زندہ خدا ظاہر وبیان کیا ہے۔ جیسے کلامِ خدا کی صفت نہیں ہے۔ ویسے ہی بائبل نے زندگی بھی خدا کی صفت تسلیم نہیں کی۔ کیونکہ کسی ہستی کی زندگی ہی تو اس ہستی کی جملہ صفات کا موصوف ہوا کرتی ہے۔ پس خدائی زندگی خدا ہی ہے تو اُس کی جملہ صفات کا وہی موصوف ہے۔ اسی زندگی کا مقدس اسم روح القدس ہے۔ پس روح القدس بھی ذاتِ الٰہی کا ایک اقنوم ظاہر ہے جو خدا کی طرح ازلی وابدی ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

خدا باپ، بیٹا اور روح القدس کا بیان مافوق پڑھ کر کون ایسا بے شعور ناظر ہو گا جو بائبل کی تعلیم مافوق سے تین خداؤں کے خیال کا وہم نکالے گا بلکہ باشعور ناظر بیان مافوق میں خدا کی وحدانیت کا ایسا اکمل تصور پائے گا کہ جس میں کمی وبیشی کو دخل ہی نہیں ہے۔ تمام بائبل کا متن انہیں معانی کی واحد خدا کی ذات وصفات اور اس کے کارہائے عظیم کی تعریف وتوصیف سے پُر ہے۔ بائبل مقدس کی توحید الٰہی اس کی قدر وقیمت کا سب سے بڑا خزانہ ہے جسے کوئی حق شناس وحق پسند انسان ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔

۲۔ بائبل کی قدر وقیمت کا باعث اس کی وہ تعلیم ہے جو اس نے مخلوقات کی تخلیق کی بابت دی ہے۔ بائبل میں آیا ہے کہ

ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ ساری چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں۔ الخ (جب کسی عبارت کا تھوڑا سا حصہ لکھ کر باقی کو بخوفِ طوالت نہیں لکھتے) (یوحنا ۱: ۱۔۵)۔

ابتدا میں خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا (پیدائش ۱: ۱)۔ خداوند کے کلام سے آسمان بنے اور اس کے سارے لشکر اُس کے منہ کے دم سے (زبور ۳۳: ۶ امثال ۸: ۲۲) مخلوقات کی پیدائش کی بابت جو صداقتِ بائبل کی آیات مافوق (بلندی، عقل سے بالا) میں آئی ہے۔ بائبل کے سوا کتب مذہبی اور فلسفہ اور سائنس میں اس کا عشر وعشیر (بہت تھوڑا، دسواں حصہ) مذکور نہیں ہے۔ جو لوگ مخلوقات کی تخلیق نیستی سے مانتے ہیں وہ بائبل کی تعلیم کے صریح (علانیہ) خلاف مانتے ہیں۔ خدا اور کلامِ خدا ہر گز نیستی قرار نہیں پا سکتے ہیں۔ بائبل مخلوقات کو خدا اور اس کے کلام سے جنم دیتی ہے۔ وہ ہر ایک مخلوق کو کلامِ اللہ کا ایک بامعنی لفظ ظاہر کرتی ہے۔ نظام عالم کو کتابِ اللہ بناتی ہے۔ اس اعتبار سے بائبل کی قدر وقیمت اس قدر بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے ہیں۔

۳۔ بائبل نے مخلوقات کی تخلیق کی ترتیب کا جو بیان کیا ہے۔ وہ بیان بائبل کی قدر وقیمت میں بے شمار صداقتوں کا اضافہ کرنے والا ہے (پیدائش ۱: ۲) سے آخر تک پڑھو۔ اس کا جواب کہیں نہیں مل سکتا ہے۔

۴۔ تخلیق انسانی کا بیان بائبل کی قدر وقیمت کو ہزار گنا زیادہ کرنے والا ہے جس کا مثنیٰ (ثانی) طبع انسانی تا حال پیدا نہیں کر سکی ہے۔ بائبل میں آیا ہے کہ "خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا۔ نر وناری اس کو پیدا کیا" (پیدائش ۱: ۲۷؛ ۹: ۶)۔

انسانیت خدا کی صورت اور اس کا عکس ونقش ہے۔ آدم وحوّا کو اس کے پہلے دو افراد پیدا کر کے بنی نوع انسان کی جو شرافت وفضیلت دوسری مخلوقات پر ظاہر فرمائی ہے۔ اس کی بائبل سے باہر کہاں مثال پیدا کر کے دکھائی جا سکتی ہے۔ یہاں پر صرف انسانیت ہی بائبل کا عظیم الشان الہام نہیں دکھایا گیا بلکہ انسانیت کا الوہیت کا عظیم الشان الہام بیان کیا گیا ہے اور افراد انسانی کو برزخ (دو مخالف چیزوں کے درمیان کی چیز، پردہ، وہ عالم جس میں مرنے کے بعد سے قیامت تک روحیں رہیں گی) انسانیت والوہیت ظاہر کیا گیا ہے۔ کیا بائبل کی اس صداقت کی قدر ومنزلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

جب بیان مافوق روبرو رکھ کر بائبل میں خدا کا آنا جانا، اُترنا چڑھنا، بیٹھنا اُٹھنا، چلنا، پھرنا، غصہ ہونا، خوش ہونا، سر رکھنا اور چہرہ رکھنا دکھائی دینا۔ پُشت اور ہاتھ پاؤں کا ذکر تذکرہ پڑھتے ہیں تو ان تمام باتوں سے انسانیت نما الوہیت کا ایسا دیدار کرتے ہیں۔ جیسا کہ خدا کی صورت و شکل میں صاحبِ صورت کا کیا جاسکتا ہے اور یہ تمام افعال کلام اللہ سے منسوب ہیں، جو کثیر معانی کے ساتھ انسانیت میں بس گیا اور افرادانسانی کی فطرت کے معانی بن گیا۔ کلامِ اللہ کے لئے یہ کل امور موزوں ہیں۔ فوٹو گرافر اور فونو گرافر نے انسان کی ظاہری صورت اور اُس کے کلام کی تصویر لے کر حقیقت مذکور کی اعلیٰ مثال قائم کردی ہے۔

۵۔ بائبل کی قابل قدر صداقت اگر انسانیت نما الوہیت ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کی یہ سچائی بھی نہایت قیمتی ہے کہ بائبل کی انسانیت الوہیت نما ہے۔ یہی انعام بائبل نے اسی وجہ سے ہر ایک بشر کو دیا ہے کہ وہ انسانیت نما ہو۔ اس کی انسانیت نمائی میں ہی الوہیت نمائی ہوسکتی ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ حضرت آدم وحوا بہت تھوڑے عرصہ تک انسانیت میں الوہیت نمائی کرسکے۔

۶۔ خدا کے تمام کام کی بابت بائبل کا قابل قدر یہ فیصلہ بھی ہے کہ جو ہوا وہی پھر ہوگا اور جو چیز بن چکی ہے وہی ہے جو بنائی جائے گی اور سورج کے نیچے کوئی چیز نئی نہیں۔ کیا کوئی چیز ایسی ہے جس کی بابت کہہ سکیں کہ دیکھو یہ تو نئی ہے۔ وہ سابق میں اُن زمانوں کے درمیان جو ہم سے آگے تھے موجود تھی۔ اگلی چیزوں کی یادگاری نہیں اور ان چیزوں ک جو آتی ہیں۔ ان لوگوں کے درمیان جو ان کے بعد ہوں گے۔ یاد نہ رہے گی (وعظ ۱: ۹۔ ۱۱)۔

مجھ کو یقین ہے کہ سب کچھ جو خدا کرتا ہے ہمیشہ کے لئے کرتا ہے۔ اس میں کوئی چیز بڑھائی نہیں جاسکتی اور نہ اس میں کوئی چیز گھٹائی جائے۔ (وعظ ۳: ۱۴) پھر لکھا ہے کہ

"کہ ایمان ہی سے معلوم کرتے ہیں کہ عالم خدا کے کہنے سے بنے ہیں۔ یہ نہیں کہ جو کچھ نظر آتا ہے ظاہری چیزوں سے بنا ہو" (عبرانیوں ۱۱: ۳)۔

۷۔ بائبل کی قدرومنزلت کو بڑھانے والا بیان گناہ کے متعلق بھی آیا ہے۔ جس کی بابت بائبل کا بیان ہے کہ گناہ نامی بلا خدا کی پاک خلقت پر بدنما دھبا ہے جو انسانی مخلوق ہے یا مخلوق کا مخلوق ہے۔ وہ خدا کی خلقت کا نہ جزو ہے نہ حصہ ہے، نہ خدا کے فعل سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ خدا نے آدم وحوا کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ آدم وحوا نے کسی اور مخلوق کی ترغیب سے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے گناہ کو چن لیا۔ الوہیت نما انسانیت کا روشن آئینہ اپنے ہاتھوں چکنا چور کرلیا۔ گناہ کا وقوع گناہ کی لعنتوں کے ساتھ اُن کی ہولناک میراث بن گیا۔ اُن کی انسانیت سے خالص الوہیت نمائی جاتی رہی۔ حضرت آدم وحوا کے گناہ کرنے کے بعد ان کی اولاد خدا کی صورت پر پیدا ہونے کی بجائے آدم کی صورت پر پیدا ہوتی رہی۔ انسانیت میں گناہ ووحشت نمائی آگئی۔ شکر کا مقام ہے کہ خدا نے اس پر بھی اس کی انسانیت کو فنا نہ ہونے دیا۔ گناہ اپنی لعنتوں کے ساتھ انسان کی انسانیت کو بالکل برباد نہ کرسکا۔ خدا نے ایک موعود کے وعدے کے ساتھ اسے بچالیا۔

https://noor-ul-huda.net/

پس بیان مافوق سے روشن ہے کہ گناہ نامی حقیقت کا علاقہ از روئے بائبل خدا کی ذی عقل مخلوق سے ہے۔اسی ذی عقل مخلوق کی آزادانہ مرضی سے اس کا جنم ہوا ہے۔اس وجہ سے وہی ذی عقل مخلوق اس کے تمام زیان (خسارہ) ونقصان کی جوابدہ اور ذمہ دار قرار پائی ہے۔خدا ہمیشہ سے گناہ کی تولید کا مزاحم رہا ہے۔پر انسانی فعل مختاری گناہ کو جنتی ہی رہی ہے۔جس کا نتیجہ ہر ایک گناہگار انسان کو دیکھنا پڑتا ہے۔بائبل گناہ نامی بلا کو انسان کا مرض متعدی قرار دیتی ہے جو انسان کی طبیعت ثانی بنا ہوا ہے۔وہ انسانیت پر غیر موزوں داغ تو ہے پر جزو انسانیت نہیں ہے۔

۸۔ حضرت آدم وحوا کے بعد بائبل اُن کی نسل میں ایک انسان ضرور دکھاتی ہے جو الوہیت نما انسانیت کے قابلِ تعظیم افراد تھے۔جنہوں نے اپنے زمانہ کے بنی آدم کے مقابل اعلیٰ انسانیت کے انسان ہونا ظاہر وثابت کیا۔انہوں نے انسانیت کی کھوئی ہوئی سچائی میں سے وہ تمام سچائی حاصل کی جو عہدِ قدیم کی موضوع ہے۔پر وہ قابل تعظیم ہستیاں جن کو نبی،رسول کہا گیا ہے انسانیت میں ایسے کامل نہ تھے جیسے یسوع مسیح کامل تھا۔اس کی انسانیت کی کیفیت انجیل میں دیکھی جائے۔

اس سے بڑھ چڑھ کر بائبل کی قدر وقیمت اس بات میں پائی جاتی ہے کہ اس میں حضرت آدم کے وقت سے لے کر یسوع مسیح کے زمانہ تک کی اقوام انسانی،ان کی جدوجہد،ان کا اقبال وزوال اور ان کے مشاہیر ورہبر اس کے اوراق میں زندہ نظر آتے ہیں۔بائبل کے وسیلے سے ہم ان سے کلام کر سکتے ہیں۔یہ وصف دنیا کی کسی دوسری کتاب میں پایا نہیں جاتا ہے۔

۹۔ بائبل میں ان علمی صداقتوں کے سوا جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔سائنٹیفک (تجرباتی) صداقتیں بھی کم نہیں ہیں۔جن کا لفظ لفظ بیش قیمت ہے۔ان میں سے بطور مثال ذیل کی چند صداقتیں بائبل کے الفاظ میں پیش کی جاتی ہیں۔جن سے دیگر مذہبی کتابیں محروم ہیں۔

(۱)۔ابتدا میں خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا(پیدائش ۱:۱؛امثال ۸:۲۵؛زبور ۹۰:۱۹۹؛ایوب ۹:۶)۔

(۲)۔چھ دنوں یازمانوں میں مخلوقات کی پیدائش کا سلسلہ ختم کرنا۔پیدائش پہلا باب

(۳)۔اس نے زمین کو اس کی بنیادوں پر بنایا کہ اسے کبھی ابدالآباد جنبش نہیں تو نے اسے گہراؤ سے ایسا ڈھانپا جیسے لباس سے اور پانی پہاڑوں کے اوپر کھڑے تھے (زبور ۱۰۴:۵۔۱۰؛پیدائش ۱:۲؛۴۲:۵)

تم تو ملکوم کے خیمہ اور کیوان کے بت جو تم نے اپنے لئے بنائے اُٹھائے پھرتے تھے (عاموس ۵:۲۶)۔

یہ سمندر کی پُرجوش موجیں ہیں جو اپنی بے شرمی کی جھاگ اچھالتی ہیں۔یہ وہ آوارہ گرد ستارے ہیں (یہوداہ آیت ۱۳)۔

https://noor-ul-huda.net/

آفتاب کا جلال اور مہتاب کا جلال اور ستاروں کا جلال اور کیونکہ ستارے ستارے کے جلال میں فرق ہے (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۴۱) صبح کے ستارے (ایوب ۳۸: ۷) بیشمار ستارے (پیدائش ۱۵: ۵) ستاروں کی پرستش کی ممانعت (استثنا ۴: ۱۹) ستاروں اور سورج چاند میں نشانیاں (لوقا ۲۱: ۲۵) سات ستارے (مکاشفہ ۱: ۱۶؛ ۱۲: ۱)۔

کیا تم زمین کی بنیاد کا حال نہیں سمجھے۔ یہ ہے وہ جو زمین کے کنڈل کے اوپر بیٹھا ہے۔ جس کے آگے اسکے باشندے ٹڈوں کی مانند ہیں جو آسمانوں کو پردے کی مانند تانتا ہے اور انہیں تنبوؤں کی طرح سکونت کے لئے پھیلاتا ہے (یسعیاہ ۴۰: ۲۲) زمین و آسمان پرانے ہو جائیں گے وہ بدلے جائیں گے (زبور ۱۰۲: ۲۵۔۲۶، یسعیاہ ۵۱: ۶)۔

وہ تو جان بوجھ کر یہ بھول گئے کہ خدا کے کلام کے ذریعہ سے آسمان قدیم سے موجود ہیں اور زمین پانی میں سے بنی اور پانی میں قائم ہے (۲۔پطرس ۳: ۴؛ ۷؛ ۱۱) یوسف کی برکت کا بیان۔ غور سے پڑھو (استثنا ۳۳: ۱۴)۔

اس زبور کی ۸۔۱۰ آیت اور آیت ۳۳ کو غور سے پڑھنا چاہیئے

(۴)۔اس نے شمال کو خلا پر پھیلایا اور زمین کو بے علاقہ لٹکایا۔ وہ اپنے گھنے بادلوں میں پانی باندھتا ہے۔ان کے نیچے ابر نہیں پھٹتا ہے (ایوب ۲۶: ۷؛ زبور ۱۴۷: ۱۶۔۱۷)۔

(۵)۔اس نے پانیوں کی سطح پر حدیں باندھیں۔اس جگہ تک جہاں اجالے اور اندھیرے کی تمامی (تکمیل) ہوتی ہے (ایوب ۲۶: ۱۰)۔

(۶)۔اس نے اپنی روح سے آسمانوں کو آرائش دی ہے۔اس کے ہاتھ نے پیچیدہ سانپ کو بنایا ہے۔(ایوب ۲۶: ۱۳)۔

(۷)۔ہوا دکھن کی طرف چلی جاتی ہے اور پھیر کھا کر اُتر کی طرف پھرتی ہے یہ سدا چکر مارتی ہے۔اپنے گھماؤ کے مطابق پھیرا کرتی۔ ساری ندیاں سمندر میں بہ جاتی ہیں پر سمندر بھر نہیں جاتا۔اس جگہ جہاں سے ندیاں نکلیں ادھر ہی کو وہ پھر جاتی ہیں (وعظ ۱: ۶۔۷)۔

(۸)۔ جس وقت ہواؤں کا وزن کرتا ہے اور پانیوں کو ترازو میں تولتا ہے (ایوب ۲۸: ۲۵)۔

(۹)۔یقیناً چاندی کی کان ہوتی ہے اور سونے کے لئے جگہ ہوتی ہے جہاں تایا جاتا ہے۔لوہا زمین سے نِکالا جاتا ہے اور پیتل پتھر میں سے گلایا جاتا ہے۔(ایوب ۲۸: ۱۔۲)۔

(۱۰)۔ زمین جس سے خوراک پیدا ہوتی ہے۔ سو اس کے اندر گویا آگ سے اُلٹ پُلٹ ہو جاتا۔اس کے پتھروں میں نیلم پائے جاتے ہیں۔

(۱۱)۔ پھر اس نے دوسرا خواب دیکھا اور اپنے بھائیوں سے بیان کیا اور کہا کہ دیکھو میں نے ایک خواب دیکھا کہ سورج اور چاند اور گیارہ ستاروں نے مجھے سجدہ کیا (پیدائش ۳۷: ۹)۔

(۱۲)۔ کیا تو کانٹے سے لویتان کو کھینچ کر نکال سکتا ہے (ایوب ۴۱: ۱)۔

(۱۳)۔اس نے بنات النعش اور جبار اور ثریا اور جنوب کے خلوت خانوں کو بنایا وہ عجائب کرتا ہے جو بے قیاس ہیں اور غرائب (انوکھے، عجیب و غریب) جو بے شمار ہیں (ایوب ۹: ۹؛ عاموس ۵: ۸)۔

(۱۴)۔ کیا تو عقد ثریا کو باندھ سکتا یا جبار کا بندھن کھول سکتا ہے۔ کیا تجھ میں قدرت ہے کہ منطقتہ البروج (وہ بڑھ دائرہ جس پر بارہ برج آسمانی واقع ہیں، راس منڈل، راس چکر) کو ایک ایک اس کے موسم پر پیش کرے (ایوب ۳۸: ۳۱۔ ۳۲)۔

(۱۵)۔ جنوب سے بگولا اٹھتا ہے اور سردی شمال سے آتی ہے۔ خدا کی سانس سے یخ ہوتا ہے اور پھیلے ہوئے پانی منجمد ہو جاتے ہیں (ایوب ۳۷: ۹)۔

(۱۶)۔ آسمان خدا کا جلال بیان کرتے ہیں اور فضا اس کی دست کاری دکھاتی ہے۔ ایک دن دوسرے دن سے باتیں کرتا ہے اور ایک رات دوسری رات کو معرفت بخشتی ہے۔ ان کی کوئی لغت اور زبان نہیں۔ ان کی آواز سنی نہیں جاتی پر ساری زمین میں ان کی تار گونجتی ہے اور دنیا کے کناروں تک ان کا کلام پہنچا ہے۔ ان میں اُس نے آفتاب کے لئے خیمہ کھڑا کیا ہے جو دلہے کی مانند خلوت خانے سے نکل آتا ہے اور پہلوان کی طرح میدان میں دوڑنے سے خوش ہوتا ہے۔ افلاک کے کنارے سے اُس کی برآمد ہے۔ اُس کی گردش اُن کے دوسرے کنارے تک ہوتی۔ اُس کی گرمی سے کوئی چیز چھپی نہیں (زبور ۱۹: ۱۔ ۶)۔

(۱۷)۔ جب میں تیرے آسمان پر جو تیری دستکاریاں ہیں دھیان کرتا ہوں اور چاند اور ستاروں پر جو تُو نے بنائے تو انسان کیا ہے جو تُو اس کی یاد کرے اور آدمزاد کیا کہ تُو آکے اس کی خبر لے۔ تُو نے اس کو فرشتوں سے تھوڑا ہی کم کیا اور شان و شوکت کا تاج اس کے سر پر رکھا۔ تُو نے اس کو اپنے ہاتھ کے کاموں پر حکومت بخشی۔ تُو نے سب کچھ اس کے قدموں کے نیچے کیا ہے۔ الخ۔ (زبور ۸: ۳۔ ۶)۔

بائبل کی سائنٹیفک صداقت کے بیان مافوق میں چند مثالیں نقل کی گئی ہیں اگر اُن کی تفصیل کی جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔ بائبل بلاشک سائنٹیفک کتاب نہیں ہے۔ پر وہ سائنس دانوں کی اور سائنس کی ماں کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ کیونکہ سائنس دان اور سائنس صرف انہیں اقوام میں پیدا ہوئی جو بائبل کو ماننے والی تھیں۔ انہی اقوام کے مشاہیر نے بائبل کی صداقت مذکور کو سمجھا اور اُن کی اپنی عقل و فکر سے تفسیر مہیا کی۔ سائنس کے تمام شعبے بائبل کی صداقت مذکور کی تفسیر ہیں۔ بائبل کے سوا اقوام دہر کی کون سی مذہبی کتاب ہے جو بائبل کی سائنٹیفک صداقت کا ہم پلہ خیال کی جا سکتی ہے؟ اگر بائبل یہ تمام صداقت رکھتی ہوئی روشنی کے اندھوں کے نزدیک بے قدر ہو سکتی ہے، تو پھر دنیا بھر کے مذاہب کی کون سی کتاب ہے۔ جسے بائبل کی جگہ دی جاسکتی ہے؟ اس کا جواب دینا مخالفین بائبل کے فرض کا حصہ ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

بائبل کہتی ہے کہ عالم خدا کے کلام سے ہست ہوئے ہیں۔ چھ دنوں یا زمانوں میں بتدریج موجودہ حالت پر آئے ہیں۔ سب سے پہلے روشنی اور اندھیرے میں تقسیم ہوئی ہے۔ زمین پانی سے نکلی ہے۔ ابتدائی حالت نہایت ویرانی اور سنسانی کی تھی۔ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں پر موجود تھے۔ اس پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا کہ زمین سے بُخار تک نہ اٹھتا تھا۔ زمین اور آسمانی اجرام کے پانی ایک وقت اکٹھے تھے پھر ان میں تقسیم واقع ہوئی۔ زمین اور آسمان کے پانی جدا جدا کیے گئے۔ زمین کے پانی ایک جگہ جمع کیے گئے۔ پھر ان میں سے خشکی بنی اور سمندر پیدا ہوئے۔ خشکی سے نباتات کا اور سمندر سے جاندار حیوانات کا ظہور ہوا۔ چوتھے دن یا زمانہ میں آسمان و زمین کا نظام مکمل ہوا۔ زمین کو بغیر کسی سہارے کے خلا اور فضا میں لٹکایا۔ گہراؤ کو اس کا لباس بنایا۔ اس کے اندر آگ رکھی جس نے اس کے اندر کو پگھلا رکھا ہے۔ اس کے لئے شمال و جنوب مشرق و مغرب کے اطراف مقرر کئے۔ اس شمال میں سردی اور یخ کا خزانہ جمع کیا۔ چار ہوائیں مقرر کیں اسے گول بنایا اس کے پہاڑوں میں اور اس کی مٹی میں مختلف دھاتوں کو پیدا کیا۔ ابر و بادل کے انتظام کو قائم کیا۔ اس پر دریاؤں اور چشموں کو جاری کیا جو سمندر سے نکل کر پھر سمندر میں جا گرتے ہیں۔ اسے اسباب خوراک اور سبزی اور زندگی سے بھرپور کیا۔ اس کے پرانے ہو جانے کا انتظام فرمایا۔ سب کے آخر میں زمین پر آدمی کو پیدا کیا۔ اسے زمین کی کل مخلوقات پر حکومت بخشی۔ اسی طرح اجرام فلکی کے بیان پر غور کرو تو تمہاری اس بات سے عقل دنگ رہ جائے گی کہ بائبل کے بیانات منقولہ بالا بغیر الٰہی ہدایت و راہنمائی کے بائبل کے انبیاء کے علم و آگاہی میں کیسے آ گئے؟ جن کی تائید و تصدیق زمانہ حاضرہ کی سائنس کر رہی ہے؟ بائبل کی صداقت مذکور ایسی ہے کہ جس کا انکار کرنا خدا اور اُس کے کام کا انکار کرنا ہے۔

۱۰۔ بائبل ایک اور اعتبار سے قیمتی کتاب ہے کہ وہ علم و ادب کا خزانہ ہے۔ تعلیم و تربیت کا گر ہے۔ والدین کے بچوں کے متعلق جو فرائض آج تک بنی آدم کے علم و آگاہی میں نہیں آئے ہیں اور بچوں کے جو فرائض والدین سے متعلق ہیں ان کا خزانہ بائبل ہی ہے۔ سلیمان کی امثال کی کتاب انہیں فرائض کی شاہی تفصیل ہے۔ جس کی مثال آج تک دنیا پیدا نہیں کر سکی ہے۔

۱۱۔ ایک اور اعتبار سے بائبل نہایت قیمتی کتاب ہے کہ صرف بائبل ہی انسانی زندگی کا ریگولیٹر (باقاعدہ رکھنے والا پرزہ) ہونے کا وصف رکھتی ہے۔ وہ صحیح معنی میں انسانی زندگی کی ضابطہ و ناظم ہے۔ وہ اکیلی انسان کی زندگی کی ہر روش کا اور ہر ایک طریق عمل اور اُس کے عذاب و ثواب کا اور اس کی زندگی کی ہر ایک حالت کا جس میں سے اس کا گزر ممکن ہے ایک چارٹ و رہبر و امام ہے۔ ایک قطب نما ہے جو اُس کی منزلِ مقصود کو درستی سے دکھا سکتا ہے اور اُس کی زندگی کے تمام رشتوں کی خوشحالی اور بدبختی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بائبل ماننے والی اقوام نے ہر معانی میں اقبال و ترقی حاصل کی ہے اور بائبل کی مخالف اقوام قعرِ مذلت (انتہائی ذلت) میں ڈوبی رہی ہیں۔

۱۲۔ بائبل ایک اور اعتبار سے قدر و منزلت کی کتاب ہے اور وہ اعتبار یہ ہے کہ اس میں گناہ سے نجات پانے کا بیان نہایت معقول طریق کا آیا ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

تمام غیر مسیحی دنیا نیک اعمال سے نجات کا اعتقاد رکھتی آئی ہے اور بائبل نے نیک اعمال پر جس قدر زور دیا ہے اس قدر کسی نے نہیں دیا ہے۔ نیک کردار کی جس قدر مدح وتعریف بائبل نے کی ہے اس کا ہزارہواں حصہ کسی دوسری کتاب نے نہیں کیا۔ نیک کردار کی بائبل کی نظر میں بے انداز قدرومنزلت آئی ہے۔ نیکوکاروں کی زندگی کے احوال پر بائبل کی کتابیں لکھی گئی ہیں، پر بائبل کا اس تعلیم پر کاربند رہنے کا مطالبہ ان سے ہی ہے جنہوں نے خدا کے فضل سے نجات پائی۔ جو ابرہام خلیل اللہ اور اضحاق ذبیح اللہ کی نسل سے ہو کر خدا کے فضل سے نجات یافتہ تھے۔ پرانا عہد نامہ تو تعلیم کفارہ سے پُر ہے پھر نامعلوم پُرانے عہد نامہ کو کیوں کر نجات بااعمال کی اسی تعلیم کا حامی کہا جاتا ہے، جس کا شور غیر مسیحی مذاہب مچاتے ہیں؟ صاحبانِ ہوش بائبل میں نیک اعمال کا مطالبہ نجات یافتہ لوگوں سے ہے نہ کہ بدکاروں سے جنہوں نے خدا کے فضل سے نجات ہی نہیں پائی۔ ایسے گنہگاروں سے تو بائبل یہی کہتی ہے کہ خداوند پر ایمان لا تو تُو اور تیرا گھرانہ نجات پائے گا۔

بائبل نہایت معقولیت کی ساتھ غیر مسیحی دنیا کو ان نیک اعمال کے اجر میں نجات پانے کے امکان کا انکار کرتی ہے۔ کیونکہ اول تو غیر مسیحی مذاہب میں نیکی کا سٹینڈرڈ (معیار) نہایت ادنیٰ ہے۔ دوم اس پر بھی اُن کے ہاں اُن کی مسلمہ نیکی کے عاملوں کا کال ہے۔ پھر نامعلوم غیر مسیحی دنیا کس وجہ سے اپنے نیک اعمال کی بنا پر حصولِ نجات کی متمنی ہے۔

۱۳۔ بائبل اس وجہ سے بھی زیادہ قیمتی کتاب ہے کہ اس میں حقائق عقبہ (مشکل گھاٹی) کا بھی معقول بیان آیا ہے۔ حقائق عقبہ سے مراد زمانہ مستقبل میں پیش آنے والے حقائق وامور داخل ہیں۔ مثلاً مردوں کی قیامت، نیک وبداعمال کی سزا وجزا، دوزخ اور بہشت وغیرہ غیر مذاہب نے حقائق عقبہ کا نہایت نامعقول خاکہ کھینچا ہے۔ جسے قلم انداز کیا جاتا ہے۔ بائبل نے جو کچھ عقبہ کی بابت بیان فرمایا ہے اس کا ملخص (پاک کیا گیا) پیش کرنے پر کفایت کی جاتی ہے۔

مردوں کی قیامت کی تعلیم جو بائبل میں آتی ہے وہ اور سزا جزا اور دوزخ وبہشت کی تعلیم خدا کے بالکل یہ ایسے افعال نہیں ہیں جن کا علاقہ اور عمل زمین وآسمان کے موجودہ نظام اور اہلِ زمین کی موت وزندگی سے ان کے دکھ سکھ سے ان کی خوشحالی وبدحالی سے پایا نہ جاتا ہو۔ یا خدا نے اپنے ان افعال کو جن کا علاقہ حقائق مذکور سے بیان کیا گیا ہے۔ صرف آنے والے زمانہ کے لئے ہی محفوظ رکھا ہو۔ بائبل کو غور سے پڑھنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوسکتی ہے کہ نظامِ قدرت میں خدا کے جو کام ہورہے ہیں انہیں کاموں کی انتہائی کیفیت مردوں کی قیامت عدل وانصاف، سزا جزا، بہشت ودوزخ کی خوشحالی اور بدحالی کی اصطلاحوں میں بیان فرمائی ہے۔ یہ ایسے امور ہیں جو انسان کی موجودہ زندگی کے علاقہ میں بھی واقع ہوتے رہتے ہیں۔ نظامِ قدرت میں ان کی زبردست شہادتیں موجود ہیں یہ بات ظاہر وباہر ہے کہ خدا موجودہ نظام کے ماتحت بھی مردوں کو جِلاتا ہے۔ عدل وانصاف کرتا ہے۔ سزا جزا دیتا ہے۔ بہشت اور دوزخ میں ڈالتا ہے۔ خوشحالی اور بدحالی لوگوں کے حصہ میں دیتا ہے۔ پس بائبل سے ہرگز یہ بات ظاہر نہیں ہوسکتی کہ موجودہ نظام میں خدا بندوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہے۔ اس نے بندوں کی تمام فلاح وبہبود کے کاموں کو زمانہ مستقبل کے کسی خاص وقت وزمانہ کے لئے التوا میں ڈال رکھا ہے۔ ایسا خیال وگمان کم از کم بائبل کی تعلیم سے اخذ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

خداوند یسوع مسیح کاارشاد ہے کیونکہ جس طرح باپ مرُدوں کااُٹھاتااور زندہ کرتاہے اسی طرح بیٹا بھی جنہیں چاہتاہے زندہ کرتاہے، کیونکہ باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتابلکہ اُس نے عدالت کاساراکام بیٹے کے سپرد کیاہے۔الخ (یوحنا۵: ۲۱۔ ۲۹تک)"قیامت اور زندگی میں ہوں۔"میرا باپ ابدتک کام کرتاہے۔پس بائبل کے ایسے مقامات سے روشن ہے کہ عاقبت، قیامت وعدالت، سزاجزااور دوزخ وبہشت کے متعلق بائبل کے بیانات نظامِ عالم کے ان کاموں کے سلسلہ کے آخری اور انتہائی کام ہیں جواب بھی خداکررہاہے اور آگے کو بھی کرتارہے گا۔ قیامت وغیرہ کی تعلیم نظامِ عالم کے سلسلہ سے بالکل باہراوراس سے بالکل یہ غیر متعلق نہیں ہے۔خدااب بھی مرُدوں کوزندہ کرتارہتاہے۔اب بھی نیک وبداعمال کی سزاجزادیتاہے۔اب بھی بھلے بُروں کاعدل وانصاف کرتاہے۔اب بھی لوگ بہشت ودوزخ کی راحت ومصیبت حاصل کرتے ہیں۔آگے کو بھی کرتے رہیں گے۔ پس حقائق عقبہ کی بابت بائبل کاالہام نہایت روشن ہے۔جس میں معقولیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔

۱۴۔ بائبل کی قدرومنزلت بائبل کی مذہبی اور اخلاقی اور روحانی تعلیم نے ہمیشہ بڑھائی ہے۔اس کامذہب نہایت سادہ ہے۔اس کی اخلاقی تعلیم نہایت اعلیٰ ہے۔اس کی روحانی تعلیم نہایت بلندووسیع ہے۔اس کے وعدے نہایت پختہ ہیں۔اس کی امیدوں میں نہایت پائیداری ہے۔بدقسمت وہ انسان ہے جو بائبل سے محروم ہے اور بائبل کامخالف ودشمن ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

تیسری فصل

بائبل کو اس وجہ سے مانا جاتا ہے کہ وہ معقول طور سے الہامی کتاب ہے

بائبل کے مُلہم (وہ شخص جس کے دل میں غیب سے کوئی بات پڑے) انسان تھے۔ پر وہ اس انسانیت کے افراد تھے جس کا بیان پیشتر ہوا ہے۔ وہ ایسے زمانہ کے انسان تھے جسے اقوام انسانی کی ابتدائی بیداری کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ جس زمانہ میں اقوامِ انسانی عام طور سے نیم وحشی اقوام تھیں۔ ایسے زمانہ میں بائبل کے مُلہموں کا پیدا ہونا حکمتِ الٰہی کا ایک شان دار معجزہ تھا۔ جس سے خدا نے اقوامِ انسانی کی تہذیب و شائستگی میں وہ تعلیم و تربیت کرنا تھی جو زمانہ حاضرہ کی شان و جلال بنی ہوئی ہے۔

بائبل کے مُلہم انسان تھے۔ ان میں انسانی کمزوریاں بھی تھیں مگر اپنے اپنے زمانہ کی نہایت شان دار ہستیاں تھے کہ اُن کے زمانہ میں ان سے بہتر وافضل اور انسان ہی ناپید تھے۔ ان کا دل دماغ، ان کی عقل و فکر، ان کی دلچسپیاں۔ ان کی خصلت و سیرت، ان کی نظر و بصیرت جو تھی۔ وہ انہیں سے تعلق رکھتی تھی۔ ان سے افضل یا ان کے مساوی ان کے زمانہ میں اور انسان ہی نہ تھے جو وہ کام کر سکتے جو بائبل کے مُلہم کر گئے۔

اس سے بڑھ کر بائبل کے مُلہم انسانی برگشتگی کے زمانہ کے انسان تھے۔ وہ ہرگز یسوع مسیح کے سواہر قسم کے گناہ کی لوث سے پاک منزہ ہونے کے مدعی نہ تھے۔ تو بھی وہ اپنے اپنے زمانہ کے افضل و پاک لوگوں سے زیادہ افضل و پاک تھے۔ جن کی شخصیتیں اور جن کی زندگیاں اس انسانیت کی بہتر نمائندہ تھیں جو انہوں نے نسل آدم و حوا ہونے کے اعتبار سے وارثت میں پائی تھیں۔

اس بات کا بھی اعتراف کر لینا مناسب ہے کہ بائبل کے مُلہم گو علم و معلومات کے ذریعے وہی رکھتے تھے جو اُن کے زمانہ کے ہر ایک بشر کو حاصل تھے۔ یعنی اُن کے وہی حواسِ خمسہ تھے جو دوسرے انسانوں کی ملکیت تھے۔ پر اُن کے حواسوں میں دوسرے انسانوں کے حواسوں کے مقابل کچھ غیر معمولی تیزی وصفائی اور دُور تک کی رسائی تھی۔ بائبل کی پیشین گوئیوں پر غور کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ ان کے زمانوں کے لوگ جو اپنے حواسوں کے قوت اور ذہنی قواء کے زور سے جن چیزوں تک پہنچنا اپنی اعلیٰ قابلیت کا ثبوت خیال کرتے تھے۔ بائبل کے مُلہم قواء ذہنی اور روحانی اور حواسِ خمسہ کے وسیلے سے ان چیزوں کو اپنی عقل و فکر میں نہایت پیچھے چھوڑ کر جو اُن کے زمانہ کے مدبرین (اہلِ دانش) کے علم کا اعلیٰ معلوم بنی ہوتی تھیں۔ اُن کے سبب اول اور اُن کی علت تامہ (پورا سبب) تک پہنچا کرتے تھے۔ صرف بائبل کے انبیاء ہی اپنے اپنے زمانہ کی ایسی بزرگ ہستیاں تھے جو اپنی تمام تحقیقات میں خدا کی رہبری اور رہنمائی کا احساس رکھتے تھے اور ان کی دریافتیں واقعی حیرت انگیز تھیں جیسا کہ ظاہر ہو چکا ہے۔

بائبل کے انبیاء کی نظر میں کتب خانۂ نیچر نہایت اہمیت رکھتا تھا۔ نظام قدرت کی ہر ایک چیز ان کے لئے ایک ایک کتاب تھی جسے پڑھنے اور سمجھنے کے لئے بجای دوربین و خوردبین ہوتی، اُن کے پاس صرف وہی حواسِ خمسہ اور قواء ذہنیہ وروحانیہ وایمانیہ تھے۔ جن سے اس زمانہ کا کوئی بشر محروم

نہ تھا۔ مگر حیرت انگیز امر یہ ہے کہ بائبل کے انبیاء کی دریافتیں آج تک اقوامِ دہر کے لئے باعثِ تعجب ہیں۔ان کی ابزرویٹریز(غور وخوض کا مقام) کے نتیجے اقوامِ دہر کے لئے ایسے بابرکت ثابت ہوئے ہیں کہ ان کا بیان محال ہے۔

بائبل کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتاہے کہ بائبل کے انبیاء قدرتی بصیرت کے ساتھ سُپر نیچرل (مافوق الفطرت) بصیرت ضرور رکھتے تھے۔ جس نے ان کو اقوامِ دہر کے بے شمار معبودوں اور دیوی دیوتاؤں کے خوف ودہشت سے بے نیاز کر دیا تھا۔انہیں اپنے زمانہ کی اقوام کے عقائد و مذاہب کے خلاف واحد خدا کی ہستی وعبادت کا شیدا بنادیا تھا۔اُن کو واحد خدا کی خدائی کا اعتقاد و یقین کہاں سے ملا۔اُن کو دنیا کے معبودوں کے بالکل یہ باطل ہونے کا اعتقاد کہاں سے حاصل ہوا؟انہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ تمام عالم ایک ہی واحد ذات کے کلمہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ کل اقوام انسانی کا چشمہ واحد ہے۔ تمام انسان کمی بیشی سے گنہگار ہیں۔گناہ نامی لعنت مخلوق کا بچہ ہے۔یہ مرض متعدی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان کا صفائی سے اپنا اعتراف ہے کہ انہوں نے بعض باتیں تاریخ سے پائیں۔ بعض باتیں حقائق عالم پر غور وفکر کرنے سے حاصل کیں۔ بعض باتیں رویئوں سے معلوم کیں۔ بعض باتیں کشف کی صورت میں جانی۔ بعض باتیں طبائع (طبعیت کی جمع)انسانی کی تلاوت کرنے سے معلوم کیں۔ بعض باتیں مشاہدات سے حاصل کیں۔ بعض باتیں عقل وفکر سے پائیں۔ان تمام حالتوں میں انہوں نے ان پیغامات کو اپنی زبان اور اپنے الفاظ میں لکھا تھا۔

بائبل کے مُلہموں میں ایک یہ بات بھی عظیم الشان نظر آسکتی ہے کہ وہ ایک خاص بُلاہٹ کا احساس کرکے میدانِ خدمت میں نکلتے تھے۔ بعض اوقات ان کی بُلاہٹ ایسے کام کو انجام دینے کے لئے ہوا کرتی تھی کہ جسے نبی کرنا پسند نہ کیا کرتے تھے لیکن جب اُن کی بُلاہٹ کی طرف سے تسلّی ہو جایا کرتی تو وہ بُلاہٹ دینے والے کی مرضی کے ایسے تابع ہو کر کام کیا کرتے تھے کہ انہیں مخالف دنیا بھی مل کر اس سے روک نہ سکا کرتی تھی۔

بائبل کے انبیاء کی صداقت کا امتحان اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی اپنی بُلاہٹوں اور خدمتوں اور تعلیموں میں سچے اور وفادار تھے یا نہیں۔ جس جس کام کو کرنے کے لئے وہ وقتاً فوقتاً کھڑے ہوئے وہ کام انہوں نے سچائی اور وفاداری سے کِیا تھا یا نہیں۔ان کے کام کرنے کے طریقے مختلف ہو سکتے ہیں۔ان کے کام بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔تو بھی اُن کی تعلیم اور ان کی خدمت کی سچائی اور وفاداری بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔

بائبل کے انبیاء مختلف مدارج اور مختلف حیثیتوں کے تھے۔ بادشاہ سے لے کر معمولی چوپان اور مچھیروں تک ان میں شامل ہیں۔ گو وہ سب منصبِ نبوّت ورسالت میں مساوی ہیں۔ مگر وہ اپنی بُلاہٹ کی خدمات میں اور ان خدمات کے نتائج میں مختلف مدارج پر ہیں۔اُن کی خصلت و سیرت اور اُن کی زندگی کی تاثیر بھی مختلف مدارج کی ہے۔ وہ علمی لیاقتوں کی وجہ سے بھی مختلف ہیں۔ مگر وہ مجموعی طور پر خدا کی واحد فوج کے سپاہی ہیں۔ان کا واحد و مشترکہ دشمن ہے جن سے وہ جنگ کرتے رہے ہیں۔ وہ دشمن بُت پرستی و وہم پرستی اور گناہ تھا۔ جو ان کے زمانوں میں بنی آدم کا عالم گیر مذہب بنی ہوئی تھی۔ وہ خدائے واحد کی عزت کے قیام کے لئے اس اکیلے کی عبادت کے استحکام کے لئے تمام دنیا سے جنگ کرتے رہے۔اُس کی پاک مرضی کا بیان کرتے رہے۔اِس میدان میں اُن کا استقلال اور اُن کی شجاعت و بہادری غیر معمولی ثابت ہوسکتی ہے۔ گو ان میں سے بعض میں دیگر انسانی کمزوریاں نظر آسکتی

ہیں پر وہ مقصدِ رسالت میں خدا کی شمشیرِ برہنہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ وہ اپنی اپنی خدمات کی انجام دہی میں قتل ہوتے ہیں پر بے وفائی سے فائدہ اُٹھانے کا خیال اُن کے نزدیک نہیں آتا ہے۔

بائبل کے انبیاء کی رسالتوں اور خدمتوں کا علاقہ صرف یہودی قوم ہی سے نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے زمانہ کی معلومہ دنیا کی اقوام سے ہے۔ مصر سے، بابل سے، نینوہ سے، کنعان سے، عربی اقوام سے بلکہ تمام دنیا کی اقوام سے اُن کی رسالتوں کا تعلق ہے۔ وہ اپنے اپنے زمانہ میں بادشاہوں اور حکمرانوں کی تادیب (تنبیہ) کرتے ہوئے اُن کے قہر وغضب کا نشانہ بنائے جاتے ہیں پر اپنے خدا کی حکم عدولی کر کے کبھی فائدہ اُٹھانے کا خیال تک نہیں کرتے۔

بائبل کے انبیا میں سے بعض میں انسان کی طبعی کمزوریوں کی بھی نمائش آئی ہے۔ لیکن اس میں بھی یہ عظیم الشان حقیقت ظاہر کی گئی ہے کہ انہوں نے ان کمزوریوں کو جائز کرنے کی یہ کہہ کر کبھی کوشش نہیں کی کہ فلاں گناہ یا کمزوری میرے لئے خدا نے جائز ٹھہرا دی ہے۔ اُنہوں نے اپنی عدول حکموں کو اپنا ہی گناہ مانا اور اُن کے لئے عوام کی طرح توبہ واستغفار کیا اور خدا سے معافی کے طلب گار ہوئے۔

بائبل کے انبیاء اور بزرگوں کے سلسلہ میں حضرت آدم پہلا ہے جو خدا کی صورت وشکل پر پیدا ہو کر اپنے گناہ سے خدا کی ہمشکل انسانیت کے صاف ومقدس آئینہ کو چکنا چور کرنے والا بیان ہوا اور یسوع مسیح آخری ہے جو اندیکھے خدا کی صورت اور اُس کی ماہیت کا نقش ہو کر نبوت ورسالت کو ختم کرنے والا ثابت ہوا۔ حضرت آدم اور یسوع مسیح کے درمیانی زمانہ میں جملہ بزرگ اور انبیاء یسوع مسیح کی آمد کے اور اُس کی آمد کی برکات کے شاہد وگواہ تھے۔ جس میں اصل انسانیت کی نمائش بتدریج ہوئی۔ یسوع مسیح میں کمال تک رونما ہو گئی۔ جس میں کوئی دھبہ یا داغ پایا نہیں جاتا اور اس میں آلہ نمائی اس درجہ کی پائی جاتی ہے کہ جس درجہ کی الوہیت میں انسانیت نمائی بیان ہوئی ہے۔

انجیل کا الہام یہ نہیں ہے کہ اس میں یسوع مسیح کا وہ کلام پایا جاتا ہے جو اُس نے فرشتوں سے یا خوابوں سے یا رویتوں سے پاتا تھا۔ بلکہ انجیلی الہام یسوع ناصری مسیح کا عبدِ آلہ نما ہو کر انجیل نویسوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ ان کا یسوع مسیح کی شخصیت وعبودیت (بندگی، اطاعت) میں، اس کے کام اور کلام میں، اُس کی زندگی اور اس کے انجام میں، اپنے تابعین پر الوہیت نما ہو کر ظاہر ہونا ہے۔ انبیاء متقدمین (متقدم کی جمع، اگلے زمانہ کے) فرشتوں کی رویتوں میں الوہیت نمائی کا احساس کیا کرتے تھے۔ پر نئے عہد نامہ کے مصنفوں نے یسوع مسیح انسان میں الوہیت نمائی پائی اور پکار اُٹھے کہ ہم نے اس کا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔ یسوع مسیح کے شاگرد اور انجیل کے مصنف تمام یہودی تھے۔ وہ اپنے زمانہ کے یہودی عقائد کو جاننے اور ماننے والے تھے۔ اُنہوں نے یسوع مسیح کی بابت جو کچھ لکھا وہ اگرچہ مروجہ عقائد کے بالکل ناموافق تھا پر عہدِ قدیم کے عین مطابق لکھا۔ ان کی تحریر، تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے۔ اس کی صداقت پر مہر ان کی وفاداری ہے۔ پس انجیل اس وجہ سے یسوع مسیح کی انجیل نہیں کہ وہ یسوع مسیح کے ہاتھ کی تحریر ہے۔ بلکہ اس وجہ سے یسوع مسیح کی انجیل ہے کہ اس میں یسوع مسیح کا وہ کشف والہام پایا جاتا ہے جو اُس کی ذات وشخصیت کی بابت، اس کے کام وکلام کی بابت، اُس کی زندگی اور موت کی بابت، اس کی الوہیت نمائی کی بابت، انجیل نویسوں کو ہوا تھا۔ یہ اکمل معانی کا الہام ہے۔ جس میں وہی انسانیت ظاہر وباہر ہوئی ہے۔ جو خدا کی صورت کا عکس ونقش اور ہر ایک بشر کی بشریت کا حد اعتدال تھی۔ یہ چند وجوہات ہیں جن کی بنا پر بائبل کو ماننا ہم اپنی سعادت مندی یقین کرتے ہیں۔

چوتھی فصل

انجیل عہدِ قدیم کی تکمیل ہے

بائبل کو ماننے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک کتاب ہے جو اپنی تکمیل آپ میں رکھتی ہے۔ عہدِ قدیم ایک الٰہی وعدہ کی تفصیل ہے اور عہدِ جدید اس کی عجیب وغریب تکمیل ہے۔ اس اعتبار سے انجیل مقدس بائبل کے عہدِ قدیم کی فضیلت کا ایسا تاج ہے جو ابدالآباد اس کے سر کو زینت اور زیب دیتا رہے گا۔ انجیل مقدس بھی نہایت عجیب وغریب ہے وہ اپنے ہیرو خداوند یسوع مسیح کی ہر گز سوانح عمری نہیں ہے۔ کیونکہ دراصل اس میں یسوع مسیح کی سوانح عمری پائی نہیں جاتی ہے۔ آپ کی (۳۰) سالہ زندگی کے سوانح اس میں نہیں ملتے ہیں۔ ساڑھے تین سالہ زندگی کے بھی اس میں پورے سوانح مذکور نہیں ہیں۔ انجیل نویس خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جو کچھ اُنہوں نے یسوع مسیح کی بابت لکھا وہ جامع ومانع بیان نہیں لکھا (یوحنا ۲۱: ۲۵) تو بھی انجیل مقدس کے واقعات جو اس میں قلم بند ہوئے ہیں۔ اس کی سوانح عمری کا حصہ ہیں۔ جو صرف یسوع مسیح کی شخصیت اور خصلت وسیرت کے بیان کی غرض سے قلم بند کیے گئے ہیں۔

دفعہ ا

انجیل کے صحائف کو لکھنے والے کون تھے ؟

انجیل نویس اپنے اپنے صحائف میں اپنا اپنا ضرور پتہ نشان بتاتے ہیں۔ وہ اپنے اپنے صحیفہ کو اپنے ہی نام سے لکھتے ہیں۔ متی کی انجیل۔ مرقس کی انجیل وغیرہ۔ ان میں ایک صحیفہ یسوع مسیح کی انجیل کے نام کا پایا نہیں جاتا ہے۔ تو بھی عجیب معاملہ یہ ہے کہ نئے عہد کے آٹھ یا نو مصنفوں کے کل (۲۷) صحائف اُن کے مصنفوں کی ذات سے متعلق نہیں ہیں بلکہ یسوع مسیح کی ذات وشخصیت سے۔ اس کے کام وکلام سے اور اس کے اثر وانجام سے اُن کا علاقہ ہے۔ اس وجہ سے انجیل کے مصنفوں کی بابت یہ سوال پہلے روبرو آتا ہے کہ انجیلی صحائف کے مصنف کون تھے ؟ اس سوال کا جواب دینا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ کیونکہ انجیل نویس اپنے اپنے صحائف میں اس بات کا خود جواب تحریر کر گئے ہیں۔ وہ اپنی بابت اجمالاً لکھتے۔ ملاحظہ ہو۔ متی ۴: ۱۷۔ ۲۲؛ مرقس ۱: ۱۴۔ ۱۵؛ لوقا ۴: ۱۴۔ ۱۵؛ یوحنا ۱: ۳۵۔ ۴۲؛ اعمال ۹: ۱۔ ۳۰؛ مرقس کی بابت ملاحظہ ہو۔ اعمال ۱۲: ۱۲؛ کلسی ۴: ۱۰؛ اعمال ۱۲: ۲۵؛ ۱۳: ۵؛ اعمال ۱۳: ۳؛ ۱۵: ۳۶؛ ۴۱؛ لوقا کی بابت ملاحظہ ہو کلسی ۴: ۱۴؛ ۲۔ تیمتھیس ۴: ۱۱؛ فلیمون آیت ۲۴۔ پس ان چند مقامات اور دیگر حوالہ جات کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اور اعتقاد ویقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ صحف انجیل کے مصنف یسوع مسیح کے شاگرد اور شاگردوں کے عزیز ہی تھے جو مسیحی تھے۔

انجیل نویس اپنے پیشے اوراپنے دنیوی حیثیتیں خود بتاتے ہیں کہ بعض ان میں مچھیرے تھے۔ بعض محصول لینے والے تھے۔ بعض حکیم تھے۔ بعض عالم تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ان کے اُستاد نے انہیں آدمیوں کا شکار کرنے کو بلایا اور اُنہوں نے اپنے اُستاد کی بُلاہٹ منظور کرکے اپنا سب کچھ چھوڑا اور اس کی پیروی کی تھی۔

وہ اپنی اپنی تحریرات میں اس بات کا صفائی سے اظہار کرتے ہیں کہ وہ اپنے اُستاد کی زندگی میں جو ساڑھے تین سال کی مدت تھی۔ اپنے اُستاد کو، اُس کی باتوں کو، صفائی سے نہ سمجھتے تھے۔ تو بھی اس سے اور اُس کی تعلیم سے ہمیشہ دنگ اور حیران ہوا کرتے تھے۔ خصوصاً انہیں اُن کے اُستاد کا صلیبی موت سے مرنا اور تیسرے دن زندہ ہونا جس کا ذکر اُن کا اُستاد اکثر کیا کرتا تھا اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔

وہ اِس بات کے مقرِ(اقرار کرنے والا) ہیں کہ اُنہوں نے اپنے طرزِ عمل سے اپنے اُستاد کے ساتھ بے وفائیاں بھی کی تھیں۔ یہوداہ اسکریوتی نے اپنے اُستاد کو تیس روپیہ لے کر پکڑوادیا تھا (متی ۲۶: ۱۴۔۱۶؛ مرقس ۱۴: ۱۰۔۱۱؛ لوقا ۲۲: ۳۔۶) پطرس نے تین دفعہ اُستاد کا انکار کیا تھا۔ (متی ۱۴: ۶۶۔ ۷۲؛ مرقس ۱۴: ۶۶۔۶۷ لوقا ۲۲: ۵۵۔ ۶۳ یوحنا ۱۸: ۱۶۔۱۸؛ ۲۵: ۲۷)۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ یسوع مسیح نے پطرس کو شیطان کہہ کر ملامت کی تھی (متی ۱۶: ۲۳) وہ اس بات کا بھی صفائی سے اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اپنے اُستاد کو دشمنوں کے ہاتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ غالباً اس کی یہ وجہ تھی کہ اُن کے اُستاد نے اپنے بچاؤ کے لئے اُنہیں تلوار چلانے کی اجازت نہ دی تھی۔ وہ یہ بات بھی صفائی سے لکھتے ہیں کہ انہیں اُن کی کم اعتقادی پر ملامت بھی کی گئی (مرقس ۱۶: ۱۴ یوحنا ۲۰: ۱۹)۔ یسوع مسیح کے شاگردوں کی یہی کمزوریاں تھیں جو اُن کے اُستاد کی زمینی زندگی کی سنگت ورفاقت کے ایام میں رونما ہوئی تھیں۔ لیکن اس پر بھی وہ اپنے اُستاد کی محبت ووفاداری سے بندھے رہے۔ یہوداہ اسکریوتی اپنے گناہ کے احساس میں اور اپنے استاد کی بے گناہی کی موت کے رنج میں مرگیا (متی ۲۷: ۳۔ ۱۰)۔ پطرس اپنے گناہ پر تائب ہوتا ہوا زار زار رویا (متی ۲۶: ۷۵ مرقس ۱۴: ۷۲ لوقا ۲۶: ۶۱۔ ۶۲ یوحنا ۲۱: ۱۰۔۱۷) جب ان حالات پر غور کرتے ہوئے ہم اس بات کو یاد کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کے شاگردوں نے انجیل کا ایک صحیفہ بھی یسوع مسیح کی زمینی زندگی کے ایام میں نہ لکھا تھا تو اس میں حکمت خدا نظر آجاتی ہے۔

دفعہ ۲

صحف (صحیفہ کی جمع) انجیل الہام پانے کے بعد لکھے گئے

انجیل کی صحائف میں ایک صحیفہ ایسا نہیں جو بغیر الہام پانے کے اس کے مصنفوں نے لکھا ہو وہ اپنے کشف والہام کا خود ذکر کرتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے کشف والہام میں بالکل نرالی حقیقت پائی اور دیکھی۔ وہ کوئی الواح (لوح کی جمع) پر لکھی ہوئی شریعت نہ تھی۔ نہ انہیں حالت کشف میں انجیل کی تحریر ملی۔ انہوں نے حالت کشف والہام میں اپنے استاد کی رؤتیں دیکھیں۔ روح القدس کی نعمت پائی۔ جس کی مختصر کیفیت حسبِ ذیل ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

یسوع ناصری کے شاگرد اس کی صلیبی موت کا۔ اس کے کفن و دفن کا یقین رکھتے ہوئے اُس موت کے تیسرے دن سے زندہ ہونے کی رویتیں دیکھتے ہیں (۱) وہ پہلے مریم مگدلینی کو نظر آتا ہے (یوحنا ۲۰: ۱۱۔۱۷)۔ (۲) وہ دیگر عورتوں پر ظاہر ہوتا ہے (متی ۲۸: ۹)۔ (۳) وہ اماؤس جانے والے شاگردوں پر ظاہر ہوتا ہے (مرقس ۱۶: ۱۲؛ لوقا ۲۴: ۱۳۔۳۱)۔ (۴) وہ شمعون پر ظاہر ہوتا ہے (لوقا ۲۴: ۳۴؛ ۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۵)۔ (۵) بند گھر میں شاگردوں پر ظاہر ہوتا ہے (مرقس ۱۶: ۱۴؛ یوحنا ۲۰: ۱۹)۔ (۶) توما کے ساتھ گیارہ شاگردوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ مرقس ۱۶: ۱۴؛ ۱۔ کرنتھیوں ۱۰: ۵) (۷) پانچ سو شاگردوں پر ہوتا ہے (متی ۲۸: ۱۶؛ ۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۶)۔ (۸) گلیل کی جھیل پر شاگردوں پر ظاہر ہوتا ہے (اعمال ۱: ۴)۔ (۱۱) قیامت کے چالیسویں روز شاگردوں کے رُوبرو آسمان پر اُٹھایا جاتا ہے (مرقس ۱۶: ۱۹؛ لوقا ۲۴: ۵۰۔۵۳؛ اعمال ۱: ۹)۔ (۱۲) وہ پولس پر ظاہر ہوتا ہے (اعمال ۹: ۱۔۹)۔ (۱۳) پتمس کے جزیرہ میں وہ یوحنا رسول پر ظاہر ہوتا ہے (مکاشفہ پہلا باب) یہ وہ رؤیتیں اور کشف و الہام ہیں۔ جو بعد وفات خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کو ہوئے تھے۔ جنہوں نے ان کی زندگی میں عظیم تبدیلی پیدا کی تھی اور انہیں یسوع مسیح کا زندہ ہونا نہ صرف معلوم ہوا تھا بلکہ انہیں اس کی قیامت کا غیر متزلزل یقین ہو گیا تھا۔

یسوع مسیح کے بعد وفات جو ظہور ہوئے اُن کا مقابلہ اس کشف کے ساتھ کر کے دیکھو جو شاگردوں کو اس کی صورت کی تبدیلی میں ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو (متی ۱۷: ۱۔۸؛ مرقس ۹: ۲۔۸؛ لوقا ۹: ۲۸۔۳۶)۔ پس بعد وفات یسوع مسیح کے تمام ظہور اور اس کی رویتیں اس کے اسی کشفی و روئتی وجود کی دوسری صورتیں ہیں جو اس نے اپنی زندگی میں اپنے شاگردوں پر ظاہر فرمایا تھا۔ اس کشفی وجود میں اور اس کے قیامتی ظہورات میں ایسی عجیب و غریب موافقت پائی جاتی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

اس کے سوا یسوع مسیح کی صلیبی موت کے تیسرے دن سے جو شاگردوں کو یسوع مسیح کی رویتیں نظر آئیں وہ پرانے عہد نامہ کی ان رؤیتوں کا عکس و نقش معلوم ہوتی ہیں جو خداوند کے فرشتے کے رؤیتوں کے نام سے مذکور ہوئی ہیں۔ ملاحظہ ہو حضرت ہاجرہ (پیدائش ۱۶: ۷) حضرت ابرہام پر ظہور (پیدائش ۱۸: ۲؛ ۲۲: ۱۱۔۱۸) حضرت لوط پر ظہور (پیدائش ۱۹: ۱۔۱۷) یعقوب پر (پیدائش ۲۸: ۱۲؛ ۳۲: ۱) موسیٰ پر (خروج ۳: ۲) اسرائیلوں پر (خروج ۱۴: ۱۹) بلعام پر (گنتی ۲۲: ۳۱) یشوع پر یشوع (۵: ۱۵) جدعون پر (قضاۃ ۶: ۱۱۔۲۲) نوحہ پر (قضاۃ ۱۳: ۶؛ ۲۵: ۲۰)۔ داؤد پر (۲۔ سموئیل ۲۴: ۱۶) ایلیاہ پر (۱۔ سلاطین ۱۹: ۵) الیشع پر (۲۔ سلاطین ۶: ۱۷) حزقی ایل پر (حزقی ایل ۱ باب)۔ دانی ایل پر (دانی ایل ۶: ۲۲)۔ سدرک میسک عبد نجو پر (دانی ایل ۳: ۲۵) زکریاہ پر (زکریاہ ۲: ۳) یوسف پر (متی ۱: ۲۰)۔

خداوند یسوع مسیح کے ظہورات میں شاگردوں نے یسوع مسیح کے طبعی جسم کو زندہ نہیں دیکھا۔ گو انہیں تحقیق سے اس کی قبر میں یسوع مسیح کا طبعی مردہ جسم نہیں ملا تو بھی انہوں نے ایک غیر مرئی (وہ جو دیکھائی نہ دے) جسم میں اُسے بار بار دیکھا۔ اُس کے غیر طبعی جسم پر وہ نشان بھی دیکھے جو مصلوب ہونے کی حالت میں طبعی جسم پر لگے تھے تو بھی شاگردوں کی رؤیتوں کا یسوع مسیح اپنے اظہاروں میں غیر طبعی جسم میں اُن پر ظاہر ہوا تھا۔

https://noor-ul-huda.net/

یسوع مسیح کے ظہور محض چالیس دن کی حد میں محدود نہ تھے۔ کئی سال بعد وہ پولس فریسی پر ظاہر ہوا۔اس کے بہت برسوں کے بعد وہ جزیرہ پتمس میں یوحنا رسول پر ظاہر ہوا۔ پس اس کل بیان سے ان مخالفین کی بدفہمیوں کی جڑ اور بنیاد جاتی رہی ہے۔ جنہوں نے یہ بات گھڑلی تھی کہ یسوع مسیح صلیب پر مرا نہ تھا۔ صرف بے ہوش ہوگیا تھا پھر قبر میں ہوش میں آکر قبر سے نکل گیا۔ بعد کو اپنے شاگردوں کو مل کر کشمیر چلا آیا اور وہاں ہمیشہ کے لئے مرگیا۔

اس کے سوا انجیل سے ظاہر وباہر ہے کہ پنتیکوست کے دن سے پیشتر اور یسوع مسیح کی وفات وقیامت کے بعد انہوں نے نہ تو یسوع مسیح کے نام سے منادی کی نہ کوئی انجیل کا صحیفہ لکھا۔ وہ اس بات کا صفائی سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے اُستاد نے اُن کو ایسا کرنے سے تب تک منع کیا تھا۔ جب تک وہ روح القدس سے الہام نہ پائیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اُن کے اُستاد نے اُنہیں فرمایا تھا کہ

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کا روح جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی۔ کیونکہ نہ اسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے اور تم اسے جانتے۔ کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر رہو گا"(یوحنا ۱۴: ۱۶؛ ۱۷)۔

"میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمہیں یاد دلائے گا"(یوحنا ۱۴: ۲۵۔ ۲۶)۔

وہ لکھتے ہیں کہ جب یسوع مسیح مردوں میں سے زندہ ہو کر انہیں ملا تو اُس نے پھر انہیں فرمایا کہ

"تم ان باتوں کے گواہ ہو۔ اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اُس کو تم پر نازل کروں گا۔ لیکن جب تک عالمِ بالا سے قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو"(لوقا ۲۴: ۴۸۔ ۴۹؛ اعمال ۱: ۱۔ ۵)۔

کلام مافوق کے موافق وہ یروشلیم میں وعدہ مذکور کی تکمیل کے انتظار میں ٹھہرے رہے اور دعا و مناجات میں مشغول رہے (اعمال ۱: ۲۱: ۱۴)۔ ان ایام میں اُنہوں نے صرف اس قدر کام ضرور کیا کہ یہوداہ اسکریوتی کی جگہ ایک رسول چنا جو باقی گیارہ کے ساتھ مل کر رسالت کا کام انجام دے (اعمال ۱: ۱۵۔ ۲۹)۔ اس بعد لکھا ہے کہ

"جب عید پنتیکوست کا دن آیا تو وہ سب ایک جگہ جمع تھے کہ یکایک آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے زور کی آندھی کا سناٹا ہوتا ہے اور اس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا اور انہیں آگ کے شعلے کی سی پھٹتی ہوئیں زبانیں دکھائی دیں اور اُن میں سے ہر ایک پر آٹھہریں اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے۔ جس طرح روح نے انہیں بولنے کی طاقت بخشی" الخ۔ (اعمال دوسرا باب تمام)۔

اس باب میں انجیل نویسوں کے الہام پانے اور مسیحی خدمت کو شروع کرنے اور اس خدمت کے پہلے نتیجہ کا بیان آیا ہے۔ جس سے خدا کی عجیب وغریب حکمت آشکارا ہوئی ہے۔ جن شاگردوں کو الہام کی نعمت نصیب ہوئی اُن کا ایک سو بیس سے لے کر پانچ سو تک شمار بیان کیا گیا ہے۔ پس

انہیں شاگردوں میں سے بعض نے اس الہامی انعام پانے کے بعد صحائفِ انجیل کو لکھا۔ للہٰذا انجیل کا ہر ایک صحیفہ ملہم افراد کا لکھا ہوا ثابت ہے۔ صحائفِ انجیل کے ہر ایک صحیفہ سے اس کی الہامی نعمت کو دیکھا جاسکتا ہے۔ جس سے ہر ایک سمجھ دار انجیل خواں کی عقل وفکر دنگ ہوسکتی ہے۔

یسوع مسیح کے شاگردوں کی زندگی میں اُن کی خصلت وسیرت میں، ان قواء ذہنی وروحانی میں، اُن کی زندگی کے طرزِ عمل میں، الہام پانے کے بعد جو تبدیلی واقع ہوئی۔ وہ دفعہ ماقبل کے بیان کو اعمال کی کتاب کے واقعات سے مقابلہ کرکے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے۔ وہ جو روح القدس کا انعام پانے سے پیشتر کم سمجھ اور بے علم معلوم ہوتے تھے۔ وہ جو نہایت بُزدل اور کمزور نظر آتے تھے۔ وہ جو اپنی جانوں کو بچانے کے لئے یسوع مسیح کو چھوڑ بھاگنے والے دکھائی دیتے اور اس کا انکار کرکے اپنی جانیں بچاتے معلوم ہوتے تھے۔ وہی اشخاص روح القدس کا انعام پانے کے بعد علامہ اجل (جلیل القدر دانشور) بن جاتے ہیں۔ بہادری اور شجاعت مجسم ہو جاتے ہیں۔ خدا کی ننگی تلواریں دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کے معاصرین (ہم زمانہ لوگ) اُن کے علم وفضل کے آگے عاجز ہو جاتے ہیں۔ روم کی طاقت انہیں مغلوب کرنے سے عاجز ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے زمانہ کی ہتھیار بند مخالف سے نہتے اور بغیر تلوار وغیرہ کے لڑتے ہیں اور اس پر تعجب یہ ہے کہ وہ غالب رہتے ہیں۔ صاحبان اگر انجیل کے مصنف ان علامات کے ساتھ ملہم اور اگر انجیل کے صحائف ان ملہموں کی تحریرات ہو کر قابل اعتماد واعتبار نہ ہوں تو دنیا کی کون سی کتاب ہے جو کسی کے نزدیک انجیل سے بہتر معانی میں الہامی کتاب قرار پاکر مانی جاسکتی ہے؟ اگر مخالفین بائبل کے پاس بائبل یا انجیل سے افضل معانی کی الہامی کتاب ہو یا بائبل کے مساوی معانی کی الہامی کتاب ہو تو مخالفین اسے بائبل کے مقابل پیش کرکے دکھائیں تو انہیں حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

دفعہ ۳

انجیل کی انجیل یسوع ناصری کا مسیح ہونا ہے

انجیل لاریب (بے شک) الہامی کتاب ہے اور اکمل معانی میں الہامی کتاب ہے۔ البتہ اس کے الہامی پیغام یا مضمون پر غور کرو۔

ہم نے کہا کہ انجیل (۲۷) صحائف کا مجموعہ ہے۔ انہیں زیادہ سے زیادہ نو (۹) مختلف مصنفوں نے مختلف جگہوں اور مختلف وقتوں میں لکھا ہے لیکن ہر ایک صحیفہ کا مضمون واحد ہے اور وہ واحد مضمون صرف یسوع مسیح ہے۔

یہ ایک نہایت حیرت انگیز اور بالکل ایک غیر معمولی حقیقت ہے کہ انجیل کے صحائف کے تمام مصنف یہودی ہو کر اپنے زمانہ کی یہودی قوم کے عقائد اور رسم ورواج سے اور پرانے عہد نامہ کی تعلیم سے اور انبیاء کے طریقِ الہام سے واقف وآگاہ ہو کر اپنے صحف کو لکھتے ہیں۔ پر کسی مصنف کا مضمون یسوع مسیح سے باہر خدا کا تصور نہیں خدا کی شریعت نہیں۔ شریعت کے مسائل کی تفسیر وتشریح نہیں۔ اپنے زمانہ کی یہودی قوم کی غلط کاریوں کی اصلاح نہیں۔ یونانیوں، رومیوں اور دیگر بت پرست اقوام کی بت پرستی کی تردید وتکذیب (جھوٹ بولنے کا الزام لگانا) نہیں۔ انہیں اپنے زمانہ کی ملکی

https://noor-ul-huda.net/

حکومت کے مظالم کے خلاف واویلا نہیں۔ نہ خود ان مصنفوں کے شخصیتیں اُن کی تحریرات کا موضوع ہیں۔ پر ہر ایک مصنف کی تصنیف کی جان اوراس کا ہیرو یسوع مسیح کی شخصیت، اس کا کام وکلام وانجام ہے۔ اس میں خدا کی سچائی وصداقت کی اُس کی حضوری کے ظہورات کی رویتیں اور عہدِ قدیم کے کلام کی تکمیل کے مشاہدے ہی ہیں جن کو وہ معمولی حالت میں اور معمولی زبان میں لکھتے ہیں۔

ہر ایک مصنف کا یسوع مسیح دوسروں سے ایک حد تک مختلف ہے۔ ان کے یسوع مسیح کی بابت بیانات ایک دوسرے سے اختلاف وموافقت رکھتے ہیں۔ یہ اختلاف وموافقت ہی انجیل کی وہ خوبی اور صداقت ہے جو فی زمانہ بڑے بڑے مخالفین مسیحیت کا سر نیچا کرتی آئی ہے۔ کیونکہ ایک ہی موضوع پر قلیل یا کثیر افراد کا لکھنا ان کے بیان کی مخالفت وموافقت کی بنا پر ہی درست مانا جاسکتا ہے۔ اس وجہ سے انجیلی صحائف کا اپنے موضوع پر اختلاف وموافقت انجیلی بیان کی خوبی پر دال (کھرنڈ، زخم کا انگور) مانا جاسکتا ہے۔ جس بیان کو ترتیب دے کر خداوند یسوع مسیح کی بابت پوری کیفیت معلوم ہوسکتی ہے۔

مزید برآں انجیلی صحائف کے مصنفوں کے اس بیان پر جو انہوں نے یسوع مسیح کی بابت غور فرمائے ہیں غور کیا جائے اوراُسے یکجا ترتیب دے کر دیکھا جائے تو انسان کی عقل فکر دنگ رہ جاتی ہے کہ وہ یسوع مسیح کی انسانیت میں الوہیت کے وہ انوار دکھاتے ہیں کہ جو کسی کی عقل وفکر میں کبھی نہیں آئے تھے۔ ذیل کی باتوں پر غور فرمایا جائے۔

انجیل کے مصنف یسوع ناصری کو آدم قرار دیتے ہیں (۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۴۵)۔ وہ اسے مددگار، وکیل، شفیع کہتے ہیں (۱۔ یوحنا ۲: ۱) وہ اسے الفاو اومیگا کہتے ہیں (مکاشفہ ۱: ۸؛ ۲۱: ۶؛ ۲۲: ۱۳)۔ وہ اس کا نام آمین رکھتے ہیں (مکاشفہ ۳: ۱۴)۔ وہ اس کا نام مسیح رکھتے ہیں (یوحنا ۱: ۴۱)۔ وہ اسے خداوند کا مسیح کہتے ہیں (عبرانیوں ۳: ۱۳۔ ۱۴)۔ وہ اسے روح القدس سے مسح یافتہ قرار دیتے ہیں (اعمال ۱۰: ۳۸)۔ وہ اسے رسول کہتے ہیں (عبرانی ۳: ۱)۔ وہ اسے ایمان کا کامل کرنے کہتے ہیں (عبرانی ۱۲: ۲)۔ وہ اسے ابدی نجات کا بانی قرار دیتے ہیں (عبرانی ۵: ۹)۔ وہ اسے ابتدا اور انتہا کہتے ہیں (مکاشفہ ۲۲: ۱۳)۔ وہ اسے خدا کی خلقت کا مبدا کہتے ہیں (مکاشفہ ۳: ۱۴)۔ وہ اس کا نام باپ کا مولود رکھتے ہیں وہ اسے خدا کا محبوب بتاتے ہیں (متی ۱۲: ۱۸)۔ وہ اسے خدا کا پیارا بیٹا کہتے ہیں (متی ۳: ۱۷) وہ اسے روحوں کا نگہبان قرار دیتے ہیں (۱۔ پطرس ۲: ۲۵)۔ وہ اسے مبارک حاکم قرار دیتے ہیں (۱۔ تیمتھیس ۶: ۱۵)۔ وہ اس کا مقابلہ پیتل کے سانپ سے کرتے ہیں (یوحنا ۳: ۱۴)۔ وہ اس کا نام آسمانی روٹی رکھتے ہیں (یوحنا ۶: ۱)۔ وہ اسے زندگی کی روٹی کہتے ہیں (یوحنا ۶: ۴۸)۔ اسے دلہا قرار دیتے ہیں (متی ۹: ۱۵)۔ اسے صبح کا نورانی ستارہ قرار دیتے ہیں (مکاشفہ ۲۲: ۱۶)۔ وہ اسے خدا کے جلال کی رونق بتاتے ہیں (عبرانیوں ۱: ۳)۔ پھر اسے بھائی کہتے ہیں (متی ۱۲: ۵۰)۔ وہ اسے خدا کا برگزیدہ کہتے ہیں (متی ۱۲: ۱۸؛ لوقا ۲۳: ۳۵)۔ وہ اسے اسرائیل کی تسلی کہتے ہیں (لوقا ۲: ۲۵)۔ وہ اسے کونے کا پتھر قرار دیتے ہیں (افسیوں ۲: ۲۰؛ ۱۔ پطرس ۲: ۶)۔ وہ اسے چراغ بتاتے ہیں (۲۔ پطرس ۱: ۱۹)۔ اسے رہائی دہندہ بتاتے ہیں (رومیوں ۱۱: ۲۶)۔ بھیڑ خانہ کا دروازہ نام رکھتے ہیں (یوحنا ۱۰: ۷۔ ۹)۔ اس کا نام عمانوایل رکھتے ہیں (متی ۱: ۲۳)۔ اسے ہمیشہ کی زندگی قرار دیتے ہیں (یوحنا ۵: ۲۱)۔ اسے اندیکھے خدا کی صورت اوراس کی ماہیت کا نقش کہتے ہیں (عبرانی ۱: ۳)۔ ایک سچا گواہ اس کا نام رکھتے ہیں (مکاشفہ ۱: ۵؛ ۳: ۱۴؛ ۱۹: ۱۱)۔ مردوں میں پہلوٹھا اس کا نام رکھتے ہیں (مکاشفہ ۱: ۵)۔ اپنے بھائیوں میں پہلوٹھا اسے قرار دیتے ہیں (رومیوں ۸: ۲۹)۔ تمام مخلوقات میں پہلوٹھا اس کا

https://noor-ul-huda.net/

نام رکھتے ہیں (کلسیوں ۱:۱۵)۔پہلا پھل اسے قرار دیتے ہیں (۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۲۰)۔گناہگاروں کا دوست اس کا نام رکھتے ہیں (متی ۱۱: ۱۹)۔اسے خدا کی بخشش بتایا جاتا ہے یوحنا ۴: ۱۰؛ ۲۔ کرنتھیوں ۹: ۱۵)۔اسرائیل کا جلال اسے بتایا جاتا ہے (لوقا ۲: ۳۲)۔اسے مظہر اللہ بتایا جاتا ہے (۲۔ کرنتھیوں ۵: ۱۹ ؛کلسیوں ۲: ۹)۔تمام اختیارات کا سر اس کا نام رکھا جاتا ہے (کلسیوں ۲: ۱۰)۔اسے ہر ایک آدمی کا سر قرار دیا جاتا ہے (۱۔ کرنتھیوں ۱۱: ۳)۔وہ تمام چیزوں کا سر و سردار بتایا جاتا ہے (افسیوں ۱: ۲۳)۔تمام چیزوں کا وارث بتایا جاتا ہے (عبرانیوں ۱: ۲؛ رومیوں ۴: ۱۳)۔اسے سردار کاہن قرار دیا جاتا ہے (عبرانی ۳: ۱؛ ۷: ۲۶)۔نجات کا سینگ اس کا نام رکھا جاتا ہے (لوقا ۱: ۶۹)۔اسے زندہ اور مردوں کا منصف بتایا جاتا ہے (اعمال ۱۰: ۴۲)۔یہودیوں کا بادشاہ اسے قرار دیتے ہیں (یوحنا ۱: ۴۹)۔بادشاہوں کا بادشاہ اسے قرار دیتے ہیں (مکاشفہ ۱۷: ۱۴؛ ۱۹: ۱۶)۔صیون کا بادشاہ اسے قرار دیا جاتا ہے (متی ۲۱: ۵)۔خدا کا برہ اس کا نام رکھا جاتا ہے (یوحنا ۱: ۲۹، ۳۶)۔روشنی اسے ٹھہرایا جاتا ہے (یوحنا ۱: ۹)۔غیر قوموں کی روشنی اس کا نام رکھا جاتا (لوقا ۲: ۳۲) یہوداہ کے فرقہ کا شیر اسے قرار دیتے ہیں (مکاشفہ ۵: ۵)۔آسمانی خداوند اس کا نام رکھا جاتا ہے (۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۴۷) زندوں اور مردوں کا خداوند اس کا نام رکھا جاتا ہے (رومیوں ۱۴: ۹)۔خداوندل کا خداوند اس کی بابت کہا جاتا ہے (مکاشفہ ۱۷: ۱۴؛ ۱۹: ۱۶)۔ اُستاد اس کا خطاب آتا ہے (متی ۸: ۱۹)۔وہ درمیانی پکارا جاتا ہے (۱۔ تیمتھیس ۲: ۵؛ عبرانیوں ۹: ۱۵)۔مہربان اور وفادار اسے قرار دیا جاتا ہے (عبرانیوں ۲: ۱۷)۔نبی اسے قرار دیا جاتا ہے (لوقا ۲۴: ۱۹؛ اعمال ۳: ۲۲۔۲۳)۔وہ اسے مختونوں کا خادم کہتے ہیں (رومیوں ۱۵: ۸)۔ہیکل کا خادم کہتے ہیں (عبرانیوں ۸: ۲)۔داؤد کی اصل و نسل کہتے (مکاشفہ ۲۲: ۱۶)۔کلام مجسم بتاتے ہیں (یوحنا ۱: ۱۴)۔زمین وآسمان کا مختار قرار دیتے ہیں (متی ۱۱: ۲۶۔۲۷) راہ حق اور زندگی اس کا نام رکھتے ہیں (یوحنا ۱۴: ۶)۔مقدسوں کی فسح اسے قرار دیتے ہیں (۱۔ کرنتھیوں ۵: ۷)۔قیمتی موتی اس کا نام رکھتے ہیں (متی ۱۳: ۴۶)۔اسے حکیم ظاہر کرتے ہیں (متی ۹: ۱۲)۔نجات دینے والا شہزادہ اسے قرار دیتے ہیں (اعمال ۵: ۳۱)۔اسے اپنے گناہوں کا کفارہ بتاتے ہیں (۱۔ یوحنا ۲: ۲؛ ۴: ۱۰)۔جہاں کا نور بتاتے ہیں۔ دوسرا آدم بتاتے ہیں (۱۔ کرنتھی ۱۵: ۴۷)۔گڈریا قرار دیتے ہیں (یوحنا ۱۰: ۱۱)۔اسے یوناہ اور سلیمان اور ہیکل سے بڑا ٹھہراتے ہیں۔اسے ابن خدا اور ابنِ آدم کے ناموں یاد کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ کہ انجیل کے ملہموں کے لئے یسوع ناصری ان معانی میں "مسیح" ہے کہ وہ اکیلا خدا کی خدائی کا مظہر ہے۔وہ یسوع ناصری کو جو ایک بشر وانسان تھا۔بشر وانسان ہی دکھاتے ہیں پر اسے "مسیح موعود" بنا کر خدا کا عجیب وغریب مظہر بنا دیتے ہیں۔اسی سبب سے وہ نہایت دلیری سے کہہ دیتے ہیں اس میں حکمت ومعرفت کے خزانے پائے جاتے ہیں۔

بیان مافوق سے ظاہر ہے کہ انجیلی صحائف کے مصنفوں اور ملہموں کی تحریرات عوام کے لئے انجیل ہیں۔پر اُن مصنفوں اور ملہموں کی انجیل یسوع ناصری مسیح ہے۔ جس کی قدر وقیمت انسانی عقل وفکر سے بالاتر ہے اور بالاتر رہے گی۔

مزید برآں انجیل کا یسوع مسیح یونانی فلاسفر پلیٹو کے لاگاس کا، یہودی فلاسفر فیلو کے میمرا والاگاس کا، پرانے عہد نامہ کی اُن بشارات کا جو مسیحِ موعود کے متعلق آئی ہیں۔یہودی روایات خصوصاً حنوک کی کتاب کے مسیحِ موعود ایسا اکمل مابدل ہے کہ جس کی آج تک مثال ناپید ہے۔یسوع ناصری کی

https://noor-ul-huda.net/

شخصیت کوایک طرف کرکے دیکھ لوتو یونانیوں اوریہودیوں کی تمام امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں اوران کے فلسفہ کی تمام سچائی دیوانوں کے توہمات بن جاتی ہے۔

پولس کے سوانئے عہد کے تمام مصنف مچھیرے ثابت ہیں وہ اپنے زمانہ کے علم وفضل سے محروم ثابت ہو سکتے ہیں۔ وہ عوام میں سے تھے جنہوں نے یسوع مسیح سے ساڑھے تین برس تعلیم پا کراس کی زمینی زندگی میں کسی بات میں نام پیدانہ کیا تھا۔ پر یسوع مسیح کی وفات کے بعداُن کا اپنے اُستاد کو مجسم کلمتہ اللہ بنا کر مظہر اللہ بنادینا ایک ایسا تاریخی معجزہ ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی ہے۔ وہ اس کی زندگی میں کمال درجہ کے ڈرپوک اوراُس کی باتوں کو سمجھنے میں سُست اور کم فہم ثابت ہو کراُس کی وفات کے بعد اپنے اُستاد کی زندگی میں خدا کی خدائی کا اسرارِ مخفی پاتے ہیں اوراس اکیلے کو کائنات کے قفلوں کی چابی بنادیتے ہیں اور پھر عملی طور سے وہ اپنے اُستادِ کامل کے ایسے وفادار وجان نثار بن کر دکھاتے ہیں کہ جن کی وفاداری اورایمانداری کی مثال ملنا دُشوار ہے۔

اس پر انجیل کا کمال اس بات میں پایا جاتا ہے کہ انجیل نویس اپنی اپنی تحریرات معمولی عقل وفکر کے ساتھ لکھتے ہیں۔ معمولی مشاہدات کے خلاصے قلم بند کرتے ہیں۔ معمولی طور سے یسوع کی زمینی زندگی کے کام وکلام وانجام کا بیان کرتے ہیں پر اس سادگی میں وہ کچھ ایسا جادو بھر جاتے ہیں جو(۱۹۲۶) برس کی علمی دنیا کے ذہن وفہم سے بلندو بالا ہے۔ پس ہم سچائی سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر مسیحیوں کی انجیل الہامی نہیں تو دنیا کی کوئی کتاب الہامی ہونے کی ڈینگیں نہیں ہانک سکتی ہے۔ انجیل الہامی کتاب ہے۔ اسی وجہ سے ہم دیگر کتب مذہبی کو چھوڑ کر انجیل کو مانتے ہیں۔

دفعہ ۴

یسوع مسیح اور مسلم بزرگ

فصوص الحکم کا مصنف لکھتا ہے

> ''پس حق تعالیٰ عالم کی تدابیر صورت عالم کے بھی نہیں کر سکتا اوراسی واسطے اللہ نے حضرت آدم کے بارے میں فرمایا جو عالم کے سرنامہ اور نمونہ ہیں اور حضرت الٰہی کے کل صفات کے جامع ہیں اوراُس کی ذات اور صفات اور افعال کے مظہر ہیں کہ اِن اللہ خَلق اٰدم عَلٰے صُورَتِہٖ ترجمہ: اللہ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر بنایا اور اللہ تعالیٰ کی صورت سوایِ حضرات الٰہی یعنی اسماء وصفات کی دوسری چیز نہیں ہے۔ پھر اللہ نے انسان کامل میں کل اسمایِ الٰہی کو موجود کیا اور وہ اسماء اس کی ذاتی نسبتیں ہیں اوراس میں اُن حقائق کو موجود کیا جو اللہ تعالیٰ سے اس عالمِ کبیر اور مفصل میں ظاہر ہیں۔ اوراس کو عالمِ کبیر (بڑا بزرگ) کے لئے روحِ رواں بنایا اور اعلیٰ اور اسفل کو کمال صورت کے سبب سے اُس کا مسخر بنایا اور جس طرح کل اشیایِ عالم اللہ کی تسبیح اور تمجید

https://noor-ul-huda.net/

کرتے ہیں ویسی ہی جتنی چیزیں عالم میں ہیں وہ سب اس انسانِ کامل کے مسخر ہیں اور انسان کی خود کمال صورت ان چیزوں کو اُس کی مسخر کر دیتی ہے اور اُس کی حقیقت خود اس کو تقضی ہے بلکہ اللہ نے فرمایا بھی ہے کہ وسخر لکھ مافی السموات ومافی الارض جمیعامنہ اور اللہ نے اپنی طرف سے تمہاری مسخر (فتح کیا گیا) اُن چیزوں کو کر دیا جو زمینوں اور آسمانوں میں ہیں۔ پس جتنی چیزیں کہ عالم میں ہیں وہ سب انسانِ کامل کے زیر تسخیر ہیں اور جو اس کو جانتا ہے اور وہی جانتا ہے اور وہ جو اسے جانے وہ انسان کامل ہے اور جو اس کو نہیں جانتا ہے وہی نادان ہے اور وہی انسان صورت حیوان سیرت ہے"۔

(منقول از فصوص الحکم صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ مجتبائی پریس لکھنؤ)

انسانِ کامل حصہ دوم کا مصنف لکھتا ہے۔ پس اب جاننے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا نسخہ جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ وہ خبر یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ کیونکہ اللہ تعالی حیّ ہے اور علیم ہے اور قادر ہے اور مرید ہے اور سمیع ہے اور بصیر ہے اور متکلم ہے۔ ایسے ہی انسان بھی حیّ ہے اور علیم ہے اور سمیع اور بصیر متکلم ہے۔ پھر ہویت کے ساتھ مقابل ہے اور انیت (بے انصافی، ظلم) کا انیت کے ساتھ ہے۔ کل کا کل ساتھ۔ اور شمول کا شمول کے ساتھ خصوص کا خصوص کے ساتھ مقابل ہے اور اس کا ایک اور مقابلہ ہے کہ حقائق ذاتیہ (شخصی) کے ساتھ حق کا مقابل بھی ہے اور ہم نے اس کتاب میں کئی جگہ اس کا ذکر کیا ہے یہاں اس کا بیان اسی قدر کافی ہے۔

پھر جاننا چاہئے کہ انسان کامل وہ ہے کہ جو اسماء ذاتیہ اور صفاتِ الٰہیہ کا اصلی اور ملک کے طور پر مقتضاء ذاتی کے حکم سے مستحق ہو۔ کیونکہ وہ ان عبارات کے ساتھ اپنی حقیقت سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان اشارات کے ساتھ اپنے لطیفہ (اچھی چیز، نیکی، دلچسپ، انوکھا) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کا وجود میں سوائے انسانِ کامل کے کوئی مستند نہیں ہے۔ پس اس کی مثال حق کے لئے ایسی ہے جیسے ایک آئینہ کہ اس میں کوئی شخص اپنی صورت بغیر اُس آئینہ کے نہیں دیکھ سکتا ہے، ورنہ بغیر اللہ کے اسم کے اپنے نفس کے صورت دیکھنا اُس کو غیر ممکن ہے۔ پس وہ اس کا آئینہ ہے اور انسانِ کامل بھی حق آئینہ ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالی نے اپنے نفس پر یہ امر واجب کر لیا ہے کہ اپنے اسماؤ اور صفات کو بغیر انسانِ کامل کے نہیں دکھاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کے اس قول کے یہی معنی ہیں اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۔

ترجمہ: یعنی اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا کیونکہ اس کو اس درجہ سے اپنے مرتبہ کا نہ جاننے والا نازل کیا اس واسطے کہ وہ امانت الٰہی کی جگہ ہے۔ مگر وہ نہیں جانتا؟ (سورۃ الاحزاب آیت ۷۲)۔

https://noor-ul-huda.net/

دفعہ ۵

انجیل کا یسوع مسیح دنیا بھر کی اقوام کی امید کی تکمیل ظاہر کیا گیا ہے

ہم طوالت کے خوف سے یسوع مسیح کے زمانہ کی دنیا کی امید کا بیان مفصل نہیں کر سکتے تو بھی ناظرین کرام کی تسلی کے لئے کچھ حوالے نقل کرتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:۔

ا۔ یہودی قوم کے پاک نوشتوں کی امید یسوع مسیح میں پوری کر کے دکھائی گئی ہے۔

ملاحظہ ہو مثلاً پیدائش ۳: ۱۵؛ متی ۴: ۱۔۱۱؛ گلتیوں ۴: ۴؛ کلسیوں ۲: ۱۵؛ پیدائش ۱۲: ۳؛اعمال ۲: ۱۔۱۱؛ پیدائش ۴۹: ۱۰؛ یوحنا۱۲: ۳۲؛ ۱۹: ۱۵؛ خروج ۱۲: ۴۶؛ یوحنا۱۹: ۳۳؛احبار ۱۶: ۷۔ ۲۲؛ یوحنا۱: ۲۹؛ گنتی ۲۴: ۱۷؛ متی ۲: ۲؛ مکاشفہ ۲۲: ۱۶؛استثنا۱۸: ۱۵؛ متی ۱۳: ۵۴۔۵۶؛لوقا۱۹: ۴۸؛ ۲۴: ۱۹؛ایوب ۱۹: ۲۵؛یوحنا۷: ۳۷؛ ۸: ۵۸؛زبور ۲: ۶؛ متی ۲۸: ۱۸؛زبور ۱۶: ۱۰؛ متی ۲۸: ۶؛زبور ۲۲: ۱؛ متی ۲۷: ۴۶؛زبور ۲۲: ۱۸؛یوحنا۱۹: ۲۳؛زبور ۴۰: ۶۔۸؛یوحنا۵: ۳۰؛زبور ۴۵: ۲؛لوقا۴: ۲۲؛زبور ۱۸: ۱۸؛مرقس ۱۶: ۱۹؛زبور ۶۹: ۹؛یوحنا۲: ۱۴۔۱۷؛زبور ۶۹: ۲۱؛یوحنا۱۹: ۲۸؛زبور ۱۱۰؛متی ۲۲: ۴۴؛زبور ۱۱۸: ۲۲؛ متی ۲۱: ۴۳؛یسعیاہ ۷: ۱۴؛ متی ۱: ۲۳؛یسعیاہ ۹: ۶؛ متی ۱۱: ۲۷؛لوقا ۲: ۱۱؛ ۲۱: ۲۱؛ ۱۔ تیمتھیس ۳: ۱۶؛یسعیاہ ۳۵: ۴۔۶؛متی ۱۱: ۳۔۵؛یسعیاہ ۴۲: ۱؛ متی ۱۲: ۱۵۔۲۱؛مرقس ۱: ۱۰؛ ۱۰: ۴۵؛یسعیاہ ۵۳: ۷؛ متی ۲۶: ۳۸،۶۷؛لوقا ۲۳: ۱۸؛یوحنا ۱: ۱۱؛یسعیاہ ۵۳: ۹؛ متی ۲۷: ۳۸؛ ۵۷۔۶۰؛یسعیاہ ۶۱: ۱؛لوقا ۴: ۲۱؛یرمیاہ ۲۳: ۵۔۶؛ ۲: ۴۴؛ متی ۲: ۲؛لوقا ۱: ۲۳؛دانی ایل ۹: ۲۶؛یوحنا ۱۱: ۵۰؛ ۱۴: ۳۰؛ہوسیع ۱۱: ۱؛ ۱۳: ۴؛ متی ۲: ۱۴؛ہوسیع ۱۳: ۱۴؛ متی ۲۸: ۶؛میکاہ ۵: ۲؛ متی ۲: ۶؛حبقوق ۲: ۷،۹؛لوقا ۲: ۱۴؛زکریاہ ۹: ۹؛یوحنا ۱۲: ۱۲۔۱۵؛زکریاہ ۳: ۷؛ متی ۲۶: ۵۶؛ملاکی ۳: ۱؛لوقا ۷: ۲۷ وغیرہ

۲۔ ہم نے کہا کہ یسوع مسیح کے شاگرد اپنے اُستاد کی زمینی زندگی کے ایام میں نہایت معمولی اور عام اِنسان معلوم ہو سکتے ہیں۔ ان میں عام کمزوریاں نظر آسکتی ہیں۔ پر ان کی تحریرات کو غور سے پڑھ کر دیکھو تو تمہیں اُن کی معلومات نہایت وسیع نظر آئیں گی۔ وہ غیر یہودی اقوام کی بابت یہودی قوم سے بالکل نرالہ فیصلہ رکھتے معلوم ہوتے ہیں وہ غیر یہودی اقوام میں خدا کے جاننے والے اور خدا کے گواہوں کا دیدار کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ زمانہ ماضی اور حال کی غیر یہودی اقوام بھی اپنی فطرت کی روشنی میں خداشناسی کے درجہ تک پہنچتی نہیں۔ اگرچہ ان اقوام میں آج تک خدا پرستی کی جگہ باطل پرستی نے لے رکھی ہے۔ بطور مثال اعمال ۱۴: ۱۶۔۱۷؛ ۱۳: ۴۶۔۴۷؛ رومیوں ۱: ۱۹۔۲۳ کا ملاحظہ فرمایا جائے۔

یسوع مسیح کے شاگردوں کی یہ وسعت نظری اور وسعت خیالی ہر ایک سلیم الطبع (حلیم، دانش مند) ناظر (محافظ) کے لیے حیران کرنے والی حقیقت ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے غیر یہودی اقوام کے بزرگوں کی واجبی عزت کرکے اُن کی عقلی و طبعی روشنی کی قدر و توقیر قائم کر دی ہے۔ یہ خیال یہودی

https://noor-ul-huda.net/

قوم میں ناپید تھا۔اس سے اُنہوں نے الہامی اور عقلی روشنی کا مصدر و منبع ایک ہی تسلیم کیااور وہ اُن کے نزدیک اسرائیل کا خدا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ اِس بات کو بھی ظاہر کر گئے کہ اہلِ عقل فی زمانہ الہامی صداقت کے محتاج چلے آئے ہیں۔ کیونکہ یسوع مسیح کا غیر اقوام کے لیے برکت و نور مقرر ہونا اور ان کا زمین کے کناروں تک نجات کا باعث ہونا ہے۔ان نزدیک ایک الہامی صداقت ہے جس کا عقل نے بھی اعتراف کیا ہے۔ یسوع مسیح کے شاگرد غیر اِسرائیلی اقوام میں ان گواہوں کے نام نہیں بتلا سکے جو خدا نے اُن میں پیدا کئے تھے۔ پر ہم اُن کے نام بھی پیش کر سکتے ہیں۔ جو غیر اِسرائیلی اقوام میں عقلی روشنی پاکر خدا پر کسی نہ کسی معانی میں گواہی دے گئے تھے۔ مثلاًAsian Christologyنامی کتاب مطبوعہ مرذرن اینڈ کمپنی لیمیٹیڈ The Maheyauaٹوکیو۔اساکا یکوہاماواقع جاپان کے مصنف نے صفہ ۷۶ اپر کنفوشس کی یہ پیشنگوئی لکھی ہے کہ

"مغرب میں ایک سادھو پیدا ہو گا جو مقدس تثلیث یاٹرائنگل کا کھویا ہوا علم بحال کرے گا"۔

گفوتزے یا کنفوشیئس اور مہاتمابدہ دراصل ہم زمانہ تھے۔ مہاتمابدہ کا نردان (۴۷۸) قبل از مسیح ہوا تھا اور کنفوشس کا انتقال (۴۷۹) قبل از مسیح ہوا تھا۔

۳۔اس سے بڑھ کر مہاتمابدہ کی پہلی پیشنگوئی ہے جسکا ملخص (خلاصہ) حسب ذیل ہے۔ مہاتمابدہ نے فرمایا تھا کہ

"میری وفات کے پانچو سو برس بعد ایک دوسرا مذہب کا اُستاد مبعوث ہو گا۔ جو اس پیشنگوئی کے پورا ہونے پر ایمان پیدا کرے گا۔ تم کو جاننا چاہیے کہ ہو اپنی تعلیم کو نہ ایک بدیا (علم، چال، علم کی دیوی، جادو) پر نہ دو پر نہ تین پر نہ چار پر نہ پانچ پر نہ دس ہزار پر بلکہ تمام بدھا (مرددانا) پر رکھے گا۔ کیونکہ وہ تمام بدھا کا چشمہ یا مصدر ہے جب میری بشارت کا ثبوت آجائے تب تم کو اس پر ایمان لانا چاہیے اور تب تم بے شمار برکت پاؤ گے۔

تب آپ کے پیارے شاگرد انند نے کہا کہ جب وہ آئیگا تو ہم اُسے کیسے جانیں؟

تب اُستاد نے جواب دیا کہ اُس کا نام میتریا ہو گا جس کا ترجمہ محبت ہے"۔

کتاب ایضاً صفہ ۹۷۔

۴۔ مہابھارت کے ناموں سے کون واقف و آگاہ نہیں۔اِسکا اُردو میں ترجمہ ملک الشعرا منشی وواسکار شاد انق لکھنوی نے اُردو میں کیا ہے اُس کے (۱۱۴) صفحہ پر یہ پیشین گوئی مذکور ہے کہ اس دورہ میں پیشنگوئی ہے کہ

"بلدہ سبنل مراد آباد میں بھادوں کرشن ۳ کو مناڈہ برہمن بشن شرما نام کے گھر میں کلکی یعنی نشکلنک ادتا ہو گا"۔

https://noor-ul-huda.net/

مافوق بیان سے اگر یہ نتیجہ نکالنا بعید اور فہم نہیں کہ خدا نے غیر یہودی اقوام کو جو عقلی روشنی بخشی اُس کا موعود بھی یہودیوں کے مسیح موعود" کی سی شخصیت ہی تھا جس سے پایا جاتا ہے کہ الہامی نوشتوں کے مسیح موعود میں اور غیر یہودی اقوام کے لاگاس اور مغربی سادھو اور نشکلنک اوتار اور بدھا کے یشور (خدا) میں کوئی فرق نمایاں نہیں ہے۔اس سے یہ خیال تو ضرور پیدا ہو سکتا ہے کہ یسوع مسیح کے معانی کی ہستی کی آمد کی اقوام دہر منتظر تھیں۔ مگر اُن کی انتظاری صرف یہودی قوم کے یسوع مسیح میں پوری ہوئی اسی سبب سے اُس کے شاگردوں نے سچائی سے اس بات کو لکھا ہے "اور کسی دوسرے وسیلے سے نجات نہیں۔ کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا۔ جس کے وسیلے سے ہم نجات پا سکیں" (اعمال ۴: ۱۲)۔

تیسرا باب

بائبل اور قرآن شریف کی بابت تحریف و تنسیخ کے متعقدوں کے عقیدے

پہلے باب میں مخالفین بائبل کے خیالات کو روبرو رکھ کر ہم نے اجمالاً (مختصر) بائبل کی اصلیت واعتبار کا۔اس کی برکات و فتوحات کا مسیحی نقطہ خیال سے بیان کیا ہے۔تاکہ ناظرین کرام ان الزامات کی سماعت کے لیے تیار ہو جائیں جو باب ہذا میں پیش ہونے کو ہیں دراصل باب اول کا بیان نہایت مختصر ہے۔ طوالت کے خوف سے اور رسالہ کی ضخامت کو قابو میں رکھنے کو لیے ہم اس میں اضافہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ورنہ بائبل کی اصلیت واعتبار کا مضمون نہایت وسیع ہے جس پر ہم بافضل خدا بہت کچھ لکھ سکتے تھے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہمارے موجودہ پروگرام کی تکمیل کے لیے کافی ہے۔اس سے بائبل کے مسلم مخالفین کی اصلیت واعتبار کی بابت مسیحی خیالات کا نمونہ دکھانا مطلوب تھا۔ سو وہ ہم نے باب اول دوم میں پیش کر دیا ہے۔

باب ہذا میں ہم بائبل اور قرآن اور عربی کی بابت مسلمانوں کے عقائد و بیانات پیش کرنے والے ہیں۔ جو حق پسندوں کے دل ہلانے والے ہیں۔ یہ عقائد و بیانات سب مسلمانوں کے نہیں ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے ایک فریق کے ہیں جو بائبل کی تحریف و تنسیخ کا معتقد ہے جو مسیحیت کو کفرودجل (جھوٹ، فریب) کا ہم معنی خیال کرتا ہے۔ جو مسیحیوں کو کافر و مشرک ودجال (جھوٹا، مخالف مسیح۔ روایت کے مطابق ایک جھوٹا شخص جو اخیر زمانہ میں پیدا ہوگا۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح اسے قتل کریں گے) یقین کرتا ہے۔ باب ہذا میں اس مسلم فریق کے عقائد و بیان کو پیش کر کے اسکی غلطی کو اس آشکارا کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ تاکہ اس فریق کی مسیحیوں اور مسلموں میں نفرت انگیزی کو روکا جائے ناظرین کرام سے امید کرتے ہیں کہ وہ آنے والے بیان کو غور فکر سے دیکھیں گے۔

https://noor-ul-huda.net/

پہلی فصل

بائبل کی تحریف کے مدعیوں کا مع ثبوت دعویٰ

سنت جماعت کا عقائد نامہ "شرح عقائد نسفی" "ترجمہ تہذیب العقائد ایک نہایت مشہور و معروف کتاب ہے جس میں لکھا ہے۔

"یہ انجیل وتوریت وہ نہیں جس کا قرآن میں ذکر ہے۔اہلِ کتاب جواُن کو وہی بتاتے ہیں یہ اُن کا فریب ہے۔نزول قرآن مجید کے وقت اصل توریت وانجیل ودیگر صحفِ انبیائِ سابقین دنیا پر نہ تھے۔حوادث (حادثہ کی جمع) زمانہ سے صفحہ عالم سے ناپید ہوگئے تھے"۔

صفحہ ۱۴۰ وعقائد والسلام مصنفہ مولوی عبدالحق صاحب دہلوی صفحہ ۹۶ سے ۹۸ تک۔اس پر پیغامِ صُلح لاہور مطبوعہ ۶، ۲۰ ستمبر ۱۹۴۰ء میں حسب ذیل بیان لکھتا ہے۔جس میں سے بغرض اختصار صرف ۲۰ ستمبر کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔دہو ہذا۔

کتب سابقہ میں تحریف

قرآن مجید کا یہود نصاریٰ کو بار بار تحریف کا مجرم قرار دینا ہی ثابت کرتا ہے۔کہ یہ تحریف صرف معنوی نہیں۔کیونکہ تحریف معنوی میں تو اِنسان اپنے قصور فہم اور عقل نارسا (بے اثر) کی وجہ سے ایک حد تک معذور بھی ہے۔اس کے علاوہ کسی کتاب یا الفاظ کے معانی کے متعلق اختلافات کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔دنیا میں بہت سے اختلافات اسی بنا پر ہوتے ہیں اور بسا اوقات دونوں مخالف فریق نیک نیتی سے اپنے اپنے مفہوم پر اڑے ہوتے ہیں۔اس قسم کے اِختلافات تواِنسان کی فطرت میں داخل ہیں۔قرآن حکیم نے اس حقیقت کو يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ کے پُر حکمت الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔اس قسم کی تحریف معنوی پر خدائِ رحیم وکریم کی طرف سے یہ عتاب (ملامت، غصہ) کہ:۔

فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ رحمت خداندی سے بعید معلوم ہوتا ہے۔

متقدمین اگرچہ زمانہ حاضرہ کے انکشافات سے بصیرت افروز (روشن کرنے والا) نہ تھے۔تاہم تحریف لفظی کے قائل تھے۔اور آیات کریمہ۔ (۱) يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ (۲) يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ اور(۳) يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ سے تحریف معنوی کے ساتھ تحریف لفظی بھی مراد لیتے تھے۔چنانچہ بن حرر میں حضرت مجاہد سے روایت ہے:۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن

https://noor-ul-huda.net/

مَّوَاضِعِهِ تبدیل الیھو التوراۃؑ میں یہود کا تورات کو تغیر و تبدیل کرنا بیان فرمایا ہے اور اسی کتاب میں يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ کی تفسیر میں لکھاہے کان ناس، من بنی اسرائیل کتبو کتابا بایدیھم لتاکلو الناس، فقالوا ھذا من عند اللہ و ما ھو من عند اللہ یعنی بنی اسرائیل میں سے لوگ تھے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے تھے۔ تاکہ اس ڈھب (طور، طریقہ) سے لوگوں کا مال کھائیں اور کہتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ حالانکہ وہ کتاب خدا کی طرف سے نہ ہوتی تھی۔ پھر ان سب اقوال سے بڑھ کر وہ تفسیرِ نبوی ہے جو خود مہبط (اترنے کی جگہ) وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے وویل لھم مما یکسبون کی فرمائی اور جس کو حضرت عثمانؓ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ وھو الذی انزل فی ایھود لامنھم حر فو التوراۃ' وازدادوا فیھا ما یحبون' ومجوا عنھا ما یکرھون یعنی و یل الھم الخ کی آیت خداوند تعالیٰ نے یہود کے لیے نازل فرمائی ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے توراۃ میں تحریف کی اور جو ناپسند ہوا وہ نکال دیا۔

دیکھئے ان الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس صفائی سے تحریف لفظی کو بیان فرمایا ہے اور نہایت مشرح اور مفصل طور پر بتادیا کہ توراۃ میں بعض جگہ یہود نے اپنی طرف سے الفاظ داخل کردیئے ہیں اور بعض جگہ کم کردیتے ہیں۔ کیا تحریف لفظی کی اس سے زیادہ وضاحت ہوسکتی ہے؟ اس تفسیرِ نبوی کے بعد اب کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یکتبون الکتاب بایدیھم سے صرف تحریف معنوی ہی مراد لے۔ ''پیغام صلح'' کے ایک نامہ نے کسی گذشتہ اشاعت میں یہ لکھا تھا کہ توراۃ انجیل میں صرف اس قسم کی تحریف ہوئی جس طرح بعض مسلمانوں نے حدیثیں وضع کرلیں۔ لیکن غالباً اس تحریر کے بعد نامہ نگار موصوف اپنی رائے کو بدلنے پر مجبور ہونگے۔

یہود نے زبانی روایات میں تحریف نہیں کی بلکہ کتاب اللہ یعنی تورات میں تحریری تحریف کی، کچھ اس میں زیادہ کردیا اور کچھ کم۔ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ (مولوی مصطفیٰ خاں بی۔اے)۔

بیان مافوق اس بات کا شاہد و گواہ ہے کہ ہمارے مسلم بھائیوں میں بائبل کی تحریف و تنسیخ کی بس گمانی عام طور سے مسلمانوں کے اعتقاد کا جزو بن گئی ہے۔ احمدی اصحاب خصوصاً اس بس گمانی سے یہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش میں سرگرم کار ہیں کہ سادہ لوح مسلمانوں کو قرآن شریف کے نام سے بائبل کی تحریف و تنسیخ کا سبق پڑھا کر انہیں عیسائیت و عیسائیوں کی طرف سے سخت بدظن کردیں تاکہ نہ صرف مسیحیوں اور مسلمانوں میں خوشگوار تعلقات پیدا نہ ہوں۔ بلکہ مسلمان مسیحیوں کو سخت گناہگار اور قصوروار یقین کرکے ان سے وہی سلوک روا رکھیں جو کافروں اور مشرکوں سے روا رکھا گیا ہے۔ مولوی مصطفیٰ خاں کے مضمون پر خصوصیت سے غور فرماؤ کہ آپ کس دلیری سے قرآن و حدیث سے اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ یہودیوں اور

https://noor-ul-huda.net/

عیسائیوں نے اپنی بائبل کو بدل ڈالا ہے۔ آپ قرآن شریف سے اور حدیث شریف سے ثبوت نقل کر چکے ہیں۔ جیسا کہ ان کے بیان سے روشن ہے۔ ہم حق پسند ناظرین کو بتادینا چاہتے ہیں کہ قرآن وحدیث مولوی مصطفےٰ خاں صاحب کے بیان پر ختم نہیں ہوگئی ہے۔ قرآن وحدیث کے نام سے بائبل کی تحریف وتنسیخ کا اور عیسائیوں کی بددیانتی کا وہ نتیجہ نکالنا جو آپ نے نکالا ہے آپ کی ہر گز دیانت وامانت کا شاہد نہیں ہے۔ یہ نتیجہ ایسا ہے۔ جیسا کہ کوئی قرآن شریف کے (لاتقربوالصلوٰۃ) کی سند سے نماز نہ پڑھنے کا نتیجہ نکال دکھائے۔

ہمیں بائبل کی تحریف وتنسیخ کے مدعی اصحاب سے یہی شکایت ہے کہ انہوں نے جو بائبل کی تحریف وتنسیخ کی بابت اور عیسائیوں کی دیانت وامانت کی نفی کی بابت غلط فہمی پھیلائی ہے۔ وہ ہر گز قرآن وحدیث کے درست علم اور کافی علم کی بناپر نہیں پھیلائی ہے نہ کسی تحقیق کی بناپر پھیلائی ہے۔ بلکہ قبل از تحقیق یہ بدگمانی پیدا کرلی اور بعد کو اُسے ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی کسی آیت اور موضوع روایت میں پناہ تلاش کرلی۔ جیسا کہ مولوی مصطفےٰ خاں صاحب کے بیان سے روشن ہے۔ ورنہ قرآن وحدیث میں بائبل کی تحریف وتنسیخ کا بیان وثبوت ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو اعلیٰ طبق کے مسلم علماء نے ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے جیسا کہ ہم انشاءاللہ آگے چل کر دکھا بھی دیں گے۔

بائبل کی تحریف وتنسیخ کے مدعی اصحاب کا ایک یہ بھی طرز عمل نرالا ہے کہ وہ بائبل کو محرف اور منسوخ مان کر پھر اسی بائبل سے حضرت محمد کی نبوت ورسالت کی پیشنگویاں تلاش کرکے بیان کیا کرتے ہیں، کہ بائبل میں احمد کے آنے کی پیشنگوئی پائی جاتی ہے فلاں عبارت جو بائبل میں موجود ہے وہ حضرت محمد کی بشارت ہے۔ ان اصحاب عقل ودانش کو یہ بات بھی یاد نہیں رہتی کہ اگر بائبل حضرت محمد کے زمانہ سے پیشتر یا آپ کی آمد سے تحریف محرف ومنسوخ ہوچکی ہے۔ تو پھر ایسی کتاب سے حضرت محمد کی نبوت ورسالت پر سند پکڑنا سراسر عبث ہے۔ مگر بائبل کی تحریف کے مدعی بھلا کب کسی کی سنتے ہیں؟

دوسری فصل

بائبل اور قرآن کا رشتہ

وہ مسلم اصحاب جو بائبل کی تحریف وتنسیخ کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ دانستہً یا نادانستہً قرآن شریف کو بھی تحریف وتنسیخ کی ذیل میں لانے کی کوشش میں سرگرم کار ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف اس بات کا شاہد ہے کہ وہ عیسائیوں اور یہودیوں کی کتبِ مقدسہ واحد ہیں یا قرآن عربی عیسائیوں کی بائبل کا ہی ایک حصہ ہے۔ اگر بائبل تحریف وتبدیل ہوگئی ہو۔ اگر بائبل منسوخ ہوگئی ہو تو قرآن عربی جو اُسی محرف ومنسوخ کتاب کا ایک حصہ ہے۔ کسی طرح قابلِ اعتبار عمل نہیں مانا جاسکتا ہے۔ قرآن شریف کی ذیل آیات پر غور فرمایا جائے،

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ

https://noor-ul-huda.net/

یعنی جو کچھ تجھ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا اُس کے سوا تجھ سے کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔(حم السجدۃ آیت ۴۳)۔

اگر ہمارے مخاطبوں کو اُن رسولوں کی خبر نہ ہو۔ جن کے کلام سے حضرت محمد کو خوبصورت عربی کلام سنایا جاتا تھا۔ تو ہم قرآن شریف ہی میں آیا ہے۔

وَ الَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَ مَا وَصَّیۡنَا بِہٖۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسٰۤی

اور جو وحی ہم نے تیری طرف بھیجی ہے وہی ہے جو ہم نے ابراہام وموسیٰ عیسیٰ کو وصیت کی تھی۔ شوریٰ(۱۲) رکوع۔

قرآن شریف کو اس بات کا صفائی سے اقرار ہے کہ انبیاء مافوق کی وحی کو بصورت قصص حضرت محمد تک پہنچایا گیا۔ جیسا کہ لکھا ہے۔

وَ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَ مَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ

"اور ہم نے تمہاری طرف صاف صاف آیات اُتاری ہیں اور (وہ) اُن لوگوں کی تمثیلات میں جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ اور (وہ) پرہیز گاروں کے لیے نصیحت ہیں۔(سورۃ نور آیت ۳۴)۔

پھر یوں بھی لکھا ہے کہ

وَ رُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰہُمۡ عَلَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ وَ رُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡہُمۡ عَلَیۡکَ

"اور بہت سے رسول ہم بھیج چکے۔ جن کے قصّے ہم پہلے تجھ بیان کرچکے ہیں اور بہت سے رسول اور ہیں جن کے قصے ہم نے بیان نہیں کیے"۔

(سورۃ نسا آیت ۱۶۴)۔

پھر انبیاءِ بائبل کے جو بصورت قرآن حضرت محمد کو قصص سنائے جاتے تھے اُن کی غرض اور ان کے مقصد کا بھی خیال فرمایا گیا ہے۔ اُن کے تین اعلیٰ مقصد تھے۔ جن میں سے مقصد **اول** یہ تھا کہ حضرت محمد کے دِل کو اُن سے تسکین حاصل ہو۔ جیسا کہ لکھا ہے۔

وَ کُلًّا نَّقُصُّ عَلَیۡکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ

یعنی اور کل رسولوں کے قصے تجھ پر بیان کرتے ہیں تاکہ اُن سے تیرا دل قائم کردیں۔(سورۃ ہود آیت ۱۲۰)۔

https://noor-ul-huda.net/

دوم دوسرے لوگوں کے غور وفکر کے لئے قصص بیان کئے گئے تھے۔ مثلاً لکھا ہے۔

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

پس ان پر قصص میں سے قصے بیان کرتا کہ وہ ان پر سوچیں۔(الاعراف آیت ۱۷۶)۔

سوم۔ بائبل کی تصدیق اور مومنین کی تعلیم کے لیے قصے سنائے گئے تھے جیسا کہ لکھا ہے۔"البتہ تحقیق ہے بیچ قصے اُن کی نصیحت واسطے صاحبوں وعقل کے۔ نہیں ہے بات کہ باندھ لی جائے۔ لیکن سچا کرنے والا اس چیز کو کہ آگے اُس کے ہے اور تفصیل ہر چیز کی اور ہدایت اور رحمت واسطے اِس قوم کے اِیمان لاتے ہیں"۔

سورۃ یوسف کی آخری آیت (ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب)

مندرجہ صدر آیات کے اوپر قرآن شریف کا ذیل کا اِضافہ بھی موجود ہے۔ لکھا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى

یعنی تحقیق میں قرآن تو صحائف اولیٰ یعنی صحف ابراہیم وموسیٰ میں پایا جاتا ہے۔(سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۸۔۱۹)۔

قرآن شریف کی مافوق آیات مظہر ہیں کہ حضرت محمد کو انبیاء ماقبل کے کلام کے سوا کچھ سکھایا ہی نہیں گیا۔ وہ انبیاء ماقبل بھی احمدی کے غیر یہودی انبیاء کی مراد نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ صاف بتادیا گیا ہے کہ جن انبیا کا کلام حضرت محمد کی طرف وحی کیا گیا وہ حضرت ابراہیم کی نسل کے انبیاء تھے۔ جن میں سے حضرت موسیٰ وعیسیٰ زیادہ مشہور ہیں۔ پھر جس طریق سے یہودی انبیاء کا کلام حضرت محمد کی طرف وحی کیا گیا وہ طریق قصص سنانے کا بتایا گیا ہے اور جس مقصد وغرض کے لئے یہودی انبیاء کا کلام حضرت محمد کی طرف وحی کیا گیا تھا۔ وہ غرض ومقصد بھی مذکور ہو چکا تھا۔اس پر بتایا جاچکا ہے کہ جو قرآن حضرت محمد کی طرف وحی کیا گیا تھا وہ ابرہام وموسیٰ کے صحائف میں مذکور ہے۔

اب خدا ترسی اور حق پسندی کو مدِ نظر رکھ کر موجودہ متن قرآن کو من وعن حضرت ابرہام موسیٰ وعیسیٰ کے صحائف میں ہر گز نہیں دکھایا جا سکتا۔ بائبل جو یہودی انبیاء کے کلام کا مجموعہ ہے۔ قرآن عربی کے موجودہ متن میں من وعن نہیں دِیکھائی جاسکتی ہے۔ برعکس اس کے قرآن عربی کا کثیر حصہ خلاف بائبل بیانات سے علاقہ رکھتا ہے۔ یہ بات حیرت وتعجب سے دیکھی جاسکتی ہے کہ تمام قرآن میں توریت وانجیل کے نام سے صرف آیات ہی قرآن میں مذکور ہوئی ہیں۔ باقی تمام بائبل کو چھوڑا گیا ہے۔ مثلاً لکھا ہے۔

۱۔ وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

یعنی اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس (کتاب) میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ور مجروحی کے لئے قصاص اور جس نے بخش دیا اس کے واسطے وہ کفارا ہوا۔ (سورۃ المائدۃ آیت ۴۵)۔

(خروج ۲۱: ۱۳، ۲۴) میں آیا ہے۔ اور اگر اس صدمہ سے وہ ہلاک ہو جائے تو جان کے بدلے جان لے، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ"۔

۲۔ حضرت ابرہام اور موسیٰ کے صحائف کے نام سے ایک قول یوں لکھا گیا ہے یعنی۔

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى

یعنی بالتحقیق یہی ہے پہلی کتابوں میں ابرہام و موسیٰ کی۔ (سورۃ اعلیٰ آیت ۱۸ اور ۱۹)۔

۳۔ حضرت ابرہام و موسیٰ کے صحائف کے حوالے سے ذیل کی آیت بھی آئی ہے یعنی

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى

یعنی کیا اسے اُس کی خبر نہ پہنچی جو کتب موسیٰ و ابرہام میں جس نے وفا کی کہ بوجھے والا دوسرے کا بوجھا نہیں اُٹھاتا اور نہیں انسان کے واسطے بجائے اس کے جو اس نے کمایا۔ (سورۃ نجم آیت ۳۷۔ ۴۰)۔

وہ شخص جو تحریف کے مسلم خیال کو روبرو رکھ کر قرآن شریف کی آیات مافوق غور کرتا ہے۔ وہ اُس کے اِس خیال سے عقل و فکر دنگ ہو جاتی ہے۔ کہ قرآن شریف جو مسلم صاحبان کے نزدیک یہودیوں اور مسیحیوں کی بائبل کا نعم البدل (اچھا بدلہ) خیال کیا گیا ہے۔ توریت مقدس کے تمام متن کو چھوڑ کر صرف آیات مافوق میں اس کی تین آیات کو ہی ناتمام صورت میں اقتباس کرتا ہے۔ توریت مقدس جو ایک ضخیم کتاب اور پانچ کتابوں کا مجموعہ ہے۔ اس کا کہیں ترجمہ پیش نہیں کرتا۔ کیا یہ مثال توریت شریف میں اتنا ہی متن اور اس کا اتنا ہی متن مفہوم تھا جتنا کہ قرآن شریف کے اُن اقتباسوں میں آیا ہے جو توریت اور موسیٰ کی کتاب کے نام سے قرآن عربی میں قبول کئے گئے ہیں؟ کیا قرآن شریف کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر کوئی عیسائی مسلم

https://noor-ul-huda.net/

بھائیوں پر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ اگر عیسائیوں نے بائبل کو تحریف کیا ہے جس کا آج تک ثبوت ندارد (غیر حاضر) ہے۔ تو پھر قرآن شریف کے مصنف نے بھی عیسائیوں کی بائبل کو بدلنے میں ضرور کوشش فرمائی ہے۔ جس کے ثبوت متن قرآن سے مل سکتے ہیں۔

قرآن شریف نے توریت کی چند آیات کا ناتمام اقتباس کر کے باقی تمام متن توریت کو چھوڑا ہی نہیں، بلکہ قرآن شریف نے زبُور شریف کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا ہے۔ مثلاً قرآن شریف میں آیا ہے۔

ا۔ زبور کی بابت آیا ہے۔

وَّ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا

(بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۵۵)۔

پھر لکھا ہے۔

وَ لَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ

یعنی "اور بالتحقیق ہم نے ذکر (یعنی توریت) کے بعد زبور میں لکھا ہے کہ میرے بندگانِ صالح زمین کے وارث ہونگے" (انبیاء آیت ۱۰۵)۔

بلاشک زبور میں آیا ہے کہ "صادق زمین کے وارث ہوں گے"(زبور ۳۷: ۲۹)۔

جائے غور ہے کہ (۱۵۰) زبوروں میں سے زبور کے نام سے صرف واحد مقام قرآن شریف میں نقل کیا گیا ہے اور باقی تمام کتاب کا متن قرآن سے غائب ہے۔ کیا اس پر عیسائی صاحبان وہی اعتراض قرآن شریف پر نہیں اُٹھا سکتے جو برادرران اسلام بائبل کی نسبت عیسایئوں پر اُٹھاتے ہیں؟ بلا شک عیسائیوں کو بھی مسلم بھائیوں پر اعتراض تحریف کرنے کا زیادہ حقدار سمجھا جاسکتا ہے۔

قرآن شریف نے صف توریت، زبور کے ساتھ ہی سلوک مذکور نہیں کیا۔ بلکہ صحفِ انبیا اور انجیل کے ساتھ بے وہی برتاؤ روا رکھا ہے جس کا ذکر ہورہا ہے۔ جایِ (موقع محل) تعجب ہے کہ بائبل کو تحریف کرنے کا الزام تو قرآن شریف پر وارد ہو اور ہمارے مسلم بھائی بائبل کو تحریف کا الزام یہودیوں اور عیسائیوں کو دیں۔ کیا یہی حق پسندی باقی رہ گئی ہے؟

https://noor-ul-huda.net/

تیسری فصل

بائبل پر تحریف و تنسیخ کاالزام دینے والوں نے

قرآن عربی کو بھی نہیں چھوڑا ہے

ہم توکلام اللہ کی تحریف و تنسیخ کے قائل ہی نہیں ہیں۔ تو بھی احمدیت کے بانی نےاور آپ کے ہونہار متعقدوں نے مسلمانوں میں مسیحیوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے لیے بائبل کی تحریف و تنسیخ پر بناقرآن عربی سخت شور شر پیدا کیااور کررہے ہیں۔ پھر سُنی اور حنفی المذہب ہوکر کررہے ہیں۔اور حال یہ کہ اُن کا پیرو مرشد خود قرآن عربی کی بابت لکھ گیاہے۔

تکدرماء السابقین و علیننا الی یوم الاخرلاتتکدر

"گویاکی قرآن اور حدیث تومکدر (کدورت آمیز، گدلا، غمگیں) ہوچکے صاف تعلیم تومرزاصاحب کی ہے"۔

ملاحظہ ہوالذکرالحکیم نمبر ٦ حرف کاناوجال صفحہ ٤ پھر ازالہ ادہام صفحہ (٧٢١)، لغایت (٧٢٥)

آپ لکھ گئے ہیں کہ

"قرآن زمین سے اُٹھ گیا تھامیں قرآن کو آسمان پر سے لایاہوں۔"

ملاحظہ ہومعیارعقائد قادیانی صفحہ ٤١۔

جائے غورہے کہ مرزاصاحب سے پیشتر تو قرآن عربی بالکل یہ کہ زمین سے اُٹھ چکاہےاور مرزاصاحب کے پیشتر کے جملہ چشمے مکدر ہوچکے ہوں۔ مرزاصاحب نے دوبارہ قرآن قادیان میں پایاہو۔ باقی دنیا بھر کے قرآن شریف جو حلقہ قادیان سے باہر موجود ہوں وہ کسی شمار میں نہ لائے گئے ہوں۔ مرزاکاقرآن شریف جملہ مسلمانان دھر کے دین وایمان و عمل کااصول قرار پایاہو۔ پھر اس قادیانی قرآن سے عیسائیوں کی بائبل کی تحریف و تنسیخ ثابت کی جائے تو پھر کس مسلم عیسائی کی طاقت ہے کہ مرزاصاحب کے مریدوں کے مقابل قادیانی قرآن سے عیسائیوں کی بائبل کا غیر محرف (بدلنے والا) وغیر منسوخ ہوناظاہر وثابت کرے؟ مرزائی قرآن میں تواُنہیں بائبل کی تحریف تنسیخ کے سوااحمدی پارٹی کو کچھ مل ہی نہیں سکتا۔ تو بھی اس بات پر تعجب ہے کہ احمدی صاحبان قادیانی قرآن سے بائبل کی تحریف و تنسیخ ثابت نہیں کرتے۔ پر اس قرآن شریف سے کرتے ہیں جو قادیان ہیں نازل ہی نہ ہواتھا۔

https://noor-ul-huda.net/

چونکہ مرزاصاحب اور آپکے معتقد اصحاب سُنی اور حنفی المذہب ہو کر عقائد عمومی میں دیگر اصحاب کے ہم مذہب ہونا یقین کرتے ہیں اور ان میں بھی بعض بزرگ بائبل کی تحریف و تنسیخ کے اعتقاد کے حامی پائے گئے ہیں۔ لہذا ذیل کے بیان میں قرآن شریف کی بابت اُن کے عقاد بھی نقل کئے دیتے ہیں۔ یہ عقائد اخبار اہلحدیث امر تسر مطبوعہ ۱۹۲۶؛۱۹ء میں مذاکرہ علمیہ بابت حقیقت نسخ شریعت کے عنوان کی ذیل میں شائع ہوئے ہیں۔

مذاکرہ علمیہ بابت حقیقت نسخ شریعت

اِیّاکَ نَعبُدُ وَاِیّاکَ نَستَعِین اخبار اہلحدیث مجریہ ۴ ستمبر ۲۵ء میں ایک مضمون بعنوان "حقیقت نسخ شریعت" نظر سے گذرا۔ چونکہ مضمون ہذا مذاکرہ علمیہ کے ماتحت چھپا اور مضمون نگار صاحب نے بھی مشروط اجازات عنایت فرمائی ہے۔ لہذا میں بھی مضمون ہذا پر مختصر سا ریمارک (پھر سے نشان کرنا) کرتا ہوں۔ جسے انشاءاللہ تعالیٰ ناظرین شرط مذکور کے مضمون نگار صاحب کی خدمت سے قبل معلوم ہوتا ہے کہ چند تمہیدات ذکر کی جائیں۔ تاکہ مضمون اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ وباللہ التوفیق و بیدہ ازمنہ التحقیق والتدقیق۔

ا۔ معنی نسخ علامہ ابنِ خرمؒ فرماتے ہیں۔

قا نسخ فی الغة عبارة عن ابطال مثئی و اقامة اخر مقامه۔ انتھٰی

یعنی ایک شے کو باطل کرکے دوسری کو اُسکے قائم مقام کرنے کا نام نسخ ہے"۔

(رسالہ ناسخ و منسوخ صفحہ ۱۵۱ پر حاشیہ جلالین ج ۲ مطبوعہ مصر)۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

ثم ان النسخ فی الغة موضوع بازاء معنیین حدھما الزوال علٰے جھة الانعدام انتھٰے مختصرًا

"یعنی نسخ لغت میں دو معنی کے لیے موضوع ہے۔ ایک تو (کسی شئی کو) زائل کردینا کسی صورت میں کہ وہ (شئی) معدوم ہو جائے"۔

(رسالہ مذکورہ صفحہ ۱۵۳)۔

اصطلاحی معنی۔

ھو رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی

https://noor-ul-huda.net/

"یعنی ایک حکم شرعی کو دوسرے حکم متاخر (پیچھے آنے والا) کی دلیل سے اُٹھا لینے کا نام نسخ ہے"۔

(تفسیر نیشاپوری صفحہ ۳۰۲ ج ا بر ماشیہ انب جریر مصری)۔

۲۔ قرآنی اصطلاح میں نسخ کے معنی۔

غیر ان المعروف من النسخ فی القرآن ھو ابطال الحکم مع اثبات الخط انتھٰی

"یعنی قرآنی اصطلاح میں حکم کو عبارت کے باوجود بھی باطل کرنے کا نام نسخ ہے"۔

(رسالہ ابن حزمؒ صفحہ ۱۵۳ ج ۲ بر حاشیہ جلالین)۔

مولانا سید احمد حسن صاحب مرحوم محدث دہلوی (مصنف احسن التفاسیر و تنقیح الرواۃ، حاشیہ بلوغ المرام) فرماتے ہیں:-

"اگر ایک حکم کسی آیت کے ذریعہ سے نازل ہو کر دوسرا حکم ایسا نازل ہو جس سے پہلے حکم پر عمل موقوف ہو جائے ایسے دونوں حکموں کو ناسخ و منسوخ کہتے ہیں جس حکم پر عمل موقوف ہو گیا اُس کو منسوخ (رد کیا ہوا) کہتے ہیں اور جب حکم پر عمل جاری ہے اُس کو ناسخ (منسوخ کرنے والا) کہتے ہیں۔ ناسخ و منسوخ کے یہ معنی جو اوپر بیان کیے گئے۔ صحابہ اور تابعین کے قولوں سے یہی معنی نکلتے ہیں"۔

(تفسیر آیات الاحکام صفحہ ۱۱۴)۔

مولانا رحمۃ اللہ کی یہ تعریف کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔

۳۔ نسخ کی تعریف میں یہ داخل نہیں ہے کہ ایک شریعت اپنے سے پہلی شریعت کو بالکل منسوخ کر دے۔ یعنی اس کے جملہ احکام اصول فروع پر عمل کو موقوف کر دے۔ **کما قال الشوکانی فی ارشاد الفحول**

(صفحہ ۱۳۴)۔

والمراد ان الشریعۃ المتاخرۃ قد نسخ بعض احکام الشریعۃ المتقدمۃ اما کلھا فلا لان قواعد العقائد لم تنسخ انتھٰی

"حاصل یہ کہ شریعت متقدمہ کے بعض احکام (فروعی) کو ہی منسوخ کر سکتی ہے۔ کیونکہ عقائد کا منسوخ ہونا ثابت نہیں"۔

https://noor-ul-huda.net/

حاشیہ ارشاد میں یوُں وارد ہے۔

قال القرٰانی فی القواعد الکلیۃ ولا فی العقائد الکلیۃ بل فی بعض الفروع صح جواز ہ فی الجمیع الشرائع فمعتاہ فی بعض الفروع خاصۃ انتھٰی

''یعنی نسخ شریعت بشریعت دیگر صرف بعض فروع میں ثابت ہے۔ اگرچہ عقلاً سب میں ممکن ہے، لیکن واقع میں نہیں ہے ہماری شریعت میں گذشتہ شرائع (شریعت کی جمع) کے بعض فروع کی ہی ناسخ ہے۔''

(صفحہ ۱۳۴)۔

۴۔ نسخ عقلاً جائز و شرعاً واقع ہے۔

قال الشوکانی مع والحاصل ان النسخ جائز عقلاً واقع شرعا من خیر فرق کونہ فی الکتاب اد السنہ وقد حی جماعۃ من اھل العلم اتفاق اھل الشرائع علیہ انتھٰی

یعنی ''کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہر دو میں نسخ واقع ہے اور بعض اہلِ علم نے جملہ شرائع کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔ اور عقلاً تو جائز ہے ہی۔''

(ارشاد الفحول ص ۱۲۷)(کنانے حصول المامول ص ۷۹۔ طبع ھند)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ جواز و وقوع نسخ پر اہلِ اسلام کا اتفاق ہے۔ صرف ابو مسلم (معتزلی المذھب او معتزلی الھند) ہی مخالف ہے (اور اُس کے اتباع) ثم قال بمعنی پھر کہا

واذاصح ھٰذا عنہ فھو دلیل علے اتہ جاھل بھٰذہ الشریعۃ المحمدیۃ جھلا فظینا

''یعنی اگر یہ واقعی اس کا مذہب ہے تو اس کی یہ کھُلم کھلا جہالت، عدم واقفیت کتاب و سنت پر مبنی ہے''۔

(ارشاد الفحول ص ۱۲۷)(کنانے حصول المامول ص ۷۹۔ طبع ھند)

۵۔ وقوع نسخ شرعاً ثابت ہے۔ بادلہ (سونے چاندی کا تار جس سے گوٹ وغیرہ بنتے ہیں) کثیرہ شہیرہ (مشہور و معروف)۔ جن میں سے چند ایک دلیلیں یہاں مستقل ذکر کی جاتی ہیں۔

اول دلیل۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ

(ترجمہ) جو[1] موقوف کرتے ہیں ہم آیتوں سے یا بُھلا دیتے ہیں ہم اُن کو لاتے ہیں بہتر اُس سے یا مانند اُس کے۔ کیا نہ جانا تو نے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہر چیز کے قادر ہے"۔

(سورۃ البقرہ آیت ۱۰۶) (ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

و استدل با لاٰیۃ المذکورۃ علے وقوع النسخ خلا فالمن شذ فمنعه و تعقب بانها قضیة شرطیة لا تستلزم الوقوع واجیب بان السیاق وسبب النزول کان فی ذٰلک لا نها نزلت جو ابا لمن الکر ذٰلک انتهٰی مافی فتح

(الباری ص ۱۱۷ پ ۱۸)۔

دوئم دلیل۔ اقول اشار (رح)

بقوله ونزلت لمن انکر ذٰلک الی ماروی انهم رای الیهود قالو االا تر ون الی محمد ﷺ یاس اصحابه یامر ثم ینها هم عنه و یا مرهم بخلا فه و یقول الیوم قولا و یر جع عنه فنزلت و کذافی

"یعنی جمہور نے آیت مذکورہ سے وقوع نسخ پر دلیل پکڑی ہے۔ بعض مخالف ہیں وجہ کہ آیت کریمہ میں قضیہ (بحث، مقدمہ) شرطیہ ہے۔ جو وال بر وقوع نہیں ہے۔ لیکن یہ بعض کا قول ٹھیک نہیں۔ کیونکہ سیاق آیت وال بر وقوع ہے۔ چناچہ

1۔ ماشفمن معنی شرط کو ہے اسی لئے اس کے مدخول مضارع (مانند، وہ فعل جس میں حال اور مستقبل دونوں زمانے پائے جائیں) پر جرم ہے۔ اسی واسطے امام رازی نے لکھا ہے کہ آیت ہذا وقوع نسخ پر دلالت نہیں کرتی (مدیر)

ذکر ہے کہ یہود نسخ کے منکر تھے اور کہتے تھے کہ کیا محمد اچھا نبی ہے؟ کہ آج ایک کام کا حکم کرتا ہے کل اُس سے خود ہی منع کر دیتا ہے"۔

(التفسیر النیشاپوری ص ۳۵۲۔ج ۱)۔

امام رازی نے اپنی تفسیر میں آیت مذکورہ کے وقوع نسخ پر دلیل ہونے پر بھی شبہ ظاہر کیا ہے۔ جس کا حافظ ابن حجرؒ نے بوجہ اُتم ردّ فرمادیا ہے۔ وَ

اِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ ۙ وَّ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

"اور جب بدل ڈالتے ہیں ہم ایک کو جگہ ایک آیت کے اور اللہ خوب جانتا ہے اس چیز کو کہ اُتارتا ہے۔ کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ تو (جھوٹ) باندھ لینے والا ہے۔ بلکہ اکثر اُن کے نہیں جانتے۔"

(سورۃ النحل آیت ۱۰۱)(ترجمہ شاہ صاحب مرحوم)

اس آیت کا نشان نزول بھی اُسی طرح لکھا ہے۔ جس طرح دلیل اول میں مذکور ہوا (کذافی حاشیۃ الجلالین صفحہ ۲۲۴)

تیسری دلیل۔

یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثۡبِتُ ۚۖ وَ عِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ

"مٹاڈالتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے (جو چاہتا ہے) اور نزدیک اس کے ہے اُمّ کتاب"

(سورۃ الرعد ۳۹)(ترجمہ شاہ صاحب)

قال فی الکمالین:۔ ای یترک فیہ باقیا مایشاء بقاءہ من الا حکام فینخ بعضہ فی وقت و یترک علے وجھہ انتھٰی مختصر ا کذاعلے

"یعنی جب تک ایک حکم کو باقی رکھنا چاہتا ہے منسوخ کردیتا ہو اور جنہیں چاہتا ہے۔ بحال رہنے دیتا ہے"

(حاشیۃ الجلالین ص ۲۰۳)۔

راقم کہتا ہے اگرچہ عامہ مفسرین یہاں کتاب سے مراد لوح محفوظ و اثبات سے مراد۔ ارازق (رزق کی جمع) واجال وغیرہ لیتے ہیں۔ لیکن آیت کا سیاق سباق ان معنی کا بھی انکار نہیں کرتا۔ کمالایخفی واللہ اعلم۔

https://noor-ul-huda.net/

چوتھی دلیل۔ اس بارے میں ایک حدیث ہے۔ جس کا صرف ترجمہ ہی نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ دو آدمی حضور اکرم سے ایک سورۃ سیکھ کر پڑھا یا کرتے تھے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ وہ دونوں ان سورۃ کو نماز میں قرأت کرنے کے وقت بھول گئے۔ صبح آکر آپ کی خدمت میں عرض کیا۔

آپ نے فرمایا **انھا ما نسخ فانھوا منھا**۔ بے شک وہ منسوخ ہو گئی ہے اس کو بُھلا دو

(اتقان صفحہ ۳۱۷)۔

ایک روایت کے الفاظ ایک اور قصہ کے بارے میں اس طرح وارد ہیں کہ آپ نے فرمایا

''تلک سورۃ رفعت بتلا وتھا و احکامھا''

''اس سورہ کے احکام اور تلاوت دونوں منسوخ ہو گئے''۔

(معالم التنزیل صفحہ ۲۴ طبع بمبئی)۔

۶۔ اقسام نسخ۔ اور وہ تین قسم ہے۔

- ۱۔ نسخ تلاوت حکم باقی۔
- ۲۔ نسخ حکم تلاوت باقی۔
- ۳۔ نسخ ہر دو۔

اول کی مثالیں۔ اول آیت رجم (سنگسار کرنا) کہ حکم اُس کا باقی ہے اور تلاوت منسوخ ہے۔ (صحیحین)

دوسری مثال صحیح حدیث میں ہے۔

لو کان لابن اٰدم وادیان من زھب لتمنی لھما ثالثا لا یملا جوف ابن اٰدم الا التراب دتیوب اللہ علے من تاب

(اتقان صفحہ ۳۱۷)۔

محقق شوکانیؒ فرماتے ہیں:۔

https://noor-ul-huda.net/

نان هذا کان قرانا ثم نسخ وسموٗ انتہٰی

"پہلے یہ قرآنی آیت تھی بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی"

(ارشاد الفحول صفحہ ۱۷۷)۔

تیسری مثال۔ وثبت فی (صحیح البخاری ص۵۸ ب ۱۱ مع الفتح)۔

انہٗ نزل فی القرآن حکایۃً من اھل بئر معونۃ انہم قالو ابلغو قومنا ان قد لقینا ربنا فرضی عنا وار منانا۔

(کذافی الارشاد ص۱۷۷)۔

دوسری قسم کی مثالیں

(۱)۔ وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔ پہلے اُس کی مدت ایک سال تھی۔ بعدہ یہ منسوخ ہو گئی اور اس عورت کی مدت چار مہینے دس دن مقرر ہوئی۔ یہاں آیت منسوخ کی تلاوت موجود ہے۔ (سیقول)

(۲)۔ پہلے حکم تھا کہ ایک ہزار کفار کا مقابلہ سو(۱۰۰) مسلمان کریں[2]۔ پڑھو آیت کریمہ

اِنۡ يَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ

اگر سو ہوں گے تو ہزار سے مقابلہ کریں۔

(سورۃ الانفال آیت ۶۵)۔

بعدہ (اس کے بعد) حکم ہوا کہ "پڑھو آیہ کریمہ

اَلۡـئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنۡكُمۡ

ایک ہزار مسلمان دو ہزار کفار کا مقابلہ کریں۔

(سورۃ انفال آیت ۶۶)

2۔ حکم نہ تھا خبر تھی وہ بالشرط (ایڈیٹر اہلحدیث)

https://noor-ul-huda.net/

(۳)۔عن ابن عباس قال کان الوصیة للوالدین فنسخ من ذلک ما احب۔اخرجہٗ البخاریؒ قال الحافظ وفیہٗ رد علے من انکر النسخ ولم ینقل ذلک عن احد من المسلمین

"یعنی پہلے مال اولاد کے لیے تھا اور وصیت والدین کے لیے تھی۔ازاں بعد جس کو خدا نے چاہا منسوخ کر دیا۔حافظ بن حجر فرماتے ہیں کہ یہ منکرین نسخ کی تردید کرتا ہے۔اور اس کا منکر سوائِ ابو مسلم معتزلی[3] کے اور کوئی مسلمان نہیں ہے"۔

(فتح الباری ص۱۵۵پ۱۸)۔

تیسری قسم کی مثالیں۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "

پہلے دس دفعہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوئی تھی۔اور یہ حکم قرآن مجید میں موجود تھا۔اس کے بعد یہ (تلاوۃ و حکماً) منسوخ ہو گیا اور پانچ رضعہ (دودھ شریک) سے ثبوت حرمت (حکماً) باقی رہ گیا"۔

(ارشاد الفحول ص۱۷۶)

اس مختصر تشریح سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں تینوں قسم کے نسخ موجود ہیں اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔اب ناظرین ہماری مدلل تحریر کو اور فاضل مضمون نگار کی مہمل تقریر کو سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں۔

۷۔ **حکمِ نسخ**۔ حکمت اول۔چونکہ انسان ایک کام ہمیشہ کرنے سے اکتا جاتا ہے۔لہٰذا خدا تعالیٰ ایک زمانہ کے بعد نئی شریعت جاری کرتا ہے تاکہ وہ احکام خداوندی کو بطوع قلب ادا کرے۔

حکمت دوسری۔شریعت اسلام کو شرائع سابقہ کا ناسخ بنانے سے حضور اکرم ﷺ خاتم النبین صلعم کی شرافت و منقبت (تعریف، کوئی چیز جس پر انسان فخر کرے یا جو اسے ممتاز بنا دے) مقصود ہے۔

حکمت تیسری۔لحاظ مصالح (نیکی، بھلائی) او قات۔وغیرہ۔(ہذا کلہ فی ارشاد الفحول ص۱۷۳) ان تمہیدات کے ممہد ہونے کے بعد پہلے مولانا صاحب کے مضمون کا ماحصل ذکر کر کے جواب عرض کیا جاتا ہے۔آپ کے مضمون کا ماحصل یہ ہے۔

۱۔خدا نے جملہ انبیاء کو ایک ہی شریعت دے کر بھیجا۔

۲۔ان شریعتوں میں کچھ تضاد و تخالف (مخالفت، دشمنی) نہ تھا۔

---

[3] ۔کیا ہندی معتزلی بھی باوجود ادعاء اہلحدیث کے منکر نہیں؟ ۱۲ منہ

https://noor-ul-huda.net/

۳۔ہر نبی گزشتہ نبی کی تصدیق کرتا رہا۔آنحضرت ﷺ مصدق شرائع گزشتہ ہیں۔

۴۔تضاد و تخالف ہونا خدا تعالی کے کمالِ علم پر دھبہ ہے۔

۵۔اختلافِ بیان دلیلِ کذب (جھوٹ) ہے۔

۶۔کسی نبی نے خدا کی شریعت اولی کو منسوخ و تبدیل نہیں کیا۔نہ خدا نے خود کوئی پہلی شریعت غلط کی۔

7۔گزشتہ شرائع میں جو بعض احکام منسوخ پائے جاتے ہیں وہ(منسوخ) دراصل راہبوں کے ساختہ پرداختہ (کرتوت) تھے جنہیں خدا نے باطل کر دیا۔

(اہلِ حدیث مجریہ ۴ ستمبر ۱۹۲۵ء)۔

اجوبہ:۔یہ مولوی صاحب کے مضمون کے ایک حصے کا خلاصہ ہے۔اب نمبروار جواب سُنیے۔

(۱)۔شرائع سابقہ بے شک ایک ہی تھیں۔لیکن اصولاً نہ فروعاً(وہ مسائل جو عمل سے متعلق ہوں)۔آپ کے عموم (عام ہونا) پر بہت سے استحالات (حالت تبدیل ہونا) لازم آئیں گے۔کیونکہ قرآن مجید اور تورات سے تغیر و تبدیل احکام ثابت ہے۔جسے آپ بھی دبی زبان سے تسلیم کرتے ہیں۔حیث قلت احکام کا بلحاظ ضرورت مختلف ہونا امر دیگر ہے۔(بس جناب! اسی کا نام نسخ ہے۔پہلی شریعت کو بعد والی شریعت کا بالکل یہ کہ منسوخ کرنے کا نام نسخ نہیں اور نہ ہی میری نظر میں اس کا کوئی قائل ہے۔کیونکہ اس کی نظیر ملنی محال ہے)

(۲)۔جب وقت مقرر کے بعد ایک حکم کو منسوخ کرکے ناسخ پر عمل کو جاری کر دیا تو تخالف و تضاد کیسا؟ تخالف و تناقض تب ہوتا جب دونوں حکموں پر عمل بحال رکھا جاتا۔اب منسوخ پر جب عمل ہی نہیں تو تناقض کہنا اور سمجھنا کسی طرح بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔فافہم فانہ دقیق۔

(۳)۔تصدیق سے عدم نسخ کلتیہً لازم نہیں آتا اور نہ ہی نسخ سے عدم تصدیق کلتیہ لازم ہے۔کماھو الظاھر

(۴)۔صورت نسخ میں تخالف و تضاد پایا ہی نہیں جاتا۔کماھر

(۵)۔اختلاف بیانی تو جب ہو جب اخبار میں ہو۔مثلاً اب تو ایک خبر کا اثبات کیا،کچھ دیر کے بعد اس کی نفی کر دی۔اسی بنا پر محققین علماء آیات اخبار میں نسخ کے قائل ہی نہیں۔کماحققہ العالملالاوحدالمولانا السید احمد حسن المرحوم الدھلوی والشاہ ولی اللہؒ المحدث الدھلوی۔

(۶)۔ قائلین (تسلیم کرنے والے، لاجواب) نسخ اس کے منکر نہیں۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ کسی نبی نے خود بخود شریعت اولیٰ کو باطل نہیں کیا۔ صرف حکم ایزدی (ایزد سے منسوب، خدائی) سے شریعت کے بعض احکام فروعی منسوخ ہوگئے۔

(تفسیر کبیر اول) میں ایک حکم توریت سے نقل کیا ہے۔ جس کا حکم نوحؑ کے عہد میں تھا۔ توریت اُسے منسوخ کردیا۔ نیز حضرت آدمؑ کے زمانہ (یا شریعت) میں بہن سے نکاح جائز تھا۔ بعد والی شرائع میں یہ منسوخ ہوگیا۔ کذافی الکبیر

(والینشاپوری بہامش ابن جریر ص ۳۵۳ ج ۱)۔

خداوند تعالیٰ کا ایک حکم کو مصالح اوقات کے لحاظ سے تغیر و تبدیل یا بالفاظ دیگر منسوخ کرنے کو تغلیط (غلطی سے منسوب کرنا) خیال کرنا ہی غلط ہے۔ فمن ادعی فعلیہ البیان بالتفصیل والنبیان۔

(۷)۔ کلیتہً یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض احکام بحکم خداوندی ہی شرائع سابقہ میں مروج تھے۔ بعد میں اُن کو خدا نے ہی منسوخ کردیا اور بعض اشیا یہود پر حرام تھیں۔ ہماری شریعت اس میں وہ حلال کی گئیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ (حَرَّمْنَا) (ہم نے اُن پر حرام کردی تھیں) یعنی چربی اور ناخن والے جانور یہود پر خدا کی طرف سے حرام تھے۔ ہماری شریعت اسلام میں حلال ہیں اور عیسیٰؑ کی شریعت نے بھی شریعت موسوی کے بعض احکام کو منسوخ کردیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل حضرت عیسیٰؑ کا ذکر فرماتا ہے کہ اُنہوں نے بحکم الٰہی یہ کہا تھا۔

وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

"میری نبوت اس لئے کہ میں تم پر بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو قبل ازیں تم پر حرام تھیں"۔

(سورۃ آل عمران آیت ۵۰)۔

قال القاضی (البیضاوی[4]) ھذا یدل علی ان شرعہ کان ناسخا شرع موسےٰ ولا یخل ذلک لکونہ مصدقا للتوراۃ کما یعود نسخ القران بعضہ ببعض علیہ بتناقض وتکاذب

4۔ تفسیر بیضاوی ص ۱۳۹ ج ۱ طبع نولکشور۔ ۱۲ منہ

https://noor-ul-huda.net/

"یعنی حاصل یہ ہے کہ شریعت عیسوی شریعت موسوی کی ناسخ ہے۔ اور یہ تصدیق میں مخل (خلل ڈالنے والا، فتنہ پرواز) نہیں ہے۔ یہ ایسے یہ ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں بعض آیات کا بعض کو منسوخ کرنے سے قرآن مجید پر تناقص و تکاذب کا الزام نہیں عائد ہو سکتا"۔

(حاشیہ تفسیر جلالین ص ۴۹ طبع مجتبائی)۔

اسی طرح امم سابقہ پر غنیمت کا مال ناجائز تھا۔ شریعت اسلام میں حلال ہے۔ علیٰ ہذا القیاس (اسی طرح) اور بھی بکثرت احکام ہیں جن کی اجازت شریعت اسلام میں ہے حالانکہ شرائع گذشتہ میں ان کی ممانت تھی۔

اب آپ کے مضمون کا دوسرا حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جس سے آپ کے استدراجی (خلافِ معمول) عروج پر اچھی طرح روشنی پڑ سکے گی۔

۱۔ بعض الناس بعض متشابہات (متشابہ کی جمع، قرآن شریف کی وہ آیتیں جن کے معنی سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ جن کے ایک سے زائد معنی ہو سکتے ہیں) سے استدلال کرتے ہوئے اس امر کے قائل ہوگئے ہیں کہ آنحضرت (صلعم) نے شرائع سابقہ کو منسوخ کر دیا۔

۲۔ جب خدا کے نزدیک ماضی و مستقبل کی مثال زمانہ حال کی سی ہے تو اُس کو نسخ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مستقبل سے ناواقف لوگ اپنی رائے کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

۳۔ آیت قرآنی کوئی منسوخ العمل ثابت نہیں ہوئی۔

۴۔ نہ ہی کوئی آیت منسوخ التلاوت ہے جو ان چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ کے علاوہ ہوں۔ ناظرین یہ مولوی صاحب کی تقریر کا خلاصہ ہے۔ اب جواب ملاحظہ فرما کر حق کی داد دیجئے۔

اجوبہ: (۱)۔ اس کے دو جواب ہیں۔

اوّل یہ کہ آپ کا "بعض" کہنا غلط ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ ۱۵۵ پ ۱۸ میں) شریعت اسلام کو شرائع سابقہ کی ناسخ ماننا اجماع کا مذہب بتایا ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ نے متشابہات کا نام لے کر پھر اسے چھوڑ کیوں دیا۔ خیر جب آپ اُنہیں ذکر کریں گے بندہ بھی حاضرِ خدمت ہو جائے گا۔ سر دست (فی الحال) اتنا عرض کئے دیتا ہوں۔

وقد ثبت بالدلائل القاطعة والمعجزات الباهرة نبوة محمد وصحة نبوة یلزم نسخ شرع من قبله

"حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ فداہ ابی دامی کی نبوت دلائل ظاہرہ سے ثابت ہے اور آپ کی نبوت کا ثبوت شرائع سابقہ نسخ کو لازم ہے"۔

(نیشاپوری ص ۳۵۳ ج ۱)۔

۲۔ اس کا جواب ایک معتبر معقولی تفسیر سے نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ بندگان عقل کو چون وچرا کی بالکل گنجایش نہ رہے۔

والحاصل ان کل حکم فله غاية فی علم الله تعالٰی ولکن قد یظن المکلف ستمرار دف الاستقبال من قرائن الاحوال فاذاوردما یعین امده و نص له علی زحاله نذلک الوارد ناسخ والاول منسوخ والورود نسخ و کل هٰذه التجددات بانسبة اے المکف واما بالامنافة الی الله تعالٰے دکل من الحکمین موجود فی وقته الذی قدبه له فیه الظهور متقدما احد هماو متاخر الاخر۔ انتهٰی مافی

"حاصل یہ ہے کہ ہر ایک حکم کے لیے خدا کے علم میں ایک انتہا مقرر ہے لیکن انسان اُس کو صورت حالات کے لحاظ سے ہمیشہ تصور کر لیتا ہے اور یہ کل تجدیدیں ہماری بہ نسبت ہیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے علم میں دونوں کی یکساں حیثیت ہے۔ چونکہ دونوں حکموں کی معیادیں مقرر تھیں۔ لہذا ہر حکم اپنے مقررہ وقت پر ظاہر ہوتا رہا"۔

(النیشاپوری ص ۳۵۴ ج ۱)۔

اس عبارت کے اوپر کی عبارت یہ ہے کہ جو اسی کے ہم معنی ہے اس لیے اس کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

فالظهور والخفاء والسابق والاحق والاعد ام دالایجاد کلها بالنسبة الینا واما بالنسبة الی حضرت الواجب جل ذکره فقد جف القلم بما هو کائن الی یوم الدین۔ انتهٰی۔

https://noor-ul-huda.net/

۳۔آپ کا مطلب اس قول سے یہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آیت پر سے عمل ہی متروک (ترک کیا ہوا) ہو گیا تو اُس کی تلاوت کے باقی رکھنے کا فائدہ ہی کیا ہوا۔ علامہ شوکانی اس شبہ کو بعض الناس سے نقل کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔

وهذا قصور عن معرفة الشريعة اجهل كبير بالكتاب العزيز فان المنسوخ حكمه الباقية تلاوته فى الكتاب العزيز مما كـ ينكره من له ادنٰى قدم فى العليم۔انتهٰى

"حاصل یہ ہے کہ اس قسم کے نسخ کا منکر قرآن مجید سے جاہل ہے اور ادنے علم والا بھی اس کا انکار نہیں کرے گا"۔

(ارشاد ص ۱۷۶)۔

۴۔اس کی چند مثالیں تمہید (۶) میں گذر چکی ہیں اور لیجئے۔ ابی بن کعب پر نبی ﷺ نے سورہ (**لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا**) پڑھی تو یہ الفاظ بھی تلاوت فرمائے۔

كان ذاتُ الدِّينِ عِنۡدَ اللهِ الۡحَنِيفِيَّةُ لا اليَهُودِيَّةُ وَلاَ النَّصۡرانِيَّةَ وَمَم تعَيل خَيرًا فكَن يّكۡفُر۔اخرجہ الحاکم وصحح اسنادہ

"سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی"

(الفحول، ارشاد صفحہ ۱۷۷)۔

یہ آیات منسوخ التلاوت ہیں۔ (کذافی الارشاد صفحہ ۱۷۷)۔

چونکہ مولانا صاحب پر کچھ اعتراض ہوتے تھے۔ اس لئے آپ لگے ہاتھ اُن کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں جو قابل دید و شنید ہے۔ آیت رجم کا جواب بدیں الفاظ بیان فرمایا ہے۔

ا۔"یہ حکم کسی آیت قرآنی کی بنا پر نہ تھا بلکہ رسول ﷺ نے رجم کیا اور رجم کا حکم دیا تو بعض صحابہ کرام اس کو آیت سمجھنے لگ گئے (الی قولہ) حالانکہ وہ قرآن نہ تھا"۔

۲۔آیت **مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ**

ترجمہ: ہم آیتوں کو موقوف کرتے ہیں یا بھلادیتے ہیں

https://noor-ul-huda.net/

(سورۃ البقرہ آیت ۱۰۶)(ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم)

کا جواب تو نہایت تعجب انگیز ہے۔ ملاحظہ ہو۔"آیت سے مراد قرآنی جملہ نہیں بلکہ لفظ آیت بمعنی نشان یا معجزہ مستعمل ہوا ہے"۔

(جواب) گستاخی معاف فرمائے گا۔ اگر آپ اس حدیث کے جملہ طریق دیکھ لیتے تو انشاءاللہ کبھی اس تاویلِ (ظاہری مطلب سے کسی بات کو پھیر دینا، بچاؤ کی دلیل) فاسد (فسادی) کی آپ کو جرات نہ ہوتی۔ ہاں اگر آپ نے عبور کیا بھی ہے تو عوذ شریف سے کام نہیں لیا۔ خیر بہر حال میں اب اصل الفاظ حدیث کے نقل کرتا ہوں تاکہ سعید (مبارک، بھاگوان) ارواح اُس سے فیض یاب ہو سکے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر نے خطبہ فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا

فکان ماانزل اللہ علیہ اٰیۃ الرجم قئرا ناھاووعینا ھا وعقلنا ھا فرجم رسول اللہ ﷺ ورجمنا بعدہ فاخشےٰ ان طال بالناس زمان ان یقول قائل مانجد الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بلوک فرےفتہ انزل اللہ وان الرجم فی کتاب اللہ حق

"یعنی اللہ تعالیٰ نے آیت رجم بھی حضورؐ صلعم پر اُتاری تھی۔ چنانچہ ہم نے اچھی طرح اُس کو پڑھا یاد کیا، سمجھا۔ پھر آپؐ نے بھی رجم کیا۔ ازاں بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ لیکن مجھے اب ڈر ہے کہ مدت دراز کے بعد لوگ کہیں گے کہ رجم کا مسئلہ کتاب اللہ میں سے نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔اس کہنے سے یہ لوگ گمراہ جائیں گے۔ کیونکہ یہ مسئلہ قرآن مجید ہی کا ہے۔"

(انتھیٰ ملخصاًومترجماً۔(صحیح مسلم صفحہ ۶۵ ج ۲۔)۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا

لا تشکوافی الرجم فانہ حق ولقد ھممت ان اکتب فی المصحفً

"لوگو رجم میں شک نہ کروہ کیونکہ وہ حق ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اُس کو قرآن میں لکھنے کا قصد بھی کر لیا تھا"۔

(اتقان صفحہ ۳۱۱)۔

(آگے چل کر نہ لکھنے کی جو وجہ بتائی ہے یہاں اُسے کوئی مزید تعلق نہیں)

https://noor-ul-huda.net/

بہر کیف ان تصریحات (تصریح کی جمع، صاف طور سے بیان کرنا) کے سامنے ہوتے تادیل مذکورہ کی بالکل گنجایش نہیں رہتی امید ہے کہ ہمارے نامہ نگار صاحب ان تصریحات کے ملاحظہ کے بعد کم از کم اس تاویل سے تو ضرور ہی رجوع فرمائیں گے۔ واللہ الھادی الی الصواب۔ (خداہی رہنما اور سب سے نیک ہے۔)

دوسرا یہ کہ آیت مذکورہ کو غیر منسوخ قرار دیتے ہوئے حضرت عمرؓ کے قول کی یہ تاویل میرے خیال میں سلف (اگلے زمانے کے، گزشتہ) صالحین (نیک) میں سے کسی نے بھی کی۔ واللہ اعلم (خدا زیادہ جانتا ہے مجھے خبر نہیں)۔

۲۔ تفسیر کبیر میں ابو مسلم (معتزلی) کا آیت مذکورہ پر صرف یہی اعتراض نقل کیا ہے کہ "آیت سے مراد لوح محفوظ ہے"۔ معجزات کا اُنہوں نے نام تک نہیں لیا۔ پھر نہ معلوم نامہ نگار صاحب نے یہ تادیل کہاں سے اخذ کی ہے؟

پھر اس اعتراض کا جواب علامہ رازیؒ نے یہ دیا کہ "جملہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت مذکورہ میں "آتیہ" سے مراد قرآنی جملہ ہے"۔

آخر میں مودبانہ التماس ہے کہ اگر آپ کو اس مضمون کے متعلق کچھ تحریر فرمانا ہو تو براہ کرم آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ صریحہ، آثار صحابہ، تفاسیر سلف سے اپنے دعویٰ کو ثابت کیجیئے اور یہ یاد رہے کہ عقل دین اسلام کے تابع ہے۔ اسلام عقل کے تابع نہیں نافہم، منقول از اہلحدیث امرتسر (ابو الطیب محمد عطاءاللہ مدرسہ حمیدیہ عرسیہ صدر بازار دہلی)

https://noor-ul-huda.net/

چوتھی فصل

احمدی اصحاب بائبل پر تحریف کاالزام دے کر قرآن عربی کو تحریف و تنسیخ کے ماتحت لائے ہیں۔

احمدی اصحاب مذہب کے سنی، حنفی، احمدی ہیں۔ ہنوز علم نہیں کہ اور کیا کچھ ہونگے اُن کے نزدیک سنیوں اور حنفیوں کی جملہ کتب مذہبی مسلمہ کتب ہیں۔ سنی و حنفی مذہب ماننے والوں میں سے ایک چوٹی کے علامہ عالی جناب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب بہادر میر نواز جنگ وظیفہ خوار سرکار نظام وحال سکریٹری مدرستہ العلوم مسلمانان علی گڑھ ہیں۔ جن کے مضامین کی جلد اول تہذیب الا خلاق نامی کتاب ہمارے روبرو ہے جو لاہور سے مل سکتی ہے۔ اُس میں آپ نے ذیل کا اِستفتاء (شرعی حکم دریافت کرنا، فتویٰ چاہنا) شائع فرمایا تھا۔ جس کا جواب آج تک پیدا نہیں ہوا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کہ اگر زید معتقد یا قائل ان امور کا ہو جو کہ نیچے بیان کئے جاتے ہیں اور پھر عمرو (فرضی نام) اسے امام و پیشوا ور مقتدای دین سمجھتے تو عمرو کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱)۔ اوّلاً اللہ جل شانہ جہت اور خیر اور صورت اور جسم اور مکان سے منزہ نہیں ہے (۲) قرآن مجید نہ جامع ہے نہ مانع یعنی جس قدر نازل ہوا تھا وہ سب محفوظ نہیں رہا اور جو قرآن نہیں تھا وہ قرآن میں داخل ہو گیا (۳) قرآن موجودہ غلیطوں اور کاتب کی بھولوں سے بھرا ہوا ہے (۴) پیغمبر خدا ﷺ کی کبھی ایسی حالت ہو گئی تھی کہ کہنا کچھ چاہتے اور زبان مبارک سے اور کچھ نکل جاتا اور بہ سبب مسحور (جس پر جادو کیا گیا ہو) ہونے کے خود نہ جانتے کہ میں کیا کہتا ہوں (۵) آنحضرت ﷺ نے بتوں کی تعریف قرآن پڑھنے کی حالت میں مشرکین کے سامنے کی (۶) خدا کو بعض آیتوں میں بندوں پر توارد (ایک ہی بات دو لوگوں کو سوجھنا) ہوا یعنی جو کچھ پہلے کسی بندے کی زبان سے نکلا اسی کو پھر خدا نے بذریعہ جبرائیل امین کے نازل کیا (۷) باوجود نہ لئے جانے نام خدا کے وقت ذبح کے اور عمداً ترک کرنے تسمیہ کے ذبیحہ حلال ہے (۸) سوائے عربی زبان کے ترجمہ

https://noor-ul-huda.net/

قرآن کا نماز میں پڑھنا جائز ہے (۹) صحیح بخاری اور مسلم میں بھی موضوع حدیثیں ہیں (۱۰) صحابہ کے اقوال واجب العمل نہیں میں وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں۔"

تہذیب الاخلاق صفحہ ۲۵۹۔

ہم نے کہا کہ استفتاء مذکورہ بالا کا کوئی جواب تہذیب الاخلاق میں نہیں دیا گیا تو بھی سنی وشیعہ صاحبان نے کسی نہ کس صورت میں استفتاء کی اُن باتوں کی جو قرآن عربی کے متعلق بیان ہوتی ہیں تائید وتصدیق فرمائی ہے جس کی تفصیل احمدیت نوازوں کے لئے ذیل میں دی جاتی ہے۔

دفعہ ا۔

احمدیت کے پیرومرشد

نے قرآن شریف کی بابت جو کچھ لکھا غیر احمدی مسلمان اُس پر آج تک افسوس کناں ہیں۔مثلاً معیارِ عقائد قادیانی کا مصنف ازالہ اوہام (صفحہ ۲۱ سے ۲۰) تک اسی حوالہ سے لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ

"قرآن زمین سے اُٹھ گیا تھا میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں"

(صفحہ ۴۱)۔

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری رسالہ "نکات مرزا" میں ازالہ اوہام صفحہ (۶۷ سے ۷۳) کے حاشیہ کی سند سے مرزا صاحب کا ایک اور الہام نقل کرتا ہے۔جو یہ ہے کہ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قَرِیبًا مِنَ القَادِیانِ وَبِالْحَقِ اَنزَلنَاہُ وبالحقِّ نَزَلَ وَکَانَ وَعْدُ اللهِ مُنقولاً

"ہم نے اُس کو قادیان کے قریب اُتارا ہے۔اور سچائی کے ساتھ اُتارا ہے۔اور سچائی کے ساتھ اُترا اور ایک دن وعدہ اللہ کا پورا ہونا تھا"۔

(صفحہ ۲۳تا۲۴)۔

رسالہ خاتم النبوۃ کا مصنف بحوالہ (ضمیمہ تریاق القلوب صفحہ ۶۱ نشان ۴۷) سے لکھتا ہے کہ

"مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں"

https://noor-ul-huda.net/

(صفحہ ۳۰)۔

اگر منقولہ بالا اقوال مرزا صاحب کے ہوں تو قرآن عربی کے اصلی اور قابل اعتبار ہونے کے اعتقاد کو جو چوٹ مرزا صاحب لگا گئے ہیں وہ کسی اور نے نہیں لگائی۔ شاید یہ بات ان وجوہات میں سب سے بڑھ کر ہو جس کی بنا پر غیر احمدی مسلمانوں نے مرزا صاحب اور احمدی اصحاب سے وہ سلوک کیا، جس کی احمدی آج تک تلافی نہیں کر سکے ہیں۔

دفعہ ۲۔

سُنی حضرات شیعہ صاحبان کہ روایات سے قرآن شریف کا تحریف کیا جانا ثابت کرتے ہیں۔

گو سنی صاحبان ہمیشہ سے شیعہ صاحبان کو ترچھی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں۔اس سے بڑھ ۱۹۲۴، ۱۹۲۵ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر نے قرآن شریف کی بابت شیعہ روایات شائع فرما کر خود پبلک پر ظاہر کیا۔ وہ شیعہ صاحبان کے عقائد خصوصی میں سب سے بڑی بات ہے۔ جس میں یہ بات ظاہر کی گئی ہے، کہ گویا شیعہ صاحبان مرجہ قرآن عربی کی بابت کچھ اور طرح کا خیال رکھتے ہیں۔ ذیل کی روایات ہم اخبار مذکور کی فائل کے مندرجہ ذیل نمبروں سے نقل کرتے ہیں۔ مثلاً عنوان ''شیعوں کا قران ''اور'' شیعوں کا قرآن اوران کا ایمان ''اخبار اہلحدیث مطبوعہ ۲۷ جون ۱۹۲۴، ۲۶ ستمبر ۱۹۲۴، ۱۴ نومبر ۱۹۲۴ء، ۱۲ دسمبر ۱۹۲۴ء، ۱۲ دسمبر ۱۹۶۴ء، ۲۳ جنوری ۱۹۲۵، ۶ مارچ ۱۹۲۵، ۱۳ اپریل ۱۹۲۵ء میں ملاحظہ کیا جائے۔ انہیں نمبروں سے ہم ذیل کی روایات نقل کرتے ہیں۔

شیعوں کا قران

فی الحال میں قرآن کو لیتا ہوں جو اصل وبنیاد دین ہے۔ تمام کتب شیعہ اس بات پر متفق ہیں۔ اوّل یہ کہ موجودہ قرآن میں حشو وزائد (بے ہودہ کلام، زائد کلام) موجود ہیں۔ دوئم یہ کہ قطعی (کامل) طور پر مکمل بھی نہیں۔ سوئم یہ نقصان سے مبرّا اصلی اور کامل کلام اللہ دوازدہ امام اور مہدی کے پاس تھے اور ہے۔ چنانچہ شیعوں کی سب سے معتبر کتاب اصول الکافی جس کی تعریف میں اس کے سرورق پر لکھا گیا ہے کہ امام مہدی علیہ اسلام نے اس کے حق میں فرمایا ہے کہ ھذا کاف نشیعتنا یعنی بعد ملاحظہ و مطالعہ امام صاحب نے اپنی زبان سے فرمایا کی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ پس ایسی زبردست اور بے نظیر کتاب کے (صفحہ۔۶۷ باب فصل القران) میں مرقوم ہے علی بن محمد عن بعض اصحابہ عن احمد بن محمد بن ابی نصر قال وفع

https://noor-ul-huda.net/

الی ابوالحسن علیہ اسلام مصحفاً و قال لاتنظر فیہ ففتحتہ وقراءت فیہ (لَمۡ یَکُنَ الَّزِیَن کَفُروا) فوجد ت لیھا اسم سبعین رجلاً من قریش با سماء اباء ھو قال فبحث الی ابحث الی با لمصحف۔

یعنی "احمد راو ی کہتے ہیں کہ مجھ کو امام رضا علیہ اسلام نے ایک قرآن دے کر فرمایا کہ اس کو مت دیکھنا۔ پیچھے میں نے کھول پڑ ھنا شروع ک "یاتو سورۃ بتینہ" پارہ ۳۰ میں جو (لَم یَکُنَ اَلَذِین کَفُروا) سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں میں نے نام پا ئے ستر آدمیوں کے بمعہ ولدیت کے جو قوم قریش میں سے تھے۔

(اہلحدیث امر تسر مطبوعہ ۷ جون ۱۹۲۴ ص ۸)۔

وجہ اول۔ یہ کہ قرآن موجودہ نقل و روایات شدہ اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اور ان کے پیرووں اور موافقین کا ہے اور شیعہ کے نزدیک وہ معاذاللہ۔ دشمنان دین اور مرتد اور منافق غیر مومن وغیرہ تھے جیسا کہ میں ہے کہ لکھا ہے۔

کان اکناس اھل ردۃ بعد النبی الا ثلاثۃ

"یعنی بعد وفات رسول اللہ نسب صحابہ معاذاللہ مرتد ہو گئے (گو اہل بیت بھی کیوں نہ ہوں مگر سہ کس (ابوذر غفاری، مقداد بن اسود سلمان فارسی)"

(فروع کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵)۔

توشیعہ کس وجہ سے قرآن شریف کو ان کی دست برد سے محفوظ مان کر مکمل و غیر محرف مان سکتے ہیں۔

وجہ دوم۔ یہ کہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ قرآن موجودہ وہ قرآن نہیں ہے۔ جو حضرات امیر نے جمع اور ترتیب کیا بلکہ جناب امیر کا اور قرآن ہے اور وہی منزل من اللہ تھا اور اُس کی تلاوت کو اپنے ہی وجود پر منحصر کیا۔ زیادہ سے زیادہ اپنی اولاد تک وبس۔ چنانچہ اصول کافی میں ہے، کہ حضرت علی نے اپنے جمع شدہ قرآن کو محضر (عام درخواست) صحابہ میں پیش کیا اور صحابہ کرام نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ چنانچہ فرمایا۔

ھذا کتاب اللہ کما انزل اللہ علے محمد فقالو الا حاجۃ لنا فیہ فقال اماد اللہ ما نزونہ بعد یو مکم ھذا ابدًا

https://noor-ul-huda.net/

''یعنی حضرت علی نے فرمایا یہ وہی قرآن ہے جس طرح کہ رسول اللہ پر نازل ہوا تھا۔ صحابہ نے کہا کہ ہم کو اس قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس جو قرآن ہے وہی ہم کو کافی ہے تو جناب امیر نے غصہ میں آکر فرمایا کہ خدا کی قسم آج کے بعد تم کو اصلی قرآن کا دیکھنا نصیب ہی نہ ہوگا''۔

(اصول کافی صفحہ ۶۷۱)۔

شیعہ کی معتبر، مستند کتب میں آئمہ معصومین سے روایات کثیرہ و تصریحات اکابر علماءِ شیعہ مروی ہے کہ موجودہ قرآن شریف محرف و دبدل ہے۔ جیسا کہ (فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۶۱) اور (رجال کشی صفحہ ۳، ۹۳) مطبوعہ بمبئی میں ہے۔

حرفوا کتاب دبدلوہ

''یعنی صحابہ نے قرآن کی تحریف کر ڈالی اور اس کو بدل دیا''۔

(فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۶۱) اور (رجال کشی صفحہ ۳، ۹۳)۔

مزید براں لکھا ہے کہ

ان القران الذی بین اظهرنا لیس تبامه کما انزل علے محمد بل فیه ماهو خلاف ما انزل الله ومنه ماهو مغیر محرف وانه حذف عنه اشیا کثیرة منها اسم علی و منها لفظة ال محمد غیر مرة وانه لیس علے الترتیب المرضی غد الله و رسوله و فیه کلام الملحدین۔

(ترجمہ) بیشک جو قرآن درمیان ہمارے ہے۔ وہ پورا نہیں ہے جس طرح کہ محمد پر نازل ہوا تھا بلکہ اس میں وہ چیز ہے جو محرف ومبدل ہے اور اس سے بہت چیزیں حذف کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک علی کا نام ہے اور لفظ آل محمد بہت جگہ سے حذف کیا گیا ہے۔ اور اس قرآن میں ملحدین کا کلام ہے اور خدا رسول کی مرضی کے موافق مرتب نہیں اور یہی اعتقاد ہمارے بڑے بڑے مشائخ مثل یعقوب کلینی وابراہیم قمی وغیرہ کا ہے۔

(تفسیر صافی مطلبوعہ طہران صفحہ ۳۴ میں ہے)۔

چنانچہ ان پاک شیعوں کا مذہب ہے کہ اصحاب رسول مقبول میں صرف تین آدمی مومن تھے۔ باقی سب مرتد اور کافر جن کے نام بروایت مُلّا باقر مجلسی حسب ذیل ہیں (بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۴۶، ۴۷ میں بروایت زین پدر امام باقر) کی تحریر ہے کہ

''بعد از وفات نبی علیہ السلام تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے الا تین شخص۔ سلمان فارسی، مقداد بن الاسود اور ابوذر غفاری''۔

https://noor-ul-huda.net/

(اہلحدیث امرتسر مطبوعہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۷،۸)۔

بقول روافض، بعد وفات نبی ﷺ جو سب کے سب مرتد ہو گئے صرف تین شخص اسلام پر رہ گئے تھے۔ اُن کا شجرو نسب حسب ذیل ہے۔

اَول۔ سلمان فارسی جو نسلاً ایرانی تھا۔ اس لئے قریش میں سے نہ تھا۔

دُوم۔ مقداد بن الاسود جو کندی مہاجر تھا وہ بھی قریشی نہ تھا۔

سَوم۔ ابوذر غفاری مہاجر قبیلہ غفار سے تھا لیکن وہ بھی قریشی نہ تھا۔

(اہلحدیث امرتسر مطبوعہ ۱۴ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۹)۔

چنانچہ (اصول کافی صفحہ ۶۷۱ کتاب فصل القران) کے اخیر پر درج ہے۔ کہ

عن بن الحکم عن ھشام بن سالم عن ابی عبداللہ قال ان القران الذی جاربہ جبرئیل علیہ السلام علی محمد سبعتہ عشر الف اٰیتہ

یعنی کہا امام جعفر نے کہ وہ قرآن جو جبرئیل نے حضرت محمد رسول کریم پر نازل فرمایا تھا وہ سترہ ہزار آیتوں کا تھا۔

اہلحدیث مطبوعہ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۸

اصول کافی کتاب میں تحریر ہے۔ کہ

الحجتہ محمد بن یحیٰی عن احمد بن محمد عن ابن محبوب بن عمر و بن ابی المقدام عن جابر قال سمعتُ اباجعفر یقول ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرٰان کلہ کما انزل الا کذاب وما جمعہ و حفظہ کما تر لہ اللہ الا علی ابن طالب والائمۃ من بعدہ

حدیث صاف ہے۔ جس میں تشابہات (تشابہ کی جمع، قرآن شریف کی وہ آیتیں جن کے معنی سوائے خدائے تعالٰی کے کوئی نہیں جانتا۔ جن کے ایک سے زائد معنی ہو سکتے ہیں۔) کی گنجایش نہیں۔ یعنی کی کامل قرآن جیسا کہ خدا نے نازل فرمایا ہے نہ کسی نے جمع کیا نہ محفوظ رکھا اور ایسا دعوٰے کرنے والا جھوٹا ہے۔ مگر علی اور اُس کے بعد کے اماموں کے پاس وہ مجموعی حیثیت میں موجود ہے۔

(اہلحدیث مطبوعہ ۲۳ جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۸)

(علامہ نوری طبرسی اپنی کتاب فصل الخطاب مطبوعہ ایران کے صفحہ ۹۷)میں فرماتے ہیں۔

کان لا میر المومنین علیہ السلام قرانا مخصوصاً جمعه بنفسه بعد وفات رسول و عرضه علی القوم فاحر ضوا عنه نحجبه عن اعینهمد کان عند ولده علیه السلام یتوام ثونه امام عن امام کسائر خصائص الامامة وخزائن النبوة وهو عند الحجة عجل الله خرجه یظهر ه للناس بعد ظهور ه ویامر هم بقر أیته و هو مخالف هذا القران الموجود من حیث التالیف و تر تیب السور والآیات بل الکلمات ایضاً جهة الزیادة والتصیقة و حیث ان الحق مع علی علیه السلام علی مع الحق نفی القران الموجود تغیر من جهتین وهوالمطلوب

"یعنی امیر المومنین علی علیہ اسلام کا ایک مخصوص قرآن تھا جس کو اُنہوں نے رسول خداﷺ کی وفات کے بعد خود جمع کیا تھا اوراس کو صحابہ کے سامنے پیش کیا مگر اُن لوگوں نے توجہ نہ کی لہذا اُس کو اُنہوں نے لوگوں سے پوشیدہ کر دیا اور وہ قرآن اُن کی اولاد کے پاس رہا۔ ایک امام سے دوسرے امام کو میراث میں ملتا رہا مثل اور خصائص اور خزائن نبوت کے اور اب وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے۔ خدا اُن کی مشکل جلد آسان کرے۔ وہ اس قران کو اپنے ظاہر ہونے کے بعد نکالیں گے اور لوگوں کو اس کی تلاوت کا حکم دیں گے اور وہ قرآن اس موجودہ قرآن کے مخالف ہے سورتوں اور آیتوں کی ترتیب میں بلکہ الفاظ کی ترتیب میں بھی اور کمی بیشی کے لحاظ سے بھی اور اس لحاظ سے کہ حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہیں۔ لٰہذا ثابت ہو گیا کہ قرآن موجود میں دونوں حیثیتوں سے تحریف ہے اور یہی (ہم شیعوں کا) مقصود ہے"۔

علامہ کے اس قول کی تائید کلینی کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے اور وہ یہ ہے۔

"سالم بن سلمہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق کے سامنے ایک شخص نے الفاظ قرآن کے پڑھے وہ اس قرآن کے مطابق نہ تھے جس کو لوگ پڑھتے ہیں (یعنی قرآن موجودہ کے خلاف تھے)۔ تو امام جعفر صادق نے فرمایا اس قراۃ سے باز رہ۔ اسی طرح پڑھ جس طرح اور لوگ پڑھتے ہیں۔ اس وقت تک کہ قائم (یعنی امام مہدی) ظاہر ہو۔ جب قائم ظاہر ہو گا۔ تو اللہ عزوجل کی کتاب کو اُس کی حد کے مطابق پڑھے گا اور اس قرآن کو نکالے گا جس کو علی نے لکھا تھا اور فرمایا امام نے نکالا تھا اس قرآن کو علی نے لوگوں کی طرف جب کہ اس سے فارغ ہو چکے تھے۔ پھر علی نے اُن سے کہا کہ یہ اسد عزدجل کی کتاب ہے۔ جس طرح اللہ نے محمدﷺ پر نازل کی تھی اُس کو میں نے دولوحوں سے جمع کیا ہے۔ (یعنی لوح دل سے اور لوح مکتوب سے) تو اُنہوں نے کہا ہمارے پاس مصحف (وہ کتاب جس میں رسالے اور صحیفے جمع ہوں) ہے۔ جس میں قرآن جمع ہے ہم کو اُس کی حاجت

https://noor-ul-huda.net/

نہیں تو علی نے فرمایا خدا کی قسم اس دن کے بعد تم اس کو کبھی نہ دیکھو گے۔بے شک مجھ پر واجب تھا کہ میں تم کو آگاہ کر دوں جب کہ میں نے اس کو جمع کر لیا تھا تاکہ تم اس کو پڑھو"

(اصول کافی صفحہ ۶۷۱)۔

(اہلحدیث مطبوعہ ۲۔اکتوبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۰،۱۱)

دفعہ ۳۔

شیعہ صاحبان نے سنیوں کی کتابوں سے قرآن کا تحریف ہونا ثابت کیا ہے

سنی اصحاب نے جو کچھ شیعہ صاحبان کی کتابوں سے قرآن شریف کی تحریف کے ثبوت میں پیش کیا ہے اس کا ذمہ دار اخبار اہلحدیث امرتسر ہے۔اب ہم شیعہ صاحبان کی تحریرات بطور نمونہ ذیل کے اقتباس پیش کرتے ہیں جو اس بات کی مثال ہیں کہ شیعہ صاحبان کہ شیعہ صاحبان سنی صاحبان کی کتب مقبولہ سے قرآن شریف ہونا ثابت کرتے ہیں۔

شیعہ صاحبان کی دو کتابیں اس مضمون و موضوع کے ثبوت میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ایک کا نام موعظ تحریف قرآن۔دوسری کا نام النار الجیم لھاتک القرآن التعظیم ہے۔یہ دونوں کتابیں لاہور میں طبع ہوئی ہیں۔ان میں شیعہ صاحبان کی قابل تعظیم ہستیوں نے سُنی کتب معتبرہ سے مروجہ قرآن کی تحریف کو ایسے اکمل طور سے ثابت کیا ہے کہ کسی سنی کو اُن کے جواب کی آج تک جرأت نہیں ہوئی ہے۔کتاب اوّل سے چند اقتباس ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔اگر کسی کو مفصل کیفیت دیکھنا منظور ہو تو ان کُتب کو منگا کر ملاحظہ کریں۔جناب علامہ سید علی الحائری لکھتے ہیں۔

ا۔ تفسیر اتقان مطبوعہ مطبع احمدی صفحہ ۱۶، سطر ۹ میں امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے۔

قال ابو عبید ہ حد ثنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال لا یقولن احد لم قد اخذت القرآن کله وما ید ریه ما کله قد ذھب منه قرآن کثیر ا انتھٰی۔

"بلفظ یعنی ابن عمر سے مروی ہے کہ تم میں کوئی شخص بھی یہ نہیں دعویٰ کر سکتا کہ اُس نے پورا اور مکمل قرآن تمسک (گرفت،اقرار نامہ) کیا ہے اور اس کو کیوں کر معلوم ہو سکتا ہے کہ مکمل اور پُورا قرآن کیا ہے۔کیونکہ اس قرآن کا بہت سا حصہ اس میں سے نکل گیا ہے"

۲۔ تفسیر اتقان صفحہ ۳۱۶ سطر ۱۱ میں علامہ سیوطی نے ام المسلمین حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔

عن عائشه قالت سورة الاحزاب تقرا فی زمانه النبی صلعم مائتی أیة فلما کتب عثمان المصاحف لم تقدر منها الا علےٰ ماهو الا انتهٰی

(بلفظ، تفسیر در منشور مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۱۸۰ سطر ۲۳) میں عینا یہ روایت مرقوم ہے۔

یعنی جناب ام المسلمین حضرت عائشہ نے فرمایا ہے کہ (سورہ احزاب پارہ ۲۱ میں ہے) حضور پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے عہد اور زمانہ میں پوری دو سو آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں۔۔۔۔۔۔ لیکن سنی مسلمانوں میں خلیفہ صاحب حضرت عثمان نے قرآن لکھتے وقت۔۔۔۔ صرف اسی قدر آیتیں سورہ احزاب میں لکھی ہیں۔ جو اس وقت قرآن میں موجود ہیں (اب صرف ۷۲ یا ۷۳ آیات ہیں)

(صفحہ ۲۶)

۳۔ سورہ توبہ کا نقصان تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ (۲۰۸) سطر (۱۷) میں سیوطی لکھتا ہے کہ اخراج کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ، خبرانی ،ابوالشیخ حاکم اور ابن مردویہ نے حذیفہ سے بیان ہے۔

قال التی تسمون سور التوبه هی سورة العذاب و الله ماتر کنا احدا الا فالت منه ولا تقرؤن منها مما کنا نقر ء الا ربعها۔ انتهٰی بلفظ

یعنی جس سورۃ کو تم توبہ کے نام سے یاد کرتے ہو وہ در حقیقت سورۃ عذاب ہے۔ خدا کی قسم ہم (صحابہ) میں سے ایک بھی ایسا نہیں چھوٹا جس کے متعلق کوئی عذاب کی آیت نہ آئی ہو اور تم اس سورۃ توبہ میں نہیں پڑھتے سوجو کچھ کہ ہم پڑھا کرتے تھے۔

مگر اس کا چھوتھا حصہ (صفحہ ۲۷)۔ قرآن عربی کے متن کی نسبت شیعہ و سنی صاحبان کی روایات مذکورہ بالا پیش کر کے ہم اپنے احمدی دوستوں سے جو کم از سنی و حنفی روایات کے معتقد (اعتقاد رکھنے والا) ہیں جو اسی قرآن عربی کی سند ہے، بائبل مقدس کا تحریف ہونا ثابت کرتے ہیں۔ یہ بات عرض کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر بفرض محال قرآن عربی بائبل مقدس کی تحریف و تنسیخ ثابت بھی کرتا ہو تو قرآن عربی خود نا قابل اعتبار ہے۔ کیونکر ایسی کتاب کی سند سے بائبل جیسی کتاب پر تحریف و تنسیخ کا الزام کسی باخبر کے لئے کوئی دلیل ٹھہر سکتا ہے؟ جبکہ حقیقت یہی ہے تو احمدی اصحاب اسنے خود کس بنا پر ماننے کے مدعی ہیں۔ انہیں پہلے قرآن عربی کے متن کی بابت فیصلہ کرنا چاہئے اور پھر بائبل کے خلاف لب کشائی (منہ کھولنا) کرنا چاہیے۔ شاید احمدی اصحاب یہ فرمائیں کہ ہم سُنیوں اور شیعوں کی روایات کو مانتے ہی نہیں ہم تو مرزا صاحب کے الہامات کے معتقد ہیں۔ مرزا صاحب قرآن عثمانی کے غیر

متغیر ہونے کے معتقد تھے۔اس وجہ سے ہم قرآن عثمانی سے بائبل کی تحریف پر استدلال کرتے ہیں۔پر اس کے جواب میں گذارش ہے کہ مرزاصاحب نے قرآن عثمانی کو آسمان پر پہنچادیا تھا۔اس کی بابت مرزاصاحب کے اقوال ذیل بھی قابل غور ہیں۔غیر احمدی مسلمان جنہوں نے مرزاصاحب کی تصنیفات کو غور سے پڑھ کر آپ کے عقائد و تعلیم پر کتابیں لکھیں جن کا کسی احمدی نے آج تک جواب نہیں دیا وہ لکھتے ہیں کہ مرزاصاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھاہے کہ

''زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک گالی ہے۔لیکن قرآن شریف کفار کو سُناسُنا کر اُن پر لعنتیں بھیجتا ہے ''۔

(ازالہ حصہ اول صفحہ ۱۳ حاشیہ و صفحہ ۲۵ تا ۲۶ ''خاتم النبوۃ''صفحہ ۳۰)۔

پھر فرماتے ہیں کہ

''اُس نے (قرآن شریف) نے ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ خوبصورت گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں''۔

(منقول از فتویٰ شریعت عزانمبر اول صفحہ ۴ بحوالہ،زالہ صفحہ ۷ ۲ پھر خادم الاسلام ملا محمد بخش حنفی چشتی اپنے رسالہ درۂ محمدی مطبوعہ خادم تعلیم ٔسلیم پریس لاہور ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸۔۶۸۹) کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

''مرزاصاحب کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھی وحی غلط نکلی تھی''

(صفحہ ۱۴)۔

اگر یہ تمام باتیں درست ہیں تو انصاف سے فرماؤ کہ مرزاصاحب نے قرآن عثمانی کا کیا اعتبار باقی چھوڑا۔سنی و شیعہ صاحبان نے تو مروجہ قرآن کا پھر بھی کچھ اعتبار باقی رکھ لیا تھا۔پر مرزاصاحب نے تو اسے آسمان پر پہنچادیا اُس کا تل برابر اعتبار باقی نہ رکھا تو پھر احمدی اصحاب اسی قرآن سے کس وجہ سے استدلال کرتے ہیں؟

دفعہ ۴۔

مرزا صاحب کے نئے قرآن کے چند مسائل

۱۔(شیخ عبدالحق سیکریٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام دہلی نے ۲۹ ستمبر ۱۹۲۳ کے "پیغام صلح"لاہور)میں ذیل کی باتیں شائع فرمائی جو مولانا ابوالکلام سے گفتگو کرتے وقت ذکر میں آتی تھیں۔

خاکسار جناب کی اسلامی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔چند ماہ کا عرصہ ہوا کہ دہلی میں قادیانی جماعت کا ایک جلسہ ہوا۔میری طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا۔جس میں قادیانیوں کے عقائد حسب ذیل لکھے تھے۔(الف)حضرت رسول خدا ﷺ اور حضرت مرزا صاحب برابر ہیں اور بعض کے نزدیک میرزا صاحب افضل بھی ہیں۔(درس الٰہی صفحہ ۱۹ الفضل جلد ۲ نمبر ۴۳)۔

(ب)اسم احمد(بلحاظ علم)حضرت میرزا صاحب کے لئے ہے۔رسول اللہ ﷺ اس کے حقدار نہیں ہیں۔(انوار الخلافت صفحہ ۱۸)۔

(ج)کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہو گیا۔کیونکہ اُس کے پڑھنے سے کوئی شخص مسلمان نہیں بن سکتا۔جب تک کہ میرزا صاحب کی رسالت و نبوت کا قائل نہ ہو۔(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)(د)مکہ معظمہ مدینہ منورہ کی چھاتیوں کا دودھ سوکھ گیا"۔(حقیقت الرؤیا صفحہ ۴۶)۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ جماعت علماء جن وجوہ احمدیوں کو کافر کہتی ہے اور تشدد کرتی ہے ان وجوہات کی تردید بلا خوف لومۃ لائم(ملامت کرنے والے کی ملامت کرنا،رسوائی)ہم کرتے ہیں۔لیکن افسوس تو یہ ہے کہ میرزا صاحب کو مجدد اور وفات مسیح کے ماننے سے ہم بھی کافر ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۲۔صرف یہی نہیں بلکہ پیغام صلح کو اپنے مجدد کے ذیل کے بیانات بھی معلوم ہیں۔جو(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ تا ۵۶۵)میں آئی ہے۔ جیسے ہم تشخیذ الاذہان سے نقل کرتے ہیں،مرزا صاحب فرما گئے ہیں کہ میں اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی علم نہیں رہا اور میں ایک سوراخدار برتن کی طرح ہو گیا یا اس شے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنے بغل میں دبالیا اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی(قابو پانے والا)ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا۔یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اُسکی زبان بن گُی تھی۔میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اُس کی قدرت اور قُوت مجھ میں جوش مارتی اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت(جاہ و جلال،اسم صفات الٰہی)نے میرے نفس کو پیس ڈالا سو نہ تو میں ہی رہا اور نہ میری کوئی

https://noor-ul-huda.net/

تمنا ہی باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخن پا (سر سے پاؤں تک) تک اُسکی طرف کھینچا گیا۔ پھر میں ہمہ (تمام) مغز ہو گیا۔ جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا جس میں کوئی میل نہیں تھی اور تجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی۔ پس میں اس شے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اُس نظر کی طرح جو دریا میں جا ملے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپالے۔ اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے میں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرا یت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھو یا گیا اور اللہ تعالی نے میرے سب اعضا اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کی گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضا میرے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالی کے اعضا ہیں اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے نکل چکا ہوں۔ اب کوئی شریک اور مناع ردک کرنے والا نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکوں سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی (مختصر) صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاحق کے موافق اسکی تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان اور دنیا کو پیدا کیا اور کہا (انا زینا السماء الدنیا بمصابیح) پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا (ارف ان تتخلف فخلفتا دم اناخلقنا الانسان فی احسن تقویم) (تشحیذ الاذہان صفحہ نمبر ۸)

اس کے سوا مرزا صاحب نے ذیل کے اقوال میں ابنیت کے مسئلہ حل فرمایا ہے مثلاً آپ کا قول ہے کہ (انت منی بمنزلتہ ولدی) یعنی تو بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے (انت منی بمنزلت اولا مری) یعنی تو بمنزلہ میری اولاد کے ہے۔ (انت منی بمنزلت توحیدی و تفریدی) یعنی تو بمنزلہ میری توحید تفرید کے ہے (انت منی وانا منک) تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں (اسمع ولدی) اے میرے بیٹے سن۔ (انت من مائنا وھم من فشل) یعنی تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ فشل سے ہیں وغیرہ۔

(دافع البلاء صفحہ ۶ تحقیقتہ الوحی صفحہ ۸۶ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۴ البشریٰ جلد اول صفحہ ۴۹) وغیرہ۔ احمدیت کی تثلیت کی بابت توضیح المرام صفحہ ۲۰۱ میں یوں لکھا ہے یعنی

> ہم دونوں (یعنی مسیح اور مرزا) کے روحانی قواء میں ایک خاص طور پر خاصیت رکھی گئی ہے جس کے سلسلے ایک نیچے کو ایک اوپر کی طرف کو جاتے ہیں اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر نر، مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الٰہی کی چمکنے والی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔ اُس کا نام پاک تثلیث ہے۔ اس لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن اللہ کے ہے۔

(نقل از معیار عقائد قادیان صفحہ ۱۹۔ ۲۰)۔

https://noor-ul-huda.net/

روح القدس نہ جبرائیل ہے نہ ملائکہ میں سے کوئی ملک (فرشتہ) ہے آپ (توضیح المرام صفحہ ۳۰) پر لکھتے ہیں۔

> جبرائیل علیہ اسلام جسکا سورج سے تعلق ہے بذات خود اور حقیقتاً زمین پر نہیں اُترتا ہے اس کا نزول جو شروع میں وارد ہے اس سے اُسکی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو صورت جبرائیل وغیرہ فرشتوں کی انبیاء علیہ السلام دیکھتے تھے وہ جبرائیل وغیرہ کی عکسی تصویر تھی جو انسان کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی۔

(نقل معیار عقائد قادیانی صفحہ ۴۸)۔

پھر توضیح المرام صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں کہ

> "جبرائیلی نور کا (۴۶) واں حصہ تمام جہاں میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ کیونکہ جبرائیلی نور آفتاب کی طرح جو اسکا ہیڈ کواٹر ہے۔ تمام معمورہ عالم پر حسب تعداد انکے اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو۔ مجذوب بھی جبرائیلی نور کے نیچے جاپڑتے ہیں۔ کچھ کچھ ان کی آنکھوں پر اس نور کی روشنی پڑتی ہے"۔

(نقل از معیار عقاید قادیانی صفحہ ۳۶تا۳۷)۔

چوتھا باب

حق پسند مسلم علما کی نظر میں قرآن اور بائبل کا مرتبہ

باب ہذا میں اُن مسلم علماء کی بائبل وقرآن کی بابت میں آراء پیش کرتے ہیں جو اس خاص اعتبار سے ہمارے نزدیک اور ہمارے مسلمانوں ہندو پنجاب کے نزدیک قابل عزت وتوقیر ہیں۔ خصوصاً بائبل وقرآن کی بابت اُن کی تعلیم مسیحی ومسلم دنیا کے لئے آبِ زر (سونے کا پانی جو نقاشی یا کتابت میں کام آتا ہے) سے لکھنے کے قابل ہے۔

علماء مذکور کی آراء کو پیش کرکے ہم مسیحی دنیا پر ظاہر کردینا چاہتے ہیں کہ قرآن واسلام اور اس کے جاننے والے مسلم علماء نے ہمیشہ سے بائبل مقدس کی عزت وحرمت کو قرآن واسلام کا اعلیٰ جزو یقین کیا ہے۔ اس وجہ سے مسیحی علماء کا قرآن واسلام سے اور مسلم دنیا سے سخت بدظن ہونا اور مسلمانوں کو بائبل ومسیحیت کا خوفناک دشمن سمجھنا ہرگز جائز ومناسب نہیں ہے۔ آنے والی فصول (فصل کی جمع) کے بیان کو غور وفکر سے پڑھا جائے۔ اسے ناظرین کرام پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو باہر ہو جائے گی کہ مسلمانوں میں اعلے طبق کے علماء بائبل مقدس کے احترام میں ہرگز مسیحیوں سے پیچھے نہیں ہیں بلکہ وہ بعض حالتوں میں مسیحیوں سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

https://noor-ul-huda.net/

ہمارے رسالے میں اس قدر گنجایش نہیں کہ ہم کل ٔمسلم علماء کے بائبل کی صحت وصداقت پر فیصلے نقل کریں۔ تو بھی جن قابل تعظیم ہستیوں کے عقائد وخیالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں وہ مسیحیوں اور مُسلموں اس بات کا یقین دلانے کے لئے کافی سے زیادہ ہیں کہ قرآن ق اسلام کو جاننے اور ماننے والے علمائِ اسلام بائبل کی صحت وصداقت کے ایسے ہی قائل ومعتقد ہیں جیسے کہ کٹر مسیحی علماء قائل ہیں۔ ہمارے اس بیان کی صداقت آنے والی شہادتوں پر مبنی ہے۔ جو سراسر مسلم علماکے بیانات کی نقل ہیں۔

پہلی فصل

مذاکرہٗ علمیّہ

حقیقت نسخ شریعت

(از محمد شریف قریشی)

روزمرہ کے تجربہ ومشاہدہ نے ثابت کردیا ہے کہ تمام بنی نوع انسان بلحاظ اوضاع (وضع کی جمع، طریقہ) واطوار مدنی الطبع واقع ہوئے ہیں لیکن ضعیف البنیان (بنیاد) ہونے کی وجہ سے بطور خود اپنی صلاحیت کے اصول قوانین وضع نہیں کرسکتے۔ جس کو انسانی زندگی کا بہترین پروگرام یا صحیح لائحہ عمل کہہ سکیں۔ تمام افراد نہ تو مل کرنہ کوئی ایک انسان منفرِدًا ایسا مذہب تجویز کرسکتا ہے۔ جو ہر حال اور ہر زمانہ میں یکساں طور پر مفید انسان ہوسکے کیوں؟ علمی کمال اس کو حاصل نہیں نہ ہی وہ علم اس کا ذاتی اور کُلّی ہے۔ جو تمدنی زندگی کا پروگرام یا ارتقاء انسانی کے لئے نصاب کامل مرتب کرنے میں اس کی رہبری کرے۔ یہی وجہ ہے کہ خالق کل اور عالم الغیب خدا نے اس مرحلہ کو اپنے ذمہ لیا اور اپنی تجویز کردہ شریعت پر چلنے کے لئے بنی نوع انسان کو دعوت دی۔ ابتدا آفرنیش سے لے کر تا حال ماموران الٰہی وداعیانِ حقانی نے پے درپے آکر ثابت کردیا ہے کہ حقیقی نجات قوانین آسمانی کی پابندی پر منحصر ہے۔ جو تخیلات انسانی کا نتیجہ نہیں بلکہ احکام الٰہی کا مجموعہ ہیں اور یہ احکام وقوانین کامل کے بنائے ہوئے ہیں۔ جس کے علم ذاتی میں نقص نہیں۔

العزض جس قدر بھی رسول دنیا میں اصلاح خلق مبعوث ہوتے رہے کسی کی بیان کردہ شریعت منجانب اللہ ہونے میں مساوی اور یکساں ہے۔ احکام کا بلحاظ ضرورت مختلف ہونا امردیگر ہے۔ اُن کا آپس میں ایک دوسرے کے متضاد اور متبائن ہونا خالق کے نقص وعلم کی دلیل ہے۔ جو خدا کی ذات یا علم (وکمال فی العلم) پر ایک دھبہ ہے۔ ہر کہ دمہ (سائنس کا روگ) جانتا ہے کہ اختلاف بیانی دلیل کذب ہے۔ جس سے وہ ذات اعلےٰ منزہ (پاک) لاریب (بے شک) ہے۔ چنانچہ قرآن مجید ہمارے بیان کی پر زور تائید کرتا ہے۔

لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا

https://noor-ul-huda.net/

(سورہ النساء آیت ۸۲)

ہر مابعد آنے والا گذشتہ انبیاء کی تصدیق کرتا کہ وہ نبی حقیقی تھے اُن کی اور وہ شریعت منجانب اللہ تھی۔ (مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَھُمۡ) اور (لاَ نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡھُمۡ و مُصَدِّقاً لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ) اس پر شاہد ناطق ہیں۔ آنحضرت مصدق شرائع گذشتہ ہیں۔ کسی نبی نے خدا کی شریعت اولیٰ (اچھا، بہتر) کو منسوخ تبدیل نہیں کیا۔ نہ خدا نے خود کوئی پہلی شریعت منزلہ خود غلط کی۔

حقیقت نسخ

بعض الناس متشابہات سے استدلال کرتے ہوئے اس امر کے قائل ہوگئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے پہلی شرائع کو منسوخ کیا۔

لہٰذا شریعت محمدی گذشتہ شریعتوں کی ناسخ ہوئی، اپنے دعوے پر دلیل یہ دیتے ہیں کہ شراب اگلی اُمتوں کے لئے حلال تھی۔ اب حرام ہو گئی۔ دو بہنوں کو پہلے ایک ہی وقت نکاح میں لے آنا حلال تھا۔ لیکن اب یہ حکم منسوخ ہوگئے ہیں۔ توریت وانجیل گو منجانب اللہ تھیں مگر اُن میں اور قرآن میں بین فرق ہے۔ اس لئے ہم نسخ شریعت کے قائل ہیں۔

افسوس ہم اُن کی ہاں میں ہاں ملانے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہمیں ایسی کوئی آیت نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ شراب محمد رسول اللہ ﷺ معبوث کرنے سے پہلے ہم نے از روئے شریعت حلال کردیا تھا۔ اب مصلحتاً اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ فلاں نبی کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ دو بہنوں کو ایک ساتھ ایک ہی وقت میں جمع کرنا میری شریعت میں جائز ہے۔ جہاں تک ہم نے غور کیا ہے۔ غیر نبی اقوال بلا دلیل جو در حقیقت شریعت الٰہی کا جزو نہ تھے اور بوجہ تحریف کتب آسمانی و شریعت ربانی اصل تعلیم میں خلط ملط ہو کر راہبوں کی کوشش اور تبلیغ سے شریعت ہی سمجھے جاچکے تھے۔ حالانکہ وہ شریعت سماوی سے اُن کا انسداد (روک تھام) کیا گیا بلکہ یہ سُنا دیا گیا جن امور غیر تشریعی (شرع کی پابندی) کو تم اپنی بہتری کا حامی پاتے ہو ہم ان سے بہتر لادیتے ہیں جس امر کے تم مکلف (بلانے والا، عاقل) نہیں بنائے گئے تھے غلطی سے یا بوجہ عدم علم وہ تم میں رواج پاگیا۔ اس سے ہم درگزر کرتے ہوئے حکم دیتے ہیں کہ آیندہ ایسا نہ کرنا۔ مثلاً

وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ

(دو بہنوں ایک ساتھ ایک مرد کی زوجیت میں دینا تم پر حرام ہے۔ ہاں جو ہوچکا وہ ہوچکا)

(سورۃ النساء آیت ۲۳)۔

شریعت الٰہی متبوع (سردار) اور مطاع (جس کی اطاعت کی جائے) ہے۔ بندوں پر حکمران ہے۔ یہ نہیں کہ ماننے والے مل گئے تو شراب اور خنزیر کو حرام کر دیا۔ جب سرکش اور متمردوں (باغی) سے واسطہ پڑا تو حلال کر دیا۔ بے شک خدا کی شریعت ان نقائص سے پاک ہے۔ یہ سب توہمات نفسانی اور قیاسی باتیں ہیں۔ جن کا ثبوت نہ کتب سابقہ میں ہے نہ موجودہ شریعت میں ہے نہ موجودہ شریعت اس کی متحمل (صابر) ہوسکتی ہے۔

جن احکام کی قرآن مجید نے اصلاح کی وہ راہبوں کے ساختہ پرداختہ تھے۔ یہ کہاں سے نکلا کہ یہ گذشتہ انبیاء کی شرائع تھیں۔ جن کو شریعت کامل نے تبدیل کیا ہے۔ جب خدا کے نزدیک ماضی اور مستقبل کی مثال زمانہ حال ہی کی سی ہے تو اس کو نسخ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مستقبل سے ناواقف لوگ اپنی پہلی رائے کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ (لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ) خدا کی بنائی ہوئی شریعت میں تغیر و تبدل کو دخل نہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ بعض آیات قرآنی باہم ناسخ و منسوخ ہیں یا نہیں۔ بعض آیات منسوخ التلاوت اور متروک عمل بیان کی جاتی ہیں۔ اس امر کو واضح کریں جہاں تک قرآن مجید میں غور کیا ہے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کوئی آیت قرآنی متروک العمل ثابت نہیں ہوئی۔ نہ ہی موجودہ قرآن کی کوئی آیت منسوخ التلاوت ہے جو ان چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات کے سوا ہو۔

بعض الناس کو صحیح بخاری ص صفحہ ۱۰۰۹ کی اس روایت سے جس میں آیت رجم کا ذکر ہے دھوکہ لگا ہے۔ ایسے نکتہ شناس لوگوں پر مخفی نہ رہے کہ یہ حکم کسی آیت قرآنی کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ رسول آدم نے رجم کا حکم دیا اور رجم فرمایا تو بعض صحابہ کرام اس کو آیت سمجھنے لگے۔ اور بطور قرآن اس کو قرآنی عبارات و مضامین میں حفظ کرنے لگے۔ حالانکہ وہ قرآن[5] نہ تھا بلکہ حدیث نبوی ہے۔

جہاں تک سیاق و سباق کلام کا تعلق ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے آیت۔ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ میں آیت سے مراد قرآنی جملہ نہیں بلکہ لفظ آیت بمعنی نشان یا معجزہ مستقل ہو اور یہاں اپنی قدرت اور دسترس کی طرف متوجہ کیا ہے کہ ہم کوئی نشان ترک کر دیتے ہیں اور اس کو دہراتے نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ تو اس سے بہتر اس کی مثال لے آتے ہیں۔ کیونکہ ہر شے پر اللہ قادر ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۰۶) مثلاً موسیٰ علیہ اسلام کو لاٹھی سانپ بن جانے کا معجزہ دیا تو اس سے بھی بہتر نشان آنحضرت (روحی فداہ ابی وامی ﷺ) کو دیا اور آپ کے ہاتھ پر شق صدر کیا۔ اس سے یہ تو ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ ہم آیات قرآنی سے ہی بعض کو منسوخ کرتے اور اُن کی قائم مقام اور آیات لاتے ہیں جس سے آیات منسوخ شدہ متروک العمل ہو جاتی ہیں۔ (نقل از اہلحدیث)

---

[5] ہم عنقریب ایک مفصل مضمون اس خدشہ کے ازالہ کے لیے قلم بند کریں گے۔ جس میں مرزا احمد علی شیعہ کی دھوکہ دہی کی قلعی بھی کھولی جائیگی جو کہ المصلح سرگودھا جلد ا نمبر ۳ میں ہے۔ ۱۲ منہ

دوسری فصل

تحریف کتب سابقہ اور قرآن کریم

راستی موجب رضائے خدااست

''پیغام صلح ۲۷ ذوالحجہ'' میں ایک آرٹیکل زیر عنوان ان ''انجیل میں تحریف'' عاجز کی نظر سے گزرا ہے۔ چونکہ یہ مضمون ظاہر میں قرآنی تعلیم کے خلاف معلوم ہے۔اس لئے میں اپنی معلومات کے موافق چند ریمارک (تبصرہ) قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جن پر غور کرنے سے امید ہے کہ مضمون میں صحیح وغلط تمیز کرنے کا ناظرین کو اچھا موقع ملے گا۔

قرآن شریف میں شروع سے آخر تک تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کبھی ایک دفعہ بھی قرآن شریف نے انجیل یا توریت کو محرف ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ برخلاف اس کے بار بار ان کتابوں کی تصدیق کی ہے۔ان کو نور اور ہدایت اور موعظتہ اللمتقین (نصیحت والا موعظت) بتایا ہے۔ یہود و نصاریٰ کو اپنی کتابوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ یہاں تک ان کتابوں کی صحت کی حمایت کی ہے کہ سورۃ مائدہ کے پانچویں رکوع کے آخر سے تمام چھٹے رکوع تک صاف طور پر اُن کی صحت کے محفوظ رہنے کا اور اُن کے واجب العمل (عمل کرنا لازم) ہونے کا بیان کیا ہے اور رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے، کہ یہود تجھ کو کیونکر حکم بتائیں۔اُن کے پاس تو تورات موجود ہے۔ جس میں اللہ کا حکم ہے۔ باوجود اس کے وہ تورات سے رد گردانی کرتے ہیں۔اس لئے اُن کا توریت پر ایمان نہیں ہے۔ ہم نے توریت نازل کی ہے اس میں ہدایت اور نور ہے۔انبیاء جو مسلم تھے وہ اسی توریت سے یہود کو ہدایت کیا کرتے تھے اور یہود کے علماء وفضلاء کو اس توریت کا محافظ بنایا ہوا تھا اور اس کے محفوظ رہنے کے وہ گواہ تھے۔ وہ بھی اسی توریت سے ہدایت کرتے چلے آئے ہیں۔اے یہود تم لوگوں سے نہ ڈرا کرو۔ صرف مجھ سے ڈرا کرو اور میری آیتوں کو دنیا کے قلیل فائدہ کے عوض فروخت نہ کیا کرو جو اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب پر (یعنی توریت پر) عمل نہ کریں وہ کافر ہیں۔ پھر آگے انجیل کی نسبت فرمایا وہ توریت کی مصدق ہے اور ہدایت ہے اور موعظتہ اللمتقین ہے۔اہل انجیل کو چاہئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس میں حکم دیا ہے اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے انجیل پر عمل نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں۔ پھر آگے فرمایا ''اے رسول ہم نے تیری طرف ایک حق کتاب نازل کی ہے۔ جو توریت وانجیل کی تصدیق کرتی اور اُن کی محافظ یا اُن پر شامل ہے۔ توان کو اس کتاب کے موافق حکم دیا کر جو تجھ پر نازل ہوئی ہے۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک امت کو ایک شریعت اور کھلا راہ بتلا دیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی اُمّت بنا دیتا (یعنے ایک ہی شریعت پر چلاتا) لیکن مختلف شریعتوں کے رکھنے سے یہ مطلب ہے۔ کہ جس جس کو جو شریعت دی ہے اس پر چلنے میں اُن کا امتحان کیا جائے۔ بھلائی کرنے میں تم کو ایک دوسرے پر سبقت لے جانی کی کوشش کرنی چاہئے''۔

ان آیات سے توریت وانجیل کا تحریف سے محفوظ رہنا بین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ پھر توریت وانجیل کو محرف بتلانا قرآنی تعلیم کے موافق کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کو ان باتوں پر ملامت کی ہے، کہ وہ اوروں کو نصیحت کرتے ہیں۔ اور خود اس پر عمل نہیں کرتے یا وہ کسی بات پر

https://noor-ul-huda.net/

ایمان لاتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اور کسی پر نہیں کرتے اور کلام الٰہی کو پس پُشت ڈال دیتے ہیں یا بعض کتابیں خود وضع کرکے خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔(جیسے مسلمانوں میں بہت لوگ وضعی حدیثیں بنالیا کرتے تھے)لیکن یہ بات کبھی ظاہر نہیں کی گئی کہ وہ لوگ اپنی کتاب کی آیات یا الفاظ بدل لیا کرتے تھے۔ صرف یہود کو ایک اور طرح کی تحریف کا الزام دیا ہے اور خود قرآن شریف نے اس تحریف کا مطلب سمجھا دیا ہے کہ جیسے کسی واعظ کا کلام سُن کر رواج تھا کہ سمعنا اور اطعنا(سُننا اور کھالینا) کہا کرتے تھے۔یہود نے رسول کریم کی کلام کو سُن کر ایک نئی قسم کا جواب بنالیا تھا۔کہ سمعنا وعصینا اور راعنا زبان مروڑ کے کہنے سے حقارت کرتے تھے۔اس کی بجائے انظرنا کہتے تو اچھا ہوتا یا حکم دیئے گئے تھے کہ حطتہ کہتے ہوئے شہر میں داخل ہوں۔ انہوں نے اس کی بجا(ی)اور لفظ بدل دیا کلام الٰہی کو سُن کر اور سمجھ کر تحریف کرتے تھے۔اس سے تحریف معنوی ظاہر ہے۔ غرض توریت میں یا انجیل میں عمداً الفاظ یا فقرات کے بدل دینے کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ کہیں جنگ و صلح کے معاملات میں بھی یہود کی تحریف کا ذکر آیا ہے۔اس کو توریت کی تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔علاوہ اس کے سورہ انعام میں کوئی اٹھارہ انبیاء کے نام اور صفات بیان کرکے فرمایا ہے۔ یہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے۔ ان کی ہدایت کی پیروی کیا کر، یہ کہیں نہیں کہا کہ اُن کی کتابیں محرف ہیں اُن کی پیروی کبھی نہ کرنا۔

اور توریت اور انجیل کے ترجموں میں جو اختلاف ہیں یہ کوئی زیادہ توجہ کے قابل نہیں۔قرآن شریف کے جتنے ترجمے کئے گئے ہیں۔ اگر اُن کا مقابلہ کرکے دیکھا جائے تو کوئی ترجمے الفاظ میں متفق نہ ملیں گے۔ لیکن قرآن شریف موجود ہے۔اس طرح کے اختلافات سے قرآن کی ہدایت میں خلل واقع نہیں ہوسکتا ہے۔اسی طرح سے یونانی ترجمہ توریت جو (۷۰) علما،یہود نے جمع ہوکر کیا تھا اور لاطینی وانجیل کا ترجمہ جو مقدس جیرد م نے کیا اور بھی پُرانے ترجمے اور اصل محفوظ رکھے گئے ہیں۔ان میں کبھی تبدیلی نہیں کی جاتی ہے۔ہمیشہ ترجمہ کرنے کے وقت ان مستند کتابوں کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔

اس کے سوا ایک اور بات ہے قرآن شریف وحی متلو ہے۔اور پہلی کتابیں وحی متلو نہیں ہیں بلکہ الہامی مضامین کو انبیاء اپنی عبارت میں جس طرح چاہتے تھے بیان کردیا کرتے تھے اور دوسرے مقدس لوگ بھی ان سے سُنی ہوئی باتوں کو اپنی عبارت میں نقل کیا کرتے تھے۔اس قسم کی تحریروں کو کتب منزلہ اور کتب مقدسہ کہا جاتا تھا۔ اگر ان میں عبارات والفاظ کے اختلاف ہوجائیں۔ مگر اصلی کلام الٰہی کا مضمون نہ بدلے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔البتہ قرآن جو وحی متلو ہے۔اس میں ایک لفظ کی تبدیلی بھی کلام کو مشتبہ کردیتی ہے۔ مگر باوجود قرآن شریف مختلف عبارتوں میں رسول کریم کے روبرو پڑھا گیا اور سب کو رسول کریم نے صحیح فرمایا اور قرأتوں کے اختلاف تفسیروں میں نقل کئے جاتے ہیں۔ایسے اختلافوں کو تحریف کہنا چاہیئے۔ پھر مضامین کا الہام جو مختلف عبارتوں میں نقل کیا جاتا ہے،اُس کو محرف کہنے کی کیا ضرورت ہے؟

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کسی قوم کی دشمنی تمہارے ساتھ تم کو اس امر کی طرف مائل نہ کرے کہ تم معاملہ میں ان کے ساتھ بے انصافی کرنے لگو۔ بلکہ سب کے ساتھ (دوست ہو یا دشمن)انصاف کیا کرو۔یہی عمل تقویٰ کے قریب ہے۔ اسی طرح سے یہود و نصاریٰ ہماری مخالفت پر کمر باندھ لیں تو اُن کے عمل اُن کے ساتھ ہم کو اس کے عوض میں اُن کی کتابوں کو محرف بنادینا نہایت بے انصافی اور تعلیم الٰہی کے بالکل خلاف ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

یہود و نصاریٰ کتب مقدسہ کے ساتھ کتب موضوعہ بھی ہمیشہ سے بنتی چلی آئی ہیں۔ان کو یونانی میں۔"اپو کرائفا" کہتے ہیں۔ مگر اُن کے علماء ہمیشہ سے اُن کو تحقیق کر کے کتب مقدسہ سے ہمیشہ علیحدہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور انہوں نے ایسی کتابوں کو کتب مقدسہ میں داخل نہیں کیا ۔اُن کی بعض موضوعی کتابیں ایسی بھی ہیں کہ ان میں حق و باطل دونوں طرح کے کلام ہیں۔ لیکن اُنہوں نے اُن کو بھی مستند کتابوں سے علیحدہ رکھا ہے غرض جن مختلف ترجموں میں الفاظ اور آیات کے ایسے اختلاف ہوں۔کتابوں سے علیحدہ رکھا ہے۔ غرض جن مختلف ترجموں میں الفاظ اور آیات کے ایسے اختلاف ہوں جو غرد ریات میں کوئی فتوع نہیں ڈالتے تو ہم کو نکتہ چینی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں اندیشہ ہے کہ منصوصات (قرآن مجید کی وہ آیت جو قابلِ تاویل نہ ہو، وہ حدیث جو مکمل طور سے ثابت ہو گئی ہو۔) قرآنی کی مخالفت کے ہم مرتکب بنتے ہیں۔

اصلی بات یہ ہے کہ تورات و انجیل دونوں کتابیں صحیح اور عموماً غلطی سے محفوظ ہیں اور حاشیہ اور متن کے کہیں کہیں ملجانے کے باعث یا مترجم کی غلط فہمی سے کہیں کہیں غلطی واقع ہو گئی ہے تو اُس نے اصل ہدایت کے مفہوم میں کوئی فتور نہیں ڈالا۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن شریف ان کی تصدیق کبھی نہ کرتا۔کتب مقدسہ سابقہ میں کلام انسانی کلام الٰہی کے ساتھ کثرت سے ملی ہوئی ہے اگر ایسی کلام میں فقرات کی بھی کمی پیشی ہو جائے بشرطیکہ اصول دین جب وہ کمی بیشی خلل انداز نہ ہو تو مسلمانوں کو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ جب قرآن شریف نے باوجود ترجموں کے اختلاف کے اُن کو صحیح تسلیم کر لیا ہے تو اس سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ وہ اختلاف ہدایت میں فتور ڈالنے والے نہیں ہیں اور چند ترجمے قرآن شریف کے زمانہ سے پہلے صحیح تسلیم ہو چکے اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے کے لئے اُن کو ہمیشہ مدِ نظر رکھا جاتا ہے اور کبھی کسی مترجم سے بڑی غلطی بھی ہو جائے تو مقابلہ کرنے کے لئے مستند نسخے موجود ہیں۔ پھر تو ایسے ظاہری اختلافات سے کلام الٰہی کی ہدایت میں کوئی ہرج واقعہ نہیں ہوتا۔

اس میں کلام نہیں کہ یہود و نصاریٰ نے بعض بدعتیں اور کفر و شرک تک پہنچا دینے والی باتیں اختیار کر لی تھیں۔قرآن شریف اُن کی اصلاح کے لئے بھی نازل ہوا ہے۔ اگر یہود مسیح و مریم پر ایمان لے آئیں اور نصاریٰ تثلیث و کفارہ کے غلط اعتقاد کو دُور کر دیں تو یہ سب مسلمانوں کے بھائی اور ہم مذہب اور نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اے اہل کتاب ایک ہی کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو خدا کا شریک بنائیں اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو خدا کے سوا رب نہ بنایا کرے۔اس طرح کی ہدایات تو قرآن شریف میں یہود و نصاریٰ کو دی گئی ہیں، لیکن تمام قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ جب تک یہود و نصاریٰ خدا پر اور قیامت پر ایمان لائیں اور عمل نیک کریں تو مسلمان کے برابر نجات کے مستحق ہیں۔ خدا پر ایمان ہونے سے مراد ہے۔ جیسا خدا ہے ویسا اس پر ایمان ہو نہ کہ تین خداؤں پر ایمان ہو۔

یہ بھی مسرت کا مقام ہے۔ کہ میں اس خیال میں تنہا نہیں ہوں۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی اس معاملہ میں میرے ہم خیال ہیں۔ چنانچہ ۱۵ فروری ۱۹۲۵ء کے "پیغام صلح"، میں اُن کی طرف سے جو افتتاحیہ ہے اس میں صاحب مضمون نے خود

ان الذ ین آمنواوالذین یھودو اوالنصاریٰ وا لصائبین من آمن باللہ والیوم الاخر فلھم اجرھم عندر بھم ولا خوف علیھم ولاھم یخرنون

کی روشنی میں جو تفسیر اس کی کی ہے وہ انہیں کے لفظوں میں یہ ہے۔ کہ

"یہ بات کچھ ایسی نہیں کہ جس پر میں زور دوں۔ مسلمان مٹنے سے بچ نہیں سکتے اگر سب سے اول اپنے اندر اس اتحاد کو پیدا نہ کرلیں جس میں شرکت کے لئے آنحضرت صلعم کے الفاظ قطعی اور آخری سمجھے جائیں قرآن کریم تو ایمان باللہ اور بالیوم آلا خرو عمل صالح پر جنت کے دروازے کھولے اور ایک عیسائی ایک یہودی اور ایک صابئی کو بھی شامل کرلے"۔

یہاں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ عمل صالح کہاں سے مل سکتے ہیں جن پر یہود و نصاریٰ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ انجیل وتورات سے۔پس جب یہ بات ہوئی تو پھر انجیل وتورات کو محرف کون کہہ سکتا ہے۔جب ان پر عمل کرنے سے یہود و نصاریٰ بہشت میں داخل ہو سکتے ہیں تو لازمی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ تورات وانجیل بدستور اپنی اصلی حالت پر ہیں اور ہدایت و نور میں جیسا کہ قرآن میں خدا فرما چکا ہے۔اور جب یہ مانے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا تو پھر

جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا

(سورۃ المائدۃ آیت ۴۸)۔

کی تفسیر وضاحت سے ہمارے سامنے از خود آجاتی ہے کہ "اہل کتاب اپنی اپنی شریعتوں پر جو کہ محفوظ ہیں عمل کرکے مستحق نجات ہو سکتے ہیں"۔

"ایک مسلم" پیغام صلح ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۴۔

تیسری فصل

انبیا اور ان کی تعلیم

(مولنٰا مولوی عبدالستار صاحب کے قلم سے)

وَلَقَد وَصّلنَا لَهُم اَلقَولَ لَعَلّهُم تیذکّرُونَ

تحقیق بار بار اُتارا ہم نے قول(قرآن)تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں:۔

خداوند عالم نے تمام رسولوں کے ذریعہ ایک ہی دین بھیجا یا مختلف۔ پھر خداوند عالم نے اپنے رسولوں کو کسی لقب سے متصف (صفت والا)فرمایا اور اپنے بھیجے ہوئے دین کا نام اُس نے کیا رکھا اور مسئلہ کی تفہیم کے متعلق تعلیم خداوندی کیا ہے۔

قرآن کریم پر غور اور تدبر(دوراندیشی) کرنے سے بالکل واضح معلوم ہوتا ہے کہ اس خُداوند قدیر ہادی خدا نے ایک ہی صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی اور تمام رسولوں کے ذریعہ ایک ہی دین بھیجا۔ جس کا نام اسلام ہے اور جس کے پیروؤں کو مسلم کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ مفصلہ ذیل آیات اس کی شاہد ہیں کہ تمام رسولوں کو صراط مستقیم ہی کی ہدایت کی گئی اور سب کو دین اسلام ہی دیا گیا۔

قُلْ اِنَّنِیْ ہَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا

"رسول کہہ دو کہ میرے خدا نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے۔ جو درست اور استوار یعنی ملت ابراہام جو صرف خدا ہی کی جانب مائل ہو رہے تھے"۔

(سورۃ انعام آیت ۱۶۱)۔

اور پھر آپ نے اپنی امت کو ہدایت فرمائی اور وہی صراط اللہ ہے

وَ اِنَّکَ لَتَہْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ

اور بیشک تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو(یعنی)خدا کا راستہ جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے

(سورۃ الشوریٰ آیت ۵۲۔۵۳)۔

ہم مسلمانوں کو صراط مستقیم کی تبلیغ کی گئی۔

وَ اِنَّ اللّٰہَ لَہَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

تحقیق اللہ تعالیٰ البتہ مومنوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

(سورۃ الحج آیت ۵۴)۔

حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اور اُسے صراط مستقیم کی جانب ہدایت فرمائی۔

اِجْتَبٰهُ وَ ہَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

خدانے ان کو بر گزدیدہ کیا تھااور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا۔

(سورۃ النحل آیت ۱۲۱)۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہا السلام کی شان میں خدانے فرمایا ہم ان دونوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کی۔

وَ ہَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

اور ان کو سیدھا راستہ دکھایا

(سورۃ الصافات آیت ۱۱۸)۔

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی تبلیغ بھی صراط مستقیم تھی۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔ تم اسکی عبادت کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔

(سورۃ آل عمران آیت ۵۱)۔

آپ نے اولاً امت کو ایک خدا کی طرف متوجہ کیا (یعنی توحید) پھر عبادت کی تعلیم فرمائی۔ عبادت صرف نماز ہی نہیں بلکہ سارے احکام و ہدایات کی تعمیل کا نام ہی عبادت ہے۔ آپ نے اسی کو صراط مستقیم فرمایا اور اسی کی تبلغ فرمائی۔

حضرت ابراہام، اضحاق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریاہ، یحیٰ، عیسیٰ، الیاس، اسمعیل، یونس، لوط علی نبینا دعلیہ الصلوۃ واسلام کے سب مدارج اور فضائل بیان کرنے کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ ہَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

"اور بعض بعض کو ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی۔ اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا"۔

(سورۃ الانعام آیت ۸۷)۔

پھر اسی سلسلہ میں خدا تعالیٰ آگے چل کر فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ

"یہ وہ لوگ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے سو تم اُن کی ہدایت کی اقتدا (پیروی) کرو"۔

(سورۃ الانعام آیت ۹۰)۔

بالا جملہ صراط مستقیم ایک ہی ہے اور وہی تمام رسولوں کو ملی اور وہی تمام رسولوں کا دین ہے اور تمام رسولوں نے اُس کی تبلیغ کی۔ خدا تعالیٰ جو وحدہ لاشریک ہے۔ وہ وحدت کو پسند فرماتا ہے، اُس نے دین الٰہی میں کوئی تفرقہ روا نہیں رکھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کو اقتدا کا حکم دیا۔

اب کوئی قدیم انبیاء کے صراط مستقیم کو ناقص یا کھوٹی راہ کہے تو کہے، مراد لینا اس کے اختیار میں ہے۔ سو جو چاہے مراد لے ورنہ بظاہر تو یہ الفاظ خطرہ سے خالی نہیں۔

صراط مستقیم اور خط مستقیم باہم مترادف المعنی الفاظ ہیں۔ اب علم ہندسہ کی رو سے دو نقطوں کا وصل کئی متعدد خطوط کے ذریعہ کیا جائے تو سب سے چھوٹا خط خط مستقیم ہو گا اور بالکل واضح اور روشن ہے کہ وہ (خط مستقیم) دو ہو ہی نہیں سکتا۔

یہی رشتہ عبودیت (بندگی، اطاعت) اور عابد و معبود میں ہے۔ وہی صراط مستقیم ہے۔ پس صراط مستقیم، دین اللہ دین القیم، دین اسلام سب مترادف المعنی الفاظ ہیں مفہوم ایک ہی ہے جو بلحاظ صفات کے مختلف ناموں سے موسوم ہوا ہے۔

منجملہ خلاق فطرت کا بھیجا ہوا دین فطرۃ اللہ یا قوانین فطرۃ کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے قول اور فعل میں اختلاف ممکن نہیں۔ دین و فطرت میں مطابقت تامہ ہونی چاہئے۔ پس جب فطرۃ نہیں بدلتی تو دین بھی کبھی نہیں بدلتا۔ پس معلوم ہوا کہ فطرت کے مطابق ایک ہی دین ہو سکتا ہے نہ کہ متعدد اور وہی دین اسلام ہے۔ لہٰذا خداوند عالم نے فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک تو اسلام ہی دین ہے۔ پس اللہ تعالیٰ برحق ایک، اُس کا دین برحق ایک، اس کی راہ برحق ایک، اس کے احکام و ہدایات حقہ ایک، اس کی کتاب منزلہ ایک اور اس کے تمام رسل بہ حیثیت رسالت ایک (لا نفرق بين احد منهم) ہم رسولوں میں تفرقہ نہیں کرتے۔ مگر ہم لوگوں کو یہ وحدت پسند نہیں۔ وہ ہر جگہ تفرقہ کے جویاں ہیں، وہ دوسرے دین کی مخالفت کو دین سمجھے ہوئے ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ واحد ہے اور ازلی ابدی ہے۔ پس اُس کا دین بھی ایک اور ابدی ازلی ہونا چاہئے۔ اور اگر دین اللہ متعدد ہے۔ پس اس کا ازلی اور ابدی نہ ہونا ظاہر ہے۔ پس دین صفت قدیمہ خدا کا نہ رہا بلکہ ایک امر حادث ہو گا اور یہ بداہتہً باطل ہے۔ اس لئے اس مدعا کے اثبات کے لئے خدا تعالیٰ نے جو ازلی ابدی ہے۔ بطور کلیّہ کے بیان فرمادیا

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

"خدا جسکی ہدایت کرنی چاہتا ہے۔ تو اُس کا سینہ قبول اسلام کے لئے کھول دیتا ہے"۔

(سورۃ الانعام آیت ۱۲۵)۔

ازیں جا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر زمانہ اور ہر قوم میں اسلام ہی کی ہدایت کرتا رہا، لہٰذا یہ فرمان جاری کر دیا۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

"اے رسول کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہم پر نازل ہوا قرآن مجید اور جو حضرات ابراہام، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اُن کی اولاد پر نازل ہوا۔ اور وہ جو حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور کل نبیوں کو خدا کی طرف سے سب ایمان لائے۔ ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم تو خدا ہی کے حکم بردار ہیں (یہی اسلام ہے) جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں میں گھاٹے میں رہے گا"

(سورۃ آل عمران آیت ۸۴۔۸۵)۔

قرآن کریم نے ہی ہم کو سکھایا کہ سارے رسول اور تمام کتب منزلہ باہمی ایک دوسری کی مصدق رہی ہیں۔ اس لئے ایک کتاب پر ایمان لانا تمام نامعلوم کتابوں پر ایمان لانا ہے اور کسی ایک کا منکر ساری کتب اور سارے پیغمبروں کا منکر اور کافر ہے۔ یہی دین اسلام ہے جو ازلی دین ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا دین مقبول ہی نہیں اسی دین اسلام کو خدا نے ہمارے لئے بھی پسند فرمایا

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

دنیا ہم نے تمہارے لئے من حیث الدین اسلام ہی کو پسند فرمایا۔

(سورۃ المائدۃ آیت ۳)۔

پس معلوم ہوا کہ تمام رسولوں کا دین اسلام ہی تھا یا بالفاظ دیگر قرآن ہی تھا اور وہی خداوند عالم کا کلام نفس قدیم تھا۔ جو مختلف زمانوں میں ضرورت کے ماتحت خاص خاص ربانی مصلحوں کے ذریعہ مختلف زمانوں کے پیرایہ میں ظہور ہوتا رہا اور یہی اس آیت کے معنی ہیں، جو اس مضمون کا سرنامہ

ہے۔جس کا شاہد قرآن ہے۔وکفٰی باللہ شھیداً تنزیل من رب العٰلمین وانہ لفی زبر الاولین۔(نقل پیغام صلح ۱۹جولائی ۱۹۲۵ء)

میرا ایک مضمون بہ عنوان ''انبیاء اُن کی تعلیم ''''اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۹۔جولائی ۱۹۲۵ء'' میں شائع ہوا تھا۔جس کا سرنامہ آیت **ولقد وصلنا لھم القول لعلّھم یتذکرون** سے زیب دیا گیا تھا۔اس مضمون میں نہ تو میں نے کسی خاص شخص کو مخاطب کیا تھا اور نہ ہی وہ مضمون کسی کے جواب میں لکھا گیا تھا۔بلکہ میرا مدعا صرف آیت مندرجہ صدر کی تفسیر کرنا تھا۔خلاصۃ المرام یہ تھا کہ تمام انبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام خداوند لایزال کی جانب سے ایک ہی دین لائے تھے اور وہ دین اسلام ہی تھا۔کیونکہ اصول دین میں کوئی اختلاف نہ تھا۔جس پر آیت شروع

مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰہِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے۔جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے تیری طرف وحی کی اور جس کا ہم نے ابرہام اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

(سورۃ الشوریٰ آیت ۱۳)۔

ناطق ہے یہاں تبایا کہ دین کا اصل اصول تو ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔چنانچہ جو حکم اب دیا جاتا ہے وہی نوح۔ابراہام۔موسیٰ عیسیٰ کو دیا گیا تھا۔یعنی اصل اصول سب دنیوں کا یہی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جانیں اور اُسکی فرمانبرداری کریں۔میرے اس مضمون کی تردید میں میرے محترم بزرگ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ایک طویل مضمون بہ عنوان (''قرآن کریم کی خصوصیت اور فضیلت'' ''پیغام صلح''مورخہ ۲۹جولائی ۱۹۲۵ء) میں شائع کرایا ہے۔چونکہ محترم ممدوح ہماری جماعت میں ایک مسلم بزرگ ہیں اور اپنے خیالات کی حمایت میں ضد کرنے کے بھی عادی نہیں۔اس لیے جناب نے مجھے جوابی مضمون پر قلم اُٹھانے کی اجازت نہ دی۔لیکن جناب ممدوح کے مطالبے اور بعض احباب کے تقاضا نے مجھے اپنے ماضی الضمیر کے اظہار پر مجبور کیا۔

میرے محترم بزرگ اپنے مضمون کے ابتدائی حصہ میں نہایت متعجبانہ(حیران ،ششدر) لہجے میں اسقام (سُقم کی جمع،عیوب ،نقائص)فرماتے ہیں۔مجھے اس مضمون کو پڑھ کر سب سے پہلے اس بات کی فکر ہوئی کہ مولوی صاحب موصوف اس مضمون سے ثابت کرنا کیا چاہتے ہیں۔یا کم سے کم میں نہیں سمجھا کہ ان کا مطلب کیا ہے؟میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ میرے محترم بزرگ بے شک میرے مطلب کو نہ سمجھے ہوں گے۔(اول) تو مجھے اُردو زبان میں لکھنے پر کماحقہ قدرت نہیں اس لیے ممکن ہے کہ میرے طرزِ بیان میں کچھ ایسے نقائص ہوں جو تفہیم مطالب میں مخمل ہوں۔(دوم)۔میرے محترم بزرگ کے طرزِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مضمون زیر بحث کے متعلق پہلے سے ہی ایک خیال دل میں قائم کیا

ہوا ہے اور وہ خیال یہاں تک پختہ ہو گیا ہے کہ اس کے بالمقابل کسی لیل کی بھی پرواہ نہیں۔ بلکہ بڑے زور اور سختی سے اپنے خیالات منوانا چاہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر میں ضرورت سے زیادہ تلخی پائی جاتی ہے۔

بہر حال ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہیے کہ آپ نے خصوصیت کے ساتھ میری ذہنی غلطیوں کی اصلاح کے لیے قلم فیض رقم کو جنبش دی۔

اب میں اپنے محترم بزرگ کے مطالبات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

1. محترم موصوف مجھ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ میں نے اپنے مضمون میں طعن اور تشنیع سے کام لیا ہے۔ سو جواباً عرض ہے کہ جب میرے مضمون کا کوئی خاص شخص مخاطب نہیں تو طعن اور تشنیع کس کے حق میں ہوئی۔ میں نے اپنا مضمون دوبارہ سہ بارہ پڑھا مگر اس میں ایک لفظ بھی طعن اور تشنیع کا میں نے نہ پایا۔ براہ مہربانی وہ الفاظ نقل کر دیں جن میں آپکو طعن و تشنیع نظر آتا ہے۔

2. میرے محترم ممدوح ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ''وصلنا کے معنی بار بار اُتارنا من گھڑت ترجمہ ہے''۔ جواباً عرض ہے کہ یہ میرا ذاتی ترجمہ نہیں۔ بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ ہے۔ دیکھو مترجم قرآن مجید مترجمہ شاہ صاحب ''پے در پے آوردیم ایں قرآن را'' اب اگر آپ شاہ صاحب کا ترجمہ مستند مانیں تو تنازعہ ختم اور اگر اس کو بھی من گھڑت ترجمہ ٹھہرائیں تو اس صورت میں میرا فرض ہو گا کہ شاہ صاحب کی وکالت کر کے آئمہ لغت کی سند پیش کروں۔

3. میرے مضمون میں محترم ممدوح نے یہ الفاظ ''تمام رسولوں کا دین اسلام یا بالفاظ دیگر قرآن تھا''۔ کو قابلِ اعتراض ٹھہرا کر ایک طویل بحث سپرد قلم کی ہے اور مجھ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی ہے۔ حالانکہ ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر لفظ ''قرآن'' سے خاص وہ حصہ مراد ہے جو اصول دین سے متعلق رکھتا ہے۔ اب اس صورت میں جناب ممدوح کا یہ اعتراض کہ کتب سابقہ میں جنگِ بدر اور جنگِ احزاب وغیرہ اور حضرت رسول ﷺ کے تمدنی حالات کہاں تھے''۔ اور نیز یہ اعتراض کہ ''ان تمام مضامین کو قرآن سے خارج ٹھہرائیں اور صرف اخلاقی اور تشریعی امور قرآن قرار دیں''۔ نقطہ موہومہ (قیاسی) سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

4. محترم موصوف کا ایک اور اعتراض میرے اس ترجمہ پر ہے جو میں نے (لفی زبر الاولین) کا کیا ہے۔ میرے ترجمہ کے رو سے اِنّہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع (رجوع کرنا) ہے۔ لیکن محترم موصوف فرماتے ہیں کہ اِنّہ کی ضمیر ان پیشنگوئیوں کی طرف جاتی ہے۔ جو کتب سابقہ میں نزول قرآن کے متعلق پائی جاتی ہے اور میرے ترجمہ کو غلط قرار دینے کی یہ وجہ لکھتے ہیں کہ اس میں اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے پڑتے ہیں حالانکہ یہ نقص ان کے اپنے ترجمہ میں ہے۔

میرے ترجمہ کی موید (تائید کیا گیا) ایک اور آیت بھی ہے۔ (ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم و موسیٰ)۔ نیز اس ترجمہ میں میں اکیلا نہیں بلکہ مفسرّین اور اہل تحقیق کا ایک حصہ میرے ساتھ ہے۔ (ملاحظہ ہو بیان القرآن کا نوٹ)

https://noor-ul-huda.net/

یعنی یہی تعلیم (قد افلح من تذکی۔۔۔۔) پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔ بالفاظ دیگر تمام انبیاء کی تعلیم ہمیشہ ایک ہی رہی ہے اور بعض نے اشارہ ہذا میں ذکری یعنی قرآن کی طرف لیا ہے کہ یہ قرآن پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ موجود ہے (لفی زبر الاولین) بیان القرآن کے اس نوٹ سے جناب ڈاکٹر صاحب کا اعتراض رفع ہو جاتا ہے۔

اگر محترم موصوف کے نزدیک کوئی حصہ مضامین قرآن کریم کا پہلے صحیفوں میں نہیں تو وہ ذیل کی آیات کا کیا ترجمہ کرتے ہیں۔

- (یرید اللہ لیبین لکم و یھدیکم ستبن الذین من قبلکم)
- (ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل کثر الذی ھم فیہ مختلفون)
- (وماانزلنا علیک الکتب الالتبیین لھم الذی اختلوافیہ)

5. پھر میرے محترم بزرگ لکھتے ہیں کہ جب ہر نبی کے ساتھ یہ نام بدلتا رہا یعنی جب موسیٰ پر نازل ہوا تو کہہ دیا نزل اعلیٰ موسیٰ تو پھر اس کلام میں تبدیلی ہوئی۔ جس کلام میں تبدیلی ہوئی۔ جس کلام میں تبدیلی ہو تو وہ حادث ہوا وہ کلام نفسی قدیم نہیں اور جو کلام نفسی قدیم نہیں وہ کلام خدا نعوذ باللہ نہیں۔

میرے محترم کو واضح ہو کہ حدوث (وجود میں آنا) الفاظ اور متعلقات میں ہے۔ نہ کلام نفسی قدیم میں جو اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے۔ مزید تشریح کا یہ موقع نہیں۔

6. باوجود اس قدر طنز و طعن کے میرے محترم دوست اپنے آخری میرے پیرے میں میرے مضمون کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ ”وہ (قرآن) تمام کتب الٰہیہ کی ان صداقتوں پر مشتمل ہے جن کی ضرورت نوع انسان کو ہمیشہ کے لیے رہے گی جیسا کہ (فیھا کتب قیہ) سے ظاہر ہے اب اس عبارت سے تو آپ میرے اس ترجمہ کی تائید کر رہے ہیں۔ جو میں نے آیت (لفی زبر الاولین) کے تحت میں کیا تھا۔

7. میں نے لکھا تھا کہ قرآن کریم میں ان تمام صداقتوں کا عربی ترجمہ ہے جو وقتاً فوقتاً نازل ہوئے ہیں۔ اس پر میرے محترم بزرگ سخت اور سُست سناتے ہوئے مجھ سے بے حد ناراض ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کہنے کی مجال ہے تو میں عرض کروں گا کہ جب بقول آپ کے یہ صداقتیں عبرانی، سریانی، یونانی وغیرہ زبانوں میں پہلے بھی موجود تھیں۔ تو پھر بالآخر قرآن کریم ان مضامین کا عربی ترجمہ ہوا یا نہیں؟ کیا (فیھا کتب قیمۃ) کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کریم میں عبرانی اور سریانی وغیرہ زبانوں کے الفاظ موجود ہیں یا یہ کہ ان کے معنی موجود ہیں۔ اگر شق اول ہے تو وہ قطعاً صحیح نہیں اور اگر شق دوم ہے تو اس صورت میں فی الحقیقت آپ میرے مضمون کے موئد ہیں (نقل از پیغام صلح

چوتھی فصل

اناجیل اور تحریف

میں نے یورپین اور امریکن مادہ پرست علماء اور حکماء کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ جنہوں نے کتب مقدسہ کی اور مسیح کی تکذیب (جھٹلانا) کی ہے یا کتبِ مقدسہ کا بالکل محرف اور غلط ثابت کیا ہے اور ایسے مسیحی دیندار لوگوں کی نقادی (تنقید سے بھرپور) کتابیں بھی دیکھی ہیں۔ جنہوں نے کتب مقدسہ کے ترجموں میں ہزاروں اختلاف اور تحریفات دیکھائی ہیں۔ لیکن عبرانی توریت اور اس کے یونانی اور لاطینی معتبر ترجمے موجود ہیں۔ البتہ بعد کے ترجموں میں بہت اختلاف پائے جاتے ہیں۔ مگر ترجموں کی عبارتوں کے اختلاف سے احتراز کرنا کبھی ممکن نہیں اور جو اختلاف الفاظ وعبارت اصلی مطلب کے سمجھنے میں خلل انداز ہوں ان اختلافوں سے کچھ جرح نہیں ہوا کرتا۔ جو کتب رسول کریم کے زمانے میں یہود وانصار کے پاس موجود تھیں۔ ان کے صحیح اور واجب العمل ہونے کی تصدیق قرآن شریف نے ایسے صاف صاف الفاظ میں کی ہے کہ کسی سچے مسلمان کو کتب مقدسہ کے محرف اور غیر معتبر ہو جانے کا اشتباہ کرنے کی گنجایش نہیں رہتی۔ اب کتب مقدسہ کی صحت میں کلام کرنی قرآن شریف کی صحت میں کلام کرنے کے مساوی ہو گیا ہے۔ اگر تمام دنیا کے یہودی اور عیسائی اپنی کتابوں کو بالا تفاق محرف اور غیر معتبر ہی دیں تو یہی مسلمان اپنے قرآن شریف کی سچائی کی تائید کرنے کے باعث ان کتابوں کو صحیح اور معتبر ہی کہتا رہے گا اور کہتے رہنا چاہیے۔ جو مسلمان ان کتابوں کو محرف اور غیر معتبر بتلاتے ہیں ان کو اپنے قرآن شریف کی ان آیات کی پہلے تفسیر کر دینی چاہیے جو ان کو سچا بتاتی ہیں۔ ورنہ ان کتابوں کی تکذب کرنے سے قرآن شریف کی تکذب لازم آتی ہے۔ مثلاًاللہ تعالیٰ قرآن شریف کے کلامِ الٰہی ہونے کے ثبوت میں فرماتے ہیں۔

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

"اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ خدا کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے۔ ہاں (یہ خدا کا کلام ہے) جو (کتابیں) اس سے پہلے (کی) ہیں انکی تصدیق کرتا ہے اور اُنہی کتابوں کی (اس میں) تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں (کہ) یہ رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے"۔

(سورۃ یونس آیت ۳۷)۔

اللہ کے سوا یہ قرآن کسی کا افترا نہیں ہو سکتا بلکہ یہ توریت کی تصدیق کرتا ہے اور ان کی تفصیل ہے۔ اس لیے اس کے ربِ العالمین کی طرف سے ہونے میں اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ جب قرآن شریف توریت وانجیل کے مصدق مفصل ہونے کے سبب کلامِ الٰہی ثابت ہوا۔ تو توریت وانجیل کا صحیح کلامِ الٰہی ہونا لازم آیا۔ اگر قرآن مجید محرف کتابوں کا مصدق ہے تو قرآن شریف کی کلام کو نظر انداز کر دینا خالص اسلام کے خلاف ہے۔

https://noor-ul-huda.net/

اگر کوئی مسیح شخص ان مسلمان علماء کے جواب میں یہ سوال کرے کہ قرآن شریف سات مختلف عبارتوں میں نازل ہوا ہے اور وہ مختلف عبارتیں آپس میں ایک دوسرے سے ایسی مختلف تھیں کہ ان میں ایک عبارت جاننے والا دوسری عبارت کو بالکل غلط سمجھتا تھا۔ یہ روایت ایک دو صحابہ سے نہیں ہے۔بیت صحابہ سے ہے کہ قرآن شریف سات حرفوں پر نازل ہوا۔ آج دینا میں صرف ایک عبارت قرآنی موجود ہے۔ باقی عبارات جو رسول کریم کی سکھائی ہوئی تھیں رسول کریم کے زمانہ میں رائج تھیں اور ساری اس کی طرف سے نازل ہوئی تھیں ان سب کا عثمانؓ کے زمانہ سے مفقود (غائب) ہو جانا بلکہ پھونکے جانا یقینی طور پر ثابت کرتا ہے۔ کہ جو قرآن شریف رسول کریم کے زمانہ میں تھا اب وہ قرآن شریف دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سات طرح سے نازل ہوا تھا اور یہ صرف ایک طرح پر شائع ہوا ہے۔ کیا اس ایک طرح کو کوئی ترجیح دی جا سکتی ہے۔ جب ساتوں عبارتیں اللہ کی طرف سے تھیں؟ کیا دوسری عبارتیں صرف محدود زمانہ کے لیے نازل ہوئی تھیں اور یہ موجودہ عبارت ہمیشہ کے لیے نازل ہوئی تھی۔ اگر یہی بات ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟

اگر یہ حضرات مسلمان علماء اس سوال کا جواب قابل اطمینان نہ دے سکیں تو ان کو سمجھنا چاہیے کہ شیش محلوں میں وہ کر دوسروں کی طرف پتھر پھینکنا ہر گز معقول نہیں ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ توریت انجیل کی کتابیں قرآن شریف کی طرح وحی متلو نہیں ہیں۔ ان میں الہامی کتاب کے ساتھ دوسرے بزرگوں کا کلام زیادہ شامل ہے۔ جنہوں نے الہامی کلام کو تاریخ واقعات کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ مگر ان کے پڑھنے سے الہامی کلام میں اور دوسروں کے کلام میں بخوبی تمیز ہو جاتی ہے۔اور جب اس طرح کی کلام خدا نے قرآن شریف میں تصدیق کر دی ہے تو اب ہم کو اس میں کلام کرنے کی کوئی گنجایش نہیں رہتی۔ مغربی علماء زیادہ تر مادہ پرست ہو جانے کے سبب صرف نام کے مسیحی رہ گئے ہیں اور جو مسیحی دیندار ہو کر تحریف یا قرأتوں کا اختلاف ظاہر کرتے ہیں وہ قرآن شریف کی طرح ان کو کلام الٰہی واجب العمل بھی برابر سمجھے جاتے ہیں۔ اس بیان سے ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ کتابیں غیر معتبر ہو گئی ہیں بلکہ ایک واقعی امر دکھلانا ہوتا ہے کہ ترجمہ میں ایسی مشکلات کا واقع ہو جانا ضروری ہے اگر قرآن شریف ان کے بارے میں ساکت ہوتا تو پھر مسلمانوں کو اختیار تھا ان کی نسبت جو چاہے کہتے۔ مگر قرآن شریف ان کی تصدیق کرتا ہے تو کس طرح مسلمان ہو کر ہم لوگ ان کی کتابوں کو غلط اور محرف کہہ سکتے ہیں۔

اس میں کلام نہیں رسول کریم کے بعثت سے پہلے یہود و انصاری کی کتابوں میں بہت کچھ بد نظمی تھی۔ یعنی توریت کتابیں جن پر تمام یہود کا اجتماع تھا اور جواب تک موجود ہیں وہ تو شروع سے مسلم چلی آئی ہیں۔ لیکن ان کے سوا بعض فرقوں اور اشخاص کے پاس ان کے سوا اور بھی کتابوں تھیں اور بعض لوگ ان کو بھی کلامِ الٰہی کہتے تھے۔ لیکن بہت ساری تحقیق و تنقید کی مجلسوں نے ان کو بالکل رد کر دیا ہے۔ اب ان کی کاپیاں کہیں پُرانے کتب خانوں میں ملتی ہیں اور انجیلوں کا بھی یہی حال تھا کہ ان میں جو کتابیں اور خطوط شروع سے صحیح تسلیم کئے گئے تھے۔ وہ تو اب بھی بالاجتماع صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے سوا غیر مستند کتابیں بھی بعض گرجوں میں اور بعض اشخاص کے صحیح کتابوں کی طرح تلاوت وغیرہ میں استعمال کی جاتی تھی لیکن تحقیق و تنقید کے بعد وہ بھی رد کر دی گئی ہیں۔ جن ازمنہ قدیمہ میں لکھے پڑھے لوگ کم ہوتے تھے اور چھاپہ کی مشین بھی ایجاد نہ ہوئی ان دنوں میں اس

قسم کی غلطیاں بہت ہوا کرتی تھیں لیکن شہادت قرآنی انبیاء اور علماء صحیح کتابوں کے محافظ بھی ہمیشہ سے چلے آئے ہیں۔ رسول کریم کے زمانہ تک بھی غیر مستند کتابیں یہود و انصاری میں بعض فرقوں کے پاس موجود تھیں لیکن ان کی صحت پر اجماع (اتفاق رائے) نہیں تھا۔ اس لیے وہ صحیح کتابوں سے علیحدہ رکھی جاتی تھیں۔ گو بعض فرقے اور بعض اشخاص ان کی تعظیم بھی کرتے تھے۔ اب مسئلہ زیر بحث یہ ہے۔ کہ رسول کریم کے زمانہ میں جو یہود وانصار کی کتابیں بالاجماع کلام الٰہی کہلاتی تھیں ان کی صحت پر تو قرآن شریف نے مہر لگادی تھی۔ باقی رہی بات کہ بعض غیر مستند اور موضوع کتابیں جو کسی کسی فرقہ یا فرد کے پاس موجود تھیں قرآن شریف نے ان کا ذکر بھی کردیا اور ان کی تردید کی ہے۔ لیکن

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ

(سورۃ المائدہ آیت ۶۸)۔

اس آیت نے توریت وانجیل جو رسول کریم کے زمانہ میں اہل کتاب کے پاس موجود تھی اس کی صحت اور کلام الٰہی ہونے پر مہر لگادی۔ لفظ کتاب (من کتب اللہ عزوجل ولکھم یحرفونہ بناولونہ علیٰ غیر تاویلہ) امام بخاری ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ (یحرفون الکلم عن مواضعم) جو یہود کی نسبت وارد ہوا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ غیر صحیح تاویل کیا کرتے تھے۔ ایسا شخص کوئی نہیں ہے جو اللہ کی کتابوں سے کسی کتاب کا لفظ بدل دے۔ امام بخاری اور ابن عباس دونوں کا یہی مذہب معلوم ہوا ہے، کہ تحریف سے مراد لفظی تحریف نہیں ہے۔ بلکہ معنوی تحریف ہے۔ امام بخاری کی کتاب کہ مسلمان قرآن سے دوسرے درجہ پر گنتے ہیں اور عباس کو قرآن کی تفسیر کرنے میں باقی سارے مفسروں پر فوقیت دی جاتی ہے۔ جب ان دونوں کا مذہب قرآن شریف کی بہت آیتوں کے منطوق (بولا گیا کلام) کے موافق ہے پھر معلوم نہیں کہ علماء کو اس سے عدول کرنے کی کون سی ضرورت داعی ہوتی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب قرآن شریف مقدسہ کی تصدیق کرتا ہے تو ہم کو ان کے نکتہ چینی کی کیا ضرورت ہے۔ جب بت پرستوں کی بتوں کو برا کہنے سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے، تو اہلِ کتاب کی نکتہ چینی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ قرآن شریف نے دوسروں کی کتابوں کی تحقیر اور تکذیب کرکے راہ حق کی طرف بُلانا کبھی نہیں تعلیم دیا۔ بلکہ بُری بات منہ سے نکالنے کی مسلمانوں کی مطلق ممانعت کی ہے۔

وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا

اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں کیونکہ شیطان (بری باتوں سے) ان میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۳)۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى

دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہورہاہے اوراس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یاڈرجائے

(سورۃ طٰہٰ آیت ۴۳۔۴۴)۔

غرض قرآن شریف میں تبلیغ اور وعظ کا طریق تعلیم نہیں دیا گیا کہ دوسروں کی تعظیم کی چیزوں کی تحقیراور تذلیل کرکے ان کو حق کی طرف بلایا جائے۔

جو لوگ اہل کتاب کے تائید کرتے ہیں وہ ان کے ساتھی ہیں اور جو قرآن شریف کی ہدایت کو مقدم رکھتے ہیں اوراس کی پیروی کرتے ہیں وہ مسلمان کے ساتھی ہیں۔

ایک حق پسند (پیغامِ صلح،۱۸نومبر ۱۹۲۵)

پانچویں فصل

جناب مولانامولوی محمد امام الدین صاحب اور کتبِ مقدسہ

آپ نے جلسۂ اعظم مذاہب میں جو بر مکان انجمن حمایت اسلام لاہور مورخہ ۲۶تا۲۹دسمبر ۱۸۹۶ء میں ہوا تھا ایک زبردست تقریر کی تھی۔ جو بعد کو رسالہ صورت میں مطبع عزیزی لاہور میں طبع ہوکر شائع ہوگئی تھی۔اس کی ایک کاپی ہمارے پاس ہے۔اس تقریر میں سے ذیل کی عبارت نذر ناظرین کی جاتی ہے۔ جس کا جواب آج تک مخالفین بائبل کے پاس نہیں اور نہ کبھی ہوگا (ناقل)

فقرہ نمبر ۱۲:۔ قرآن عربی میں جس قدر عزت اور شان توریت امام یعنی شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کی بیان ہوئی ہے۔ اس قدر تو اور کسی بھی کتاب کی نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ ایسی ایسی چند آیات کہ جن سے عزت اور شان شرائع الٰہی مندرجہ توریت امام کے ثابت ہے۔ذیل میں بعنوان ضمن لکھی جاتی ہیں۔

پہلا ضمن:۔ درباب شان توریت امام۔(آیت مندرجہ ذیل نمبر ۴۴ھ رکوع ہفتم سورہ مائدہ مدنی نمبری پنجم) میں کسی کے اعلیٰ اعلیٰ شان توریت امام کی کا یوں بیان درج ہے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ‌ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ

اور ترجمہ اس آیت مندرجہ صدر کا یوں ہے

(ہم نے توریت کو نازل کیا ہے ہدایت اور نور اسی میں ہے۔ اسی کی رُو سے انبیا مسلم اور ربانی اور احیاء یہودیوں پر حکومت کیا کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ کیونکہ انبیا مسلم اور ربانی اور احیاء سے احکام الٰہی مندرجہ کتاب اللہ توریت امام کی اجراء کی حفاظت اس طرح سے چاہی گئی تھی کہ انہیں کے مطابق حکمرانی کریں اور وہ لوگ اس پر گواہ بھی تھے۔ پس اے محمد ﷺ تو مطابق احکام الٰہی مندرجہ توریت امام کی حکومت کرنے میں لوگوں سے مت ڈر مجھ سے ڈر اور میری آیتوں کے عوض کم قدر دنیاوی قیمت مت لو اور جو کوئی احکام نازل کردہ خدائِ تعالیٰ کی رُو سے حکمرانی نہیں کرتا ہے۔ وہی لوگ کافر ہیں)

تنبیہ:۔ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ توریت امام کی یہ بڑی شان ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کے نازل کرنے کو اپنی ذاتِ پاک سے منسوب کیا ہے اور پھر اس کی یہ شان بھی بیان ہوئی ہے کہ توریت امام میں ہدایت اور نُور ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گی اور پھر اس کی یہ بھی شان بیان ہوئی ہے کہ اس میں جس قدر شرائع منزل من اللہ ہیں وہ منسوخ اور محرف نہیں ہیں۔ بلکہ محفوظ ہیں اور پھر اس میں سے یہ بھی ثابت ہے کہ محمد صاحب کو حکم ملا تھا کہ شرائع الٰہی مندرجہ توریت امام پر عمل کرنے میں کسی سے بھی نہ ڈرے بلکہ ان پر عمل کرے۔ چنانچہ محمد صاحب نے مسئلہ رجم اور قصاص وغیرہ میں شرائع الٰہی مندرجہ توریت امام پر بھی عمل کیا اور پھر یہ بھی ثابت ہے کہ محمد صاحب نے یہ اقرار بھی کیا کہ میں توریت امام کے احکام کی رُو سے حکم کرتا ہوں اور پھر یہ بھی ثابت ہے کہ بسبب حکم الٰہی اور عمل محمد صاحب شرائع الٰہی مندرجہ توریت امام پر عمل کرنا محمدیوں پر فرض بھی ہوا اور پھر اس میں سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو کوئی شرائع الٰہی مندرجہ توریت امام کی روسے حکمرانی نہ کرے وہ کافر ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو اور واضح رہے کہ یہ مضامین ذیل مضامین مندرجہ ذیل کی بالتفصیل اور بالدلائل بیان کی جاتی ہیں۔

پہلا مضمون:۔ یہ ہے کہ قولہ (اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ) میں کلمہ (انا) کا جو ضمیر متکلم کی ہے اور فعل سے مقدم ہے حصر (گھیرنا، منحصر کرنا) کے واسطے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا پاک فرماتا ہے کہ توریت کا نازل کرنے والا سوا ہمارے اور کوئی بھی نہیں ہے۔ اور تفسیر ابو سعود اور جمل وغیرہ میں درج ہے کہ توریت امام کی یہ اعلیٰ شان ہے کہ خدا پاک نے اس کے نازل کرنے کو اپنی ذات پاک سے مخصوص کیا ہے۔

دوسرا مضمون:۔ یہ ہے کہ قولہ (فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ) جملہ اسمیہ ہے جو دوام اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔اس لئے ثابت ہے کہ توریت میں ہدایت مستمر (ہمیشہ رہنے والا، پائدار) ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ توریت امام سے ہدایت اور نُور کبھی زائل نہ ہو گی بلکہ ہمیشہ تک اس میں قائم رہے گی۔

چوتھا اور پانچواں اور چھٹا مضمون:۔ یہ ہے کہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کی منسوخ یا محرف نہیں ہیں اور اس پر یہ بھی ہے کہ پیروآں قرآن عربی (قرآن کی پیروی کرنے والے) کو شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام پر عمل کرنا فرض ہے۔کیونکہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کی تفسیر میں کلمہ (ھدیً) کے معنے کی نسبت یوں درج ہے (ھدیً) محمول (حمل کیا گیا، لادا گیا، اُٹھایا گیا، گمان کیا گیا، علمِ منطق میں وہ خبر جو مبتداء کے مقابل واقع ہوتی ہے) ہے اور بیان احکام اور شرائع اور تکالیف پر اس لئے جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ احکام اور شرائع اور تکالیف مندرجہ کتاب اللہ توریت امام کی منسوخ نہیں ہیں۔ وہ لوگ اس اعتقاد کو اس آیت سے بھی بدیں وجہ استدلال کرتے ہیں، کہ اگر وہ احکام اور شرائع اور تکالیف منسوخ یا محرف ہوں تو اس سبب سے وہ احکام اور شرائع اور تکالیف ایسی ہوں کہ حکم اس کا بالکل ہی اعتبار کے لائق نہ ہو اور اس صورت میں لازم آتا ہے وہ احکام اور شرائع اور تکالیف ہر گز ہر گز ہدایت اور نُور بھی نہ ہوں۔ حالانکہ قولہ (فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ) سے ثابت ہے کہ توریت میں بھی ہدایت اور نُور ہے اور واضح ہے کہ ہدایت سے مراد بیان احکام اور شرائع اور تکالیف ہے۔اس لئے توریت امام کی جملہ شرائع منزل من اللہ یا بعض از اں ہر گز ہر گز منسوخ بھی نہیں ہیں اور محرف بھی نہیں ہیں۔چونکہ یہ مضمون تفسیر کبیر سے ثابت ہو گیا ہے کہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کی منسوخ اور محرف نہیں ہیں بلکہ ہدایت اور نور ہیں اس لئے یہ بھی لازم آ گیا کہ پیروآں قرآنِ عربی کے واسطے شرائع منزل من اللہ اور مندرجہ توریت امام پر عمل کرنا فرض بھی ہے اور واضح رہے کہ تفسیر ابو سعود اور نیشا پوری اور بیضاوی میں بھی اسی مضمون کے قریب قریب ہے درج ہے اور کتاب غائۃ (انتہائی) التحقیق شرح حسامی (حُسّام سے، تلوار، شمشیر بُراں) میں یہی باب التبدیل اور اصول یزودی اور اُس کی شرح کشف میں بھی بذیل (شرع من قبلنا) کے کلمہ (ھدایت) کے معنی ایمان اور شرائع ہر دو لکھے ہیں اور علاوہ براں یہ بھی لکھا ہے کہ شرائع سابقہ کی پیروی واجب ہے۔

ساتواں مضمون:۔ یہ ہے کہ کلمہ (یحکم) کا فعل مضارع کا صیغہ ہے جو استمرار (دوام) کے معنی رکھتا ہے اور اس پر دلالت کرتا ہے کہ توریت امام کی رُو سے حکومت کا کیا جانا مستمر رہے گا اور نتیجہ اس کا بھی یہی ہے کہ احکام منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کے نہ تو منسوخ ہوئی ہیں اور نہ ہوں گی اور نہ محرف ہوئی ہیں اور نہ ہوں گی۔کیونکہ شرائع الٰہی مندرجہ توریت امام کے رُو سے حکومت کرنا ایک استمراری امر ہے۔

آٹھواں مضمون:۔ یہ ہے کہ کلمہ (بھا) مفعول بہ بواسطہ حرف جر (وہ لفظ جو کسی فعل کو اسم سے ملائے) کے ہے اور فاعل یحکم سے جو النبیون ہے مقدم ہے اور مقدم ہونا مفعول کا فاعل پر اختصاص (خصوصیت رکھنا) پر دلالت کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اسی توریت کی ہی رُو سے

انبیاء حکومت کیا کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اور مفسرین نے اس کی تحت میں یہ بھی لکھا ہے کہ محمد صاحب بھی منجملہ انہیں انبیاء کے ہیں جو توریت امام کے احکام کی رُو سے حکومت کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ محمد صاحب نے یہودیوں وغیرہ کو توریت کی طرف رجوع دلایا۔ اور توریت کا ہی حکمران کے حق میں نافذ کیا۔ دیکھئے خصوصاً سُنن ابوداؤد کی کتاب الحدود کے باب الرجم فی الیہودیں میں کیونکہ اس میں یوں بھی درج ہے (احکمَ بانی التوریتں) اور ایسا ہی تیسیرا الاصول لی حلیع الاصول میں بھی منقول از ابوداؤد درج ہے اور در منثور میں بھی اسی آیت کی تفسیر کے تحت میں مثل ابوداؤد کے درج ہے اور خازن اور معالم التنزیل اور مجمع البیان میں اسی آئینہ کی تفسیر کے ضمن میں ایسا مضمون مندرجہ ابوداؤد کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور روح المانی میں تو اس آیت کی تحت میں یوں بھی درج ہے کہ (چونکہ محمد صاحب منجملہ عاملان (عمل کرنے والے) توریت کے تھے۔ اس سبب سے کہنے والے استدلال کرتے ہیں کہ پہلی شرائع پر بھی ہم لوگوں کو عمل کرنا لازمی ہے اور (**شرع من قبلنا لازم علینا الااذ اقام الناسیل علے صیر ودتد منسوخا**) تو تفسیر کبیر اور نیشاپوری اور ابوسعود اور جمل اور بیضادی اور فتح البیان میں بھی اسی آیت کی تفسیر کے ضمن میں درج ہے اور واضح ہے کہ شرائع (منزل من اللہ) مندرجہ توریت امام کی روسے حکومت کرتے رہنا تب ہی ہو سکتا ہے جب وہ شرائع منسوخ اور محرف نہ ہوں فافہم۔

نوواں مضمون:۔ یہ کہ قولہ (**النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا**) کی قید اس امر کے لیے مفید ہے کہ جو جو انبیاء توریت کے مطابق حکومت نہیں کرتے ہیں وہ مسلم ہی نہیں ہیں۔

دوسواں مضمون:۔ یہ ہے کہ قولہ (**بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ**) اس پر دلالت کرتا ہے کہ توریت محفوظ ہے۔ دیکھئے تفسیر ابوسعود اور روح المعانی۔ پس نتیجہ اس کا بھی یہی ہے کہ توریت محرف نہیں ہے اور نیز یہ بھی نتیجہ ہے کہ انبیاء وغیرہ کو حکم تھا کہ توریت پر عمل کرنا ترک نہ کریں بلکہ اُس کو عمل میں لاتے رہنے سے محفوظ رکھیں دیکھیے تفسیر کبیر وغیرہ۔

گیارھواں مضمون:۔ یہ ہے کہ قولہ (**فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا**) میں محمد صاحب کو توریت کا عمل ترک کرنے سے ممانعت کی گئی ہے۔ دیکھئے در منثور اور مجمع البیان۔

بارھواں مضمون:۔ یہ ہے کہ قولہ (**وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ**) میں کلمہ (ض) کا متضمن (داخل کیا گیا) معنی عام کا ہے اور وہ اس آیت میں ہر ایک فرد بشر کو شامل ہے۔ خواہ وہ موسائی خواہ عیسائی یا محمدی اور خواہ یہودی مسلم اور خوا کوئی نبی یا اُمتی اور خواہ کوئی کسی اور ہی طریق یا مذہب کا ہو دیکھئے تفسیر کبیر اور مجمع البیان اور دُر منثور میں سے ابن عباس کی وہ روایتوں میں سے ایک روایت اور نیز روایت ابن مسعود وغیرہ کی اور خازن میں سے ابنِ عباس اور ابنِ مسعود کی روایت اور مدارک میں سے ابن مسعود کی روایت اور ذکر عمومیت کلمہ (ض) کا مجمع البیان اور فتح البیان میں سے اور کلمہ (ما) کا بھی متضمن معنی عام کا ہے۔ اور وہ اس محل میں ہر ایک حکم منزل من اللہ توریت امام کو شامل ہے

https://noor-ul-huda.net/

تاکہ کسی خاص مسئلہ کے واسطے نہ سمجھا جائے اور کلمہ (اولئک) کا واسطے معنی انحصار کے آتا ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ وہی لوگ کافر ہیں جو توریت کے احکام کے موافق ہی ایک امر میں حکومت نہیں کرتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہے، کہ توریت امام کا کوئی بھی الٰہی حکم منسوخ اور محرف نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ ورنہ اُس کی نافرمانی کرنے والے کو کافر نہ کہا جاتا کیونکہ کلمہ (ض) کا شرطیہ ہے۔ دیکھیے تفسیر فتح البیان اور وہ ماضی کو بمعنی مستقبل کر دیتا ہے۔ اس لیے یہ حکم اس آیت کا آیندہ کے واسطے بھی ہے۔ فافہم۔

دوسرا ضمن:۔ در بارب شان توریت امام۔ اور لیجیے کہ (آیت مندرجہ ذیل نمبر ۱۳ رکوع دوم سورۃ شوریٰ) کی نمبری حیل ودوم سے بھی ایک اور ہی اعلیٰ شان توریت امام کی یہ ثابت ہے کہ اس کا ہر ایک حکم منزل من اللہ پیروان قرآن عربی کے واسطے (شریعۃ اللہ واجب الاتباع) قرار پایا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ

اور ترجمہ اس آیت کا حسب ذیل ہے۔ ہم نے جو جو احکام نوح کو وصیت کئے ہیں اور نیز جو جو احکام (اے محمد ہم نے تیری طرف وحی کئے ہیں اور نیز جو جو احکام ابرہام اور موسیٰ اور عیسیٰ کو اے محمد ہم نے وصیت کئے ہیں ان جملہ دین احکام کو جو مجموعہ احکامِ الٰہی موصولہ معرفت ہر پانچ انبیاء متذکرہ صدر کا ہے۔ قائم کرو اور اس میں تفرقہ مت ڈالو۔ ہاں وہ لوگ جو شرک فی الحکم کرنے والے ہیں ان کو مجموعہ احکام دین کی طرف دعوت کیا جانا گراں معلوم دیتا ہے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے اس مجموعہ احکام دین کے پیروے کے واسطے چن لیتا ہے اور جو کوئی اس مجموعہ احکام دین کی طرف رجوع لاتا ہے اللہ اس کو ہدایت کرتا ہے۔

تنبیہ:۔ وجوہات اس امر کی کہ آیت مندرجہ کا جو کچھ ترجمہ کیا ہے وہی صحیح ہے۔ حسبِ ذیل ہیں۔

پہلی:۔ وجہ یہ ہے کہ قولہ (**شَرَعَ لَكُمْ**) میں کلمہ (شرع) کا فعل ماضی معروف کا صیغہ ہے اور مصدر اس کا شرع اور شرعتہ اور شریعت ہیں۔ جن کے معنی "پانی کا راستہ" ہیں کہ جس کے پینے سے انسان کی زندگی کو مدد ملتی ہے۔ اس لیے حیاتِ ابدی یعنی نجات کے چشمہ کے راستہ کو بھی جو وہ بجاآوری احکامِ الٰہی کی ہے۔ اسی تشبیہ کے سبب سے شریعت کہتے ہیں اور یہ معنی کلمہ شریعت کی تفسیر بیضاوی میں بھی تحت (آیت نمبر ۴۸ رکوع ہفتم سورہ مائدہ مدنی نمبری پنجم) (**جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا**) کے درج ہیں۔ جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے واسطے نجات کا راستہ مقرر کیا ہے اور سوا اس کے اور کسی نے بھی مقرر نہیں کیا ہے۔

تیسری وجہ:۔ یہ ہے کہ قولہ (مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرٰہِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰٓی) میں کلمہ (ما) کا متضمن معنی عام کا ہے۔ اس لیے معنی اس کے یہ ہیں کہ ہر ایک امر جو نوح کو اور تجھ کو اور ابراہام اور موسیٰ اور عیسیٰ کو ہم نے دیا۔ ان جملہ امور کا مجموعہ ہم نے تمہارے واسطے شریعۃ اللہ یعنی راستہ نجات کا مقرر کیا ہے اور جب یہ معنی ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ شرائع منزل من اللہ علی موسیٰ میں سے جس کسی امر شرعی الٰہی کو ترک کیا جائے تو لو گو یا شریعۃ اللہ واجب العمل کو ترک کر کے راستۂ نجات سے بہک جانا اور حکم مندرجہ اس آیت سے نافرمان ہونا ہو گا۔

تنبیہ:۔ اب دیکھ لیجئے کہ دوسرے ضمن اور اس کی وجوہات میں ثابت ہو گیا کہ آیت (شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا الآیتہ) اس امر پر دال ہے کہ ہر ایک امر منزل من اللہ موسیٰ کا پیرواں قرآن عربی کے واسطے بجانا فرض ہے۔

ضمیمہ نمبر (۱) ضمن دوم فقرہ نمبر ۱۲:۔ (آیت نمبر ۹ رکوع سورہ بنی اسرائیل) (اِنَّ ہٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ) سے ثابت ہے کہ قرآن عربی کا ہر ایک حکم بڑا ہی محکم ہے۔ یعنی منسوخ ہونے والا نہیں ہے۔ اس لئے یہ حکم اس آیت (شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا الآیتہ) کا بھی جو یہ ہے کہ (ہر ایک منزل من اللہ علے موسےٰ کا پیرواں قرآن عربی کے واسطے ہم نے شریعت بنائی ہے۔) منسوخ اور محرف ہونے والا نہیں ہے۔ چونکہ یہ حکم اس آیت کا منسوخ اور محرف والا نہیں ہے۔ اس لیے ثابت ہے کہ ہر ایک امر منزل من اللہ علی موسےٰ یعنی مندرجہ توریت امام کا بھی منسوخ اور محرف ہونے والا نہیں ہے۔ بلکہ تا قیامت قائم اور برقرار رہنے والا ہے۔

ضمیمہ نمبر (۲) ضمن دوم فقرہ نمبر ۱۲:۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ شرائع منزل من اللہ نوح و محمد و ابراہام و موسیٰ و عیسیٰ کے باہم مختلف ہیں۔ اس لیے ان کے مجموعہ پر عمل کرنا محال ہے۔ پس اس سبب سے آیت مندرجہ صدر میں شرع اور دین سے ایسے ایسے احکام مراد ہیں جو باہم مختلف نہیں ہیں اور جو احکام ایسے ایسے معلوم ہوں کہ باہم مختلف فیہ ہیں۔ تو انہیں سے پہلوں کو منسوخ اور پچھلوں کو ناسخ سمجھنا پڑے گا۔ سو جواب اس اعتراض کا دو وجہ سے بیان کیا جاتا ہے۔

ایک وجہ:۔ یہ ہے کہ قرآن عربی میں کئی ایک آیات ایسی ایسی ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے اور پچھلے شرائع الٰہی موافق ہیں۔ مثلاً ایک (آیت نمبری ۳ رکوع اول سورہ آل عمران مدنی نمبری سوم) کی (نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ) ہے اور تفسیر اس آیت کی تفسیر کشاف اور مجمع البیان اور بیضاوی اور مظہری سے دیکھئے۔ اور دوسری مثال (آیت نمبر ۸۲ سورۃ نساء مدنی نمبری چہارم) (اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا) ہے اور تفسیر اس آیت کی تفسیر کبیر بضمن

تفسیر (سورۃ آل عمران آیت ۳تا۴) (نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ) کی دیکھیے۔ اور تیسری مثال (سورۃ انعام آیت ۹۰) کی (اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ) ہے اور تفسیر اس آیت کی تفسیر کبیر میں بذیل تفسیر (سورۃ مائدہ مدنی آیت ۴۸) (جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا) کی دیکھئے اور چوتھی مثال (سورۃ یونس آیت ۹۴ مکی نمبری دہم) کی (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ) ہے اور تفسیر اس آیت کی تفسیر کشاف میں سے دیکھئے اور پانچویں مثال (سورۃ انبیاء آیت ۹۲) (اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ) ہے اور تفسیر اس آیت کی تفسیر فتح البیان میں سے دیکھئے۔ اور چھٹی مثال (سورۃ مومنون ۵۲) (وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ) ہے اور تفسیر اس کی تفسیر فتح البیان میں سے دیکھئے اور ساتویں مثال نحن فیہ (سورۃ شوری آیت ۱۳) (شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ) ہے اور تفسیر اس آیت کی تفسیر کبیر میں بضمن ہے (سورۃ المائدہ آیت ۴۸) (جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا) کی دیکھئے۔ اور اسی طرح سے اور بھی کئی ایک آیات قرآن عربی میں ایسی ہی موجود ہیں جو شرائع الٰہی سلف اور خلف کے اتحاد پر دلالت کرتے ہیں۔ فافہم۔

دوسری وجہ یہ ہے:۔ کہ بروی قواعد شناخت کلامِ الٰہی مندرجہ فقرہ نہم تقریر ہذا کی ثابت ہے کہ جو کوئی حکم شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کے بعد کا ان کے برخلاف ہو تو ایسا حکم الٰہی ہی نہیں ہے۔ اگرچہ کسی ہی نبی نے بیان کیا ہو اور یہی حاصل مطلب (سورۃ بقرآیت ۴۱) (وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ) کا ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ جس قدر احکامِ شرعی منزل من اللہ ہیں وہ توریت امام کے مخالف ہی نہیں ہیں۔ جو جو احکام مندرجہ کتب مابعد توریت امام کے ایسے ہیں کہ احکام شرعی منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کے مخالف ہیں۔ وہ وہ احکام من اللہ ہی نہیں ہیں۔ پس اس صورت میں اختلاف ہی کوئی نہ رہا بلکہ محض اتحاد ہی اتحاد ثابت ہوا۔

ضمیمہ سوم ضمن دوم فقرہ نمبر ۱۲:۔ کئی ایک علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ قولہ (شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ) میں کلمہ (اصول) کا مقصد ہے۔ گویا یوں پڑھنا چاہیے (شرع لکم من اصول الدین) اور غرض ان کی ایزادی اس کلمہ (اصول) سے یہ کہ احکام شرعی عملی کو یہ آیت شامل ہی نہیں ہے۔ اور وجہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ شرائع عمل جملہ انبیاء کے باہم مختلف ہیں۔ اس لئے اس آیت میں اصول دین مثل توحید وغیرہ کے وہ امور مراد ہیں جو باہم مختلف نہیں ہوتے ہیں۔ سو تردید اس قول علماء کی اس طرح کی جاتی ہے کہ بروی قرار داد علم معانی کے کسی کلمہ یا کلام کو اس حالت میں محذوف (حذف کیا گیا) کیا جاتا ہے کہ جب اس کے حذف کرنے سے معنی کلام کے مشتبہ نہ ہو جائیں۔ حالانکہ یہاں پر تو معنی کلام کے مشتبہ ہو جاتے ہیں۔

کیونکہ قولہ (شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ) سے اصولِ دین نہیں سمجھے جاتے ہیں بلکہ مطلق احکام دین کی بلا قید اصول اور فروع کے سمجھے جاتے ہیں اس لیے اس محل پر کلمہ اصول کا محذوف قرار دینا کسی طرح سے بھی جائز نہیں ہے۔

علاوہ براں کلمہ اصول کا محذوف قرار دینے میں نص پر ایزادی ہو جاتی ہے اور منار اور اس کی شرح نور الانوار میں تبدیل بیان کی (نسخ وصف فی الحکم) کو بھی نص ایزادی کا ہونا یوں بیان کیا ہے۔ (ونسخ وصف فی الحکم بان ینسخ عمومه و اطلاقه و یبقی اصله ذلک مثل الزیادة علی النص) اور نص پر ایزادی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حسامی میں بذیل بیان التبدیل کے یوں لکھا ہے۔ (واما بیان التبدیل وهو النسخ فیجوز ذلک من صاحب الشرع ولا یجوز من العباد) اور اس امر کی موید وہ حدیث ہے کہ جامشکوٰۃ کے باب الاعتصام کی فصل تیسری میں منقول از دار قطنی (روئی کا بنا ہوا) مروی از جابر ہے۔ یعنی (قال رسول الله کلامی لا ینسخ کلام الله وکلام الله ینسخ کلامی و کلام الله ینسخ بعضهٗ بعضاً) اس لیے قید اصول کو اس حکم مطلق پر ایزاد کرنا گوی قرآن عربی کو منسوخ یا محرف کر کے پایہ اعتبار سے ساقط (نامنظور) کر دینا ہے اور یہ تو واضح ہی ہو چکا ہے کہ جو لوگ نص پر ایزادی کرتے ہیں وہ لوگ اس ایزادی کرنے کے مجاز ہی نہیں ہیں۔ فافہم۔

تیسرا ضمن در باب شان توریت امام:۔ اور لیجئے کہ (سورۃ الاحقاف آیت ۱۲) (وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ) میں توریت کی یہ صفت اور شان بھی درج ہے کہ اس کو امام کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔

چاتھا ضمن در باب شان توریت امام:۔ اور لیجئے کہ (سورۃ الانعام آیت ۱۵۴) (ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْۤ اَحْسَنَ وَ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ) میں توریت امام کی یہ صفت اور شان بھی درج ہے کہ اس میں ہر ایک شے کا حکم با تفصیل درج ہے۔

پانچواں ضمن در بابِ شان توریت امام:۔ اور لیجئے کہ آیات مندرجہ ذیل سے توریت امام کی یہ صفت اور شان بھی ثابت ہے کہ قرآن عربی تو توریت امام کا تصدیق کرنے والا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ توریت امام میں جس قدر احکام منزل من اللہ درج ہیں وہ سب کے سب حق اور درست ہیں ناحق یا محرف یا مبدل نہیں ہیں۔ چنانچہ ازاں جملہ ایک تو (سورۃ النساء آیت ۴۷) (اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ) ہے اور دوسری آیات (سورۃ بقرہ آیت ۸۹، ۹۱) (وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ) ۹ (وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ

https://noor-ul-huda.net/

اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ) ہیں۔اور تفسیری آیات (سورۃ البقرہ آیت ۹۷) (قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ) (سورۃ البقرہ آیت ۱۰۱) (وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ) ہیں اور چوتھی آیت (سورۃ آل عمران آیت ۳) کی (نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ) ہے۔اور پانچویں آیت (سورۃ آل عمران آیت ۸۱) کی (وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ) ہے۔اور چھٹی آیت (سورۃ المائدۃ آیت ۴۸) کی (وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ) اور ساتویں آیت (سورۃ الانعام آیت ۹۲) کی (وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ) ہے اور آٹھویں آیت (سورۃ یونس آیت ۳۷) کی (وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ) ہے اور مضمون اس آیت کا یہ ہے کہ قرآن عربی توریت امام کی تصدیق اور تفصیل کے ہی واسطے نازل ہوا ہے۔اور نویں آیت (سورۃ یوسف آیت ۱۱۱) کی (مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ) ہے اور دسویں آیت (سورۃ فاطر آیت ۳۱) کی (وَ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ) ہے۔اور گیارھویں آیت (سورۃ الصافات آیت ۳۶-۳۷) کی (وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ) ہے۔اور بارھویں آیت (سورۃ الاحقاف آیت ۱۲) کی (وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ) ہے اور تیرھویں آیت (سورۃ الاحقاف آیت ۳۰) کی (قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ) ہے۔

چھٹا ضمن در باب شانِ توریت امام:۔ اور لیجیئے کہ آیت (سورۃ النمل آیت ۷۶) (اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ) سے یہ صفت اور شان توریت امام کی ثابت ہے کہ قرآن عربی ان اختلاف کے دور کرنے کے واسطے نازل ہوا ہے۔جو گمراہ لوگوں نے توریت امام کے احکام کی بجاآوری یاآنکہ ان کے مطلب کے قرار دینے میں ڈالی ہوئی ہیں۔نہ کسی ایسے ایسے اغراض کے واسطے کہ جو محمدی سمجھے بیٹھے ہیں۔

فقرہ نمبر ۱۳:۔ توریت امام میں جس قدر شرائع من اللہ ہیں ان کے منسوخ یا محرف ہونے کی نسبت تمام قرآن عربی میں ایک ہی آیت نص نہیں ہے۔ کیونکہ نص کے معنی تفسیر اتقان کے پچاسویں نوع میں یہ ہیں (**وان افاد معنے لا یحتمل غیرہ فالنص**) الا جو لوگ شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کی منسوخ یا محرف ہونے کے قائل ہیں۔ یا تو وہ ایسے ہی ہیں کہ ایسی ایسی آیات معنی سمجھنے سے بے بہرہ ہیں اور تمیز حق و باطل کو جواب دے بیٹھے ہیں اور زیادہ ایسے ہیں، کہ ہوا نفسانی کی پیروی میں ایسی ایسی آیات قرآن عربی کے معنوں میں تحریف کرتے ہیں اور شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کی تکمیل سے بذریعہ تحریف ایسی ایسی آیات قرآن عربی کی کہ جن سے شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام پر عمل کرنا فرض ثابت ہوتا ہے اغواہ کرنے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں اور بغرض اغواء عوام کی چند آیات قرآن عربی کی براہ مغالطہ (دھوکا) دہی پیش کرکے بیان کرتے ہیں۔ کہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت نام کی محرف اور مبدل ہیں۔ چنانچہ ان آیات قرآن عربی کو کہ جس کے ذریعہ سے عوام کو مغالطہ دیا جاتا ہے۔ ذیل میں بعنوان ضمن پیش کرکے مغالطہ دہی ایسوں کو پوست کندہ (کھال اُتارنا) بیان کرکے یہ ثابت کرکے دکھلایا جاتا کہ تمام قرآن عربی میں ایک بھی ایسی آیت نہیں ہے کہ جو درباب تحریف شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کی نص ہو۔ فافہم۔

پہلا ضمن درباب مغالطہ دہی علما محمدی کے:۔ ازاں جملہ ایک آیت جو بغرض اثبات تحریف لفظی شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کے ایسی ہے لوگ براہ مغالطہ دہی پیش کرتے ہیں۔ جو کہ (سورۃ البقرۃ آیت ۷۵) کی (**اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ وَ قَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ وَ هُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ**) ہے۔ وجوہات تردید مغالطہ دہی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ اس آیت کی تفسیر میں بعض تو یوں کہتے ہیں کہ تحریف کرنے والے وہ ستر (۷۰) آدمی تھے جو منتخب ہو کر موسیٰ کلیم اللہ کے ہمراہ کو ہ طور تک گئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ یہاں پر تحریف کرنے والوں سے محمد صاحب کے زمانہ کے یہودی مراد ہیں۔ پس اس اختلاف سے ظاہر ہے کہ یہ آیت ان دونوں حالتوں میں سے کسی بھی ایک حالت کے واسطے نص نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ تحریف لفظی کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ تحریف معنوی بذریعہ تاویلات باطلہ کی کرتے تھے۔ اس لیے اس صورت اختلاف میں بھی یہ آیت تحریف لفظی کے واسطے کسی طرح سے بھی نص نہیں ہے۔ دیکھئے تفسیر بیضاوی اور کبیر اور مجمع البیان اور خوب سمجھئے۔

دوسرا ضمن درباب مغالطہ دہی علماء محمدی کے:۔ ازاں جملہ دوسری آیت جو بغرض اثبات تحریف لفظی شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کے ایسے ہی لوگ براہ مغالطہ پیش کرتے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۷۹) (**فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ بِاَیۡدِیۡهِمۡ ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِیَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ فَوَیۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا کَتَبَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ وَیۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا یَکۡسِبُوۡنَ**)

https://noor-ul-huda.net/

وجوہات تردید مغالطہ دہی۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں کلمہ (کتاب) کا بمعنی مکتوب ہے۔ دیکھئے تفسیر جمل اس لئے اس آیت میں کلمہ کتاب کو کتاب توریت سے مخصوص کرنا شایان حال اہلِ علم کے نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کتاب سے کتاب تاویلات باطلہ کی بھی مراد لی گئی ہے۔ دیکھئے تفسیر بیضادی۔ اس لیے یہ آیت احکام منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کی تحریف لفظی کے حق میں نص نہیں ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کاتب سے محمد صاحب کا کاتب بھی مراد لیا جاتا ہے۔ دیکھئے تفسیر مجمع البیان پس اس صورت میں توریت امام کی نسبت تحریف کا ہونا منسوب ہی نہیں ہو سکتا ہے اور اس سبب سے بھی یہ آیت بغرض اثبات تحریف لفظی کے نص نہیں ہے۔ فافہم۔

تیسرا ضمن در باب مغالطہ دہی علماء محمدی کے:۔ ازاں جملہ تیسری آیت جو بغرض اثبات تحریف لفظی شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کی ویسے ہی لوگ براہ مغالطہ دہی پیش کرتے ہیں۔ (سورۃ النساء آیت ۴۶) (مِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ) ہے۔ وجوہات تردید مغالطہ دہی۔ ایک وجہ یہ ہے کہ تفسیر بیضادی میں اس آیت کی تفسیر میں یوں درج ہے کہ تاویلات باطلہ کرتے تھے اور تفسیر کبیر میں بحوالہ قول ابن عباس کے درج ہے کہ تحریف معنوی کرتے تھے۔ تحریف لفظی نہیں کرتے تھے۔ اور تفسیر کبیر میں یہ بھی درج ہے کہ توریت کے نسخہ تو کئی ایک ممالک میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس لیے بعید از عقل ہے کہ ان تمام نسخوں توریت میں ایک ہی جیسی تحریف لفظی ہو جائے۔ اور پھر تفسیر کبیر میں یہ بھی درج ہے کہ اصح (درست ترین) قول یہی ہے کہ تحریف معنوی ہوئی تھی۔ اس لیے بھی یہ آیت بغرض اثبات تحریف لفظی کی نص نہیں۔ فافہم۔

چوتھا ضمن در باب بیان مغالطہ دہی علماء محمدی کے:۔ ازاں جملہ چوتھی آیت جو بغرض اثبات تحریف شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کے ویسے ہی لوگ براہ مغالطہ دہی پیش کرتے ہیں۔ (سورۃ المائدۃ آیت ۱۳) (فَبِمَا نَقۡضِہِمۡ مِّیۡثَاقَہُمۡ لَعَنّٰہُمۡ وَ جَعَلۡنَا قُلُوۡبَہُمۡ قٰسِیَۃً ۚ یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ) ہے۔ وجہ تردید مغالطہ دہی کی یہ ہے کہ تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں یوں درج ہے کہ یہاں پر تحریف سے مراد تاویلات باطلہ ہو سکتی ہیں۔ اس لیے یہ آیت بغرض اثبات تحریف لفظی کے نص نہیں ہے۔ فافہم۔

پانچویں ضمن ور باب بیان مغالطہ دہی علماء محمدی:۔ ازاں جملہ پانچویں آیت جو بغرض اثبات تحریف لفظی منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کے ویسے ہی لوگ براہ مغالطہ دہی پیش کرتے ہیں۔ (سورۃ المائدۃ آیت ۴۱) (یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ لَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ لَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُہُمۡ ۚۛ وَ مِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا ۚۛ سَمّٰعُوۡنَ لِلۡکَذِبِ سَمّٰعُوۡنَ لِقَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ ۙ لَمۡ یَاۡتُوۡکَ ؕ یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوَاضِعِہٖ) وجوہات تردید مغالطہ دہی۔ ایک وجہ یہ ہے۔ کہ تفسیر مجمع البیان اور خازن میں اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی درج ہے کہ وہ لوگ محمد صاحب کے کلام میں تحریف کرتے تھے۔ اس لیے

اس مضمون سے ثابت ہے کہ یہ آیت احکام الہٰی مندرجہ توریت امام کی تحریف کے بارے میں ہر گز ہر گز نص نہیں ہے اور سیاق کلام کا بھی اسی بات کو چاہتا ہے۔اس سبب سے بھی یہ آیت توریت امام کی تحریف کی نسبت نص نہیں ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ تفسیر فتح البیان میں یہ بھی درج ہے کہ ابن عباس صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا بھی یہی قول ہے کہ تحریف معنوی کرتے تھے تحریف لفظی نہیں کرتے تھے اور علاوہ بر آں تفسیر فتح البیان میں یہ بھی درج ہے کہ جس قدر احادیث اس امر کے متقضی (تقاضا کرنا) ہیں کہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام پر عمل نہ کیا جائے بلکہ اُن سے نفرت کی جائے وہ جملہ احادیث ضعیف ہیں۔پس اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ شرائع منزل من اللہ مندرجہ توریت امام کی تحریف لفظی کی نسبت یہ آیت کسی طرح سے بھی نص نہیں ہے۔

فقرہ نمبر ۱۴:۔

اظہار الحق مصنفہ مولوی صاحب ہیں اور سوا اس کے اور بھی کئی ایک کتب مباحثہ محمدیوں یا عیسائیوں میں درج ہے کہ اصل توریت بخت نصر بادشاہ کے حملہ میں کم ہوگئی تھی۔اور یہ بھی ہے کہ سند متصل موسےٰ کلیم اللہ صاحب تک نہیں پہنچتی ہے۔اور یہ بھی درج ہے کہ توریت موجودہ حال وہ ہے۔جو عزیز صاحب (عزرا کاہن) کی لکھی ہوئی تھی اور پھر تس (باوجود اس کے) پر طرفہ یہ ہے کہ وہ بھی تحریف اور تبدیل سے خالی نہیں ہے۔سو جواب اس کا یہ ہے۔کہ بڑے ہی افسوس کا مقام ہے کہ ایسا کہنے اور لکھنے والے اپنے ہی گھر سے بے خبر ہیں۔کیونکہ تفسیر معالم التنزیل اور خازن اور حینی اور قادری اور موضح القرآن اور جامع البیان اور عمدۃ البیان میں تحت (سورۃ التوبہ آیت ۳۰) (وَ قَالَتِ الۡیَہُوۡدُ عُزَیۡرُ ۨابۡنُ اللّٰہِ) کی میں یوں درج ہے کہ ایک اصل نسخہ توریت کا مل گیا تھا اور جب عزیز صاحب (عزرا کاہن) کی لکھائی ہوئی توریت کو اصل نسخہ توریت سے مقابلہ کیا گیا تو عزیز صاحب کی لکھائی ہوئی توریت اصل نسخہ توریت کے مقابلہ میں حرف بحرف صحیح اور درست نکلی۔تب اس سبب سے عزیز صاحب کو ابن اللہ کہا گیا۔اور تفسیر ابو سعود اور جمل اور سراج المنیر میں یوں درج ہے کہ تابوت نازل ہوا تھا اور اس سے عزیز صاحب والی توریت کا مقابلہ جو کیا گیا تو وہ صحیح اور درست نکلی اور اس سبب سے عزیز صاحب والی توریت کو صحیح سمجھا گیا۔اور عزیز صاحب کو ابن اللہ کیا گیا۔

نتیجہ :۔ روایات متذکرہ صدر سے ثابت ہے کہ اصل توریت مل گئی تھی اور اس سبب سے جس کو عزیز صاحب والی توریت کہا جاتا ہے۔وہ توریت عزیز صاحب والی توریت نہ رہی بلکہ ایک نقل اصلی توریت کی نکلی۔کیونکہ عزیز صاحب والی توریت تب ہی صحیح سمجھی گئی تھی کہ جب وہ اصل توریت کے مقابلہ میں صحیح نکلی تھی۔فافہم۔

چھٹی فصل

مولوی محمد چراغ الدین جموی اور بائبل

لیکن باایں ہمہ (باوجود ان باتوں کے) اہل قرآن بھی کتب مقدسہ کے درس سے مستغفی (معافی چاہنے والا، استعفیٰ دینے والا) نہیں۔ کیونکہ یہ ہر کتب الہامیہ معہ دیگر صحفِ انبیاء ایک دوسرے کے لیے بطور اعضا ہیں اور ظاہر ہے کہ جس شخص کے اکثر اعضا کٹ جائے وہ بے کار اور نکما ہو جاتا ہے۔ سو ایسا ہی ان لوگوں کا حال ہے۔ جو قرآن شریف کے ساتھ کتب مقدسہ کے درس کو معیوب اور مطعون (بدنام، رسوا) خیال کرتے اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(اوّل)۔ بلاشبہ کتب مقدسہ قرآن شریف کی موید مصدق اور بعض خاص خاص امور میں مفسر ہیں۔ بلکہ جب قرآن شریف کے ساتھ توریت وانجیل ودیگر کتب مقدسہ پر نظر ڈالی جاتی اور بعض کی تصدیق سے ظاہر ہوتی تو اس صورت میں خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی وحدانیت اور سلسلہ نبوت کی صداقت اور خدا تعالیٰ کے عجائب غرائب کام اور معجزات کی بابت ایک حیرت انگیز ایمان پیدا ہوتا ہے اور تمام شکوک وشبہات کی تاریکی بیخ وبنیاد سے اُکھڑ جاتی ہے۔ کیونکہ جب تمام کتابیں توریت سے قرآن تک یک زبان ہو کر خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت وسلسلہ نبوت کی صداقت وانبیاء السلام کی اطاعت ومخالفت کے نتائج کی بابت پوری پوری شہادت ادا کرتی ہیں تو اس صورت میں انسان کا ایمان حق الیقین تک پہنچ جاتا اور معتقدات کی بابت ایک کامل ذخیرہ عرفان ہاتھ آتا ہے۔ لہذا ہر ایک طالب حق کو اپنی عرفانی طاقت بڑھانے کے لیے قرآن شریف کے ساتھ کتب مقدسہ کا درس ایک کافی اور کامل ذریعہ ہے۔ کیونکہ اِنسانی طبائع کا کلی اصول ہے کہ وہ ترقی ایمان وایقان کے لیے کثرت شہادت کا محتاج رہتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے قرآن شریف کے اکثر مقامات میں (فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون) کا ارشاد وارد ہے۔ یعنی جس صداقت کی بابت تم کو شک ہو اہلِ کتاب سے اپنا شک رفع کرا لو۔ پس جب رفع شکوک کے لیے اہل کتاب سے دریافت کرنے کا حکم ہے۔ تو اس صورت میں کتب مقدسہ کے درس سے اپنی معلومات کو بڑھانا کس قدر ضروری ہے۔

(دوم)۔ قرآن شریف پہلی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے اور ان کے تعظیم وتکریم کرنے کا حکم دیتا ہے کہ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ

یعنی اے ایمان والو ایمان لاؤ خدا اور اس کے رسولوں پر اور ایمان اس کتاب پر جو اُتاری گئی اوپر رسول اُس کے محمد صلعم پر۔ اور ایمان لاؤ اُن کتابوں پر جو اُتار دی گئی اس سے پہلے

(سورۃ النساء آیت ۱۳۶)۔

پس جب اُن کتب مقدسہ پر ایمان لانے کا حکم ہے تو ان کا درس کیوں کر معیوب ہوا۔ کیونکہ جب قرآن شریف اور کتب پر ایمان لانے کا حکم مساوی ہے۔ تو یہ کہاں سے نتیجہ نکالا جاتاہے کہ قرآن کا درس باعث ثواب اور کتب مقدسہ کا موجب عذاب ہے۔ بلکہ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اِتباع ایمان جیسا قرآن کریم کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا موجب نجات ہے۔ ویسا ہی کتب مقدسہ کا درس بھی باعثِ ثواب ہے ورنہ (یومنون ببعض) فتویٰ اس جگہ بھی صادق آتا ہے کیونکہ جب ان کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے تو اس صورت میں ان کے درس کو معیوب سمجھنا خطرہ ایمان ہے۔ علاوہ اس کے جب (اھدنا الصراط المستقیم) میں اللہ تعالیٰ ہیں۔ اِتباع انبیاء کا حکم دیتا ہے پھر کس قدر ضروری ہے کہ ہم اِن کی راہ دریافت کرنے کے لیے کتب مقدسہ کی تلاوت اپنا ورد ٹھہرائیں۔ کیونکہ اگرچہ قرآن شریف نے تعلیم انبیاء کا لبِ لباب پیش کردیا ہے۔ لیکن تو بھی باتباع ایمان کتب مقدسہ کا درس مزید ایقان وترقی عرفان کا باعث ہے۔

غرض یہ کہ کتب مقدسہ کا درس اور اُن کی تکریم کے بغیر اتباع انبیاء اور اُن پر ایمان لانے کا دعویٰ بے دلیل ہے۔ کیا جائز ہے کہ انبیاء سے محبت اور ان کی تعلیم سے عداوت رکھی جائے یا خالی طور سے کتب مقدسہ پر ایمان لانے کا دعویٰ ہو۔ مگر عملی صورت میں ان کے وجود سے انکار ور نفرت کی جائے۔

یہ تو ویسی ہی بات جیسا کہ اہل یہود مسیح اور نبی آخری زماں علیہم الصلوات والسلام کے ظاہر ہونے کی بابت ایمان رکھ کر اُن کے وجون سے کافر ہوگئے۔ ہاں اگر یہ سوال ہو کہ موجودہ تورات انجیل اصل کتابیں نہیں ہیں۔ اس لیے ہم ان کی تعظیم وتکریم نہیں کرتے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اس بات پر کوئی کافی دلیل موجود نہیں کہ یہ وہ کتابیں نہیں۔ کیا جن لوگوں کے ہاتھوں میں یہ کتابیں نسلاً بہ نسلاً اسی زمانے سے چلی آرہی ہیں اُن کی شہادت غلط ہے۔ کیا وہ لوگ جو صدہا سال سے ان کو کتابیں مانتے ہوئے چلے آرہے ہیں غلطی پر ہیں۔ پھر اگر ایسا ہے تو دوسرے لوگوں کے خیالات کی صحت پر کہ یہ اصل نہیں کیا دلیل ہے۔ کوئی بتا سکتا ہے؟ کہ وہ اصل کتاب کہاں ہیں۔ آسمان پر یا زمین پر بلکہ قرآنی شہادت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہود انصار کے ہاتھ میں وہ اصل کتابیں موجود تھیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن شریف (فاتو بالتوراۃ فاتلوھا لیحکم اھل الانجیل بماانزل فیہ) کا حکم نہ دیتا۔ کیا یہ جائز تھا کہ بصورت عدم موجودگی تورات انجیل قرآن شریف ان کے لانے اور اہلِ کتاب کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیتا۔ ہر گز نہیں۔ پھر جب نزولِ قرآن کے وقت اصل تورات انجیل اہل کتاب کے پاس موجود تھیں۔ تو بعد میں تبدیل یا تلف ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ کیونکہ جو اعتراض اہل کتاب کے عقیدے پر قرآن شریف نے اُس وقت کئے تھے وہی آج بھی وارد ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ وہی کتابیں ہیں۔ کیونکہ اگر نزول قرآن کے بعد تبدیل ہوئیں۔ تو ضرور تھا کہ آج ان پر وہ اعتراض وارد ہوتے جو قرآن شریف نے پیش نہیں کئے۔ سر سید احمد نے عام مسلمانوں کے مسئلہ تحریف کتب مقدسہ کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے۔ وہ تفسیر تابعین الکلام جلد اول ہے مسلمانوں میں سے کسی نے ایسی پر زور کتاب اس مسئلہ پر نہیں لکھی۔ اور انہوں نے امام رازی کے ایک قول سے استدلال کیا ہے۔ جو واقعی نہایت ہی معقول ہے کہ متکلمین (کلام کرنے والے) کے نزدیک جو

https://noor-ul-huda.net/

مذہبی امور کی تحقیق کرنے والے ہیں یہ بات یعنی توریت اور انجیل کی عبارت کا بدل ڈالنا ممتنع (روکا گیا، منع کیا گیا) ہے۔ کیونکہ وہ دونوں کتابیں نہایت مشہور ہوگئی ہیں اور تواتر کو پہنچی ہیں۔ یہاں تک کہ ان عبارتوں کو بدلنا متعذر (دشوار) ہوگیا ہے۔

پس جب قرآن شریف نے ان پاک کتابوں کا وجود تسلیم کیا اور مان لیا کہ اوہ اس کے ہم عصر اہلِ کتاب کے ہاتھوں میں موجود اور اس وقت واجب التسلیم تھیں۔ تو کوئی قرینہ (انداز) یہ بات زبان سے نکالنے کا باقی نہ رہا کہ مابعد وہ تحریف و تبدیل ہو کر ساقط عن الاعتبار ہوگئیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ وہی کتابیں ہیں جن پر قرآن شریف ایمان لانے کا حکم دیتا ہے پس ان کتابوں کی تحقیر کرنی اور ان کے درس کو معیوب سمجھنا کس قدر گستاخی اور قرآنی تعلیم کے مخالف ہے۔

(سوئم)۔ جمہور اہل اسلام کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ جمیع انبیاء اور ان کے پیرو اسلام پر تھے۔ لیکن لفظ اسلام کا اطلاق کسی سابقہ شریعت پر قرآن شریف میں مذکورہ نہیں اور نہ کسی گذشتہ امت کو اہل اسلام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ بلکہ موسوی شرائع کے پیروں کا نام قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ مذکورہ ہے۔ جس کی خاص وجہ یہی تھی کہ اسلام کا مفہوم کامل اتباع ہے اور یہ بات شرائع سابقین میں موجود نہ تھی۔ کیونکہ اُن کے بعد جو انبیاء اور کتابیں آنے والی تھیں۔ ان کی اتباع سے وہ لوگ محروم تھے۔ برخلاف قرآن شریف کے سلسلہ تعلیم میں یہ آخری کتاب اور اُس کا شارع محمد علیہم الصلواۃ والسلام خاتم الانبیاء ہیں۔ جن کی اتباع میں کل انبیاء اور کتابوں کی اطاعت شامل ہے۔ پس جب کل انبیاء اور جملہ کتب سماویہ کی اتباع شریعت قرآنی کی اتباع میں شامل ہوئی تو بالطبع اس کا نام اسلام ہوا اور اس کے پیرو مسلمان ٹھہرے۔ یعنی جمیع انبیاء و جملہ کتبِ سماویہ کے ماننے والے بلکہ اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو ان علاوہ ان تمام کمالات کے کہ کتب سابقہ کی نسبت بالخصوص قرآن شریف کو حاصل ہیں۔ ایک کھلی کھلی دلیل اسلام کے جامع اور کامل مذہب ہونے پر یہ ہے کہ قرآن شریف سب نبیوں اور تمام کتابوں کے ماننے کی تعلیم دیتا ہے۔ برخلاف شریعت موسوی و عیسوی کے کہ ان کو فخر حاصل نہیں۔ چنانچہ یہود آج تک انجیل اور قرآن سے منکر ہیں۔ اور ایسا ہی نصارا اسلام سے۔ پس یہ فضیلیت اور فخر اہل اسلام یہ کے لیے خاص ہے۔ جس کی نظیر نہ یہودیوں میں موجود ہے اور نہ نصارا میں اور وہ یہی ہے کہ اہل اسلام بااتباع قرآن تمام انبیاء اور جملہ کتب سماویہ کو مانتے ہیں جس سے یہود و نصارا محروم ہیں۔ پس جس کمال کی وجہ سے ہم مسلمان کہلائے اور ہمارے مذہب کا نام اسلام ہوا اسی کو ہاتھ سے چھوڑنا اور یہود نصاریٰ کے متعصبانہ خیال کی پیروی کر کے برخلاف تعلیم قرآن اپنے فخر کو کھو دینا خلاف عقل ہے۔ کیا جب یہود انصاری اسی رافض (وہ گروہ جو اپنے سردار کو چھوڑ دے) اور تعصب کے باعث مطعون ٹھہرے۔ تو اس صورت میں ہم جو اپنی مسلمہ تعلیم کے خلاف ان کے خیال کے نقش قدم پر چل کر اپنے ایمان کو معرض خطر میں ڈالیں بلکہ مطابق تعلیم قرآن شریف جملہ کتب سماویہ (آسمانی) کو مساوی نظر سے دیکھیں اور درس کو معیوب نہ سمجھیں۔ اور جیسا کہ اسلام کا مفہوم ہے اپنے تیئں سلسلے تعلیم انبیاء کا پورا فرمانبردار بنا کر قوم اہل کتاب کے لیے ایک کامل نمونہ ظاہر کریں تاکہ جیسا اسلام اور مسلمانی کا خاص لقب ہمارے ہی لیے ہماری کتاب قرآن شریف میں مذکورہ ہے۔ ایسا ہی ہماری عملی صورت اس پر شاید ہو۔ نقل از

(منارۃ المسیح)

https://noor-ul-huda.net/

ساتویں فصل

مولوی محمد سعید صاحب اور بائبل

مولوی صاحب پنجاب کے ایک معزز مسلم ہیں۔ جو گجرانوالہ گورنمنٹ ہائی سکول میں سکینڈ ماسٹر رہے ہیں۔ بعدہ انسپکٹر سکولس بھی رہے ہیں۔آپ نے ایک کتاب ''سعادت مریمہ'' نامی لکھی جسے مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول قادیان نے پسند فرمایا تھا۔ ذیل کی عبارت اسی کتاب سے منقول ہے۔

میرا اس کتاب لکھنے کا ایک تو مدعا یہ ہے کہ جناب حضرت عیسیٰؑ کی ولادت مبارک کے عقیدہ پر کامل روشنی ڈالوں اور وہ عقیدہ جو بنی نوح انسان کو ہلاکت تک پہنچاتا رہا ہے اس کی بیخ کنی (جڑ سے اُکھاڑنا) کروں اور دوسرا خاص الخاص مدعا یہ ہے کہ اس مسئلہ مبارک کے ثبوت کرتے ہوئے ضمنی طور پر یہ بات بھی ثابت کروں کہ قرآن شریف الہامی کتاب ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اصحابہ نبی برحق ہیں اور دنیا کے طبقے پر کسی آدمی کی روحانی وجسمانی نجات نہیں ہوگی جب تک اس کو اُن ہر دو بزرگوں کی رسالت کی حقانیت (صداقت) پر کامل ایمان نہ ہو اور تمام خواندہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن شریف اور اس کے ترجے سے بھی آگاہ کریں اور سخت تاکید کریں کہ اُن کے بچے بڑے ہو کر اپنے بچوں کو یہ کامل کتاب پڑھائیں اور اس طرح سے نسلاً بعد نسل اس سلسلے کو جاری رکھیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو دین وُدنیا میں خائب (ناامید، نادار) وخاسر (نقصان اُٹھانے والا) ناکام ونامراد رہیں گے۔ اور نہ صرف قرآن شریف کو ہی مطالعہ میں رکھیں بلکہ انجیل شریف کا بھی مطالعہ رکھیں تاکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے جیسا قرآن شریف پر ایمان لانا فرض ہے ویسا ہی انجیل شریف پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کے عین شروع شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔(وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ)

(ترجمہ۔اور (اے پیغمبر) جو (کتاب) تم پر اُتری اور جو تم سے پہلے اُتریں ان (سب) پر ایمان لاتے)

(سورۃ البقرۃ آیت ۴)۔

اس جگہ بعض مسلمانوں کو یہ وہم لگا ہوا ہے کہ انجیل شریف محرف مبدّل ہے۔ حالانکہ تحریف وتبدیل کے بارے میں جس قدر آیات کلام اللہ شریف میں ہیں۔اُن میں سے ایک میں بھی ذکر نہیں ہے۔ کہ انجیل یا توریت محرف مبدل ہو بلکہ ان مقامات پر لکھا ہوا ہے کہ یہودی لوگ ہاں ہاں یہودی لوگ نہ کہ عیسائی صاحبان توریت شریف کی باتیں بتانے کے وقت اُلٹ پلٹ کرکے بتاجاتے ہیں۔ پس اس الزام سے کم ازکم عیسائی صاحبان تو بالکل بری ہیں۔ لہذاا انجیل شریف محرف مبدل نہیں ہے۔ ملاحظہ ہوں قرآن شریف کے مقامات ذیل۔ (سورۃ النساء پارہ ۵ رکوع، سورۃ مائدہ پارہ ۶ رکوع ۳ ورکوع ۶۔ ۱۰، سورۃ البقرہ پارہ اول رکوع ۹۔۹) اور توریت شریف بھی محرف مبدل نہیں ہے۔ کیونکہ چند نافہم لوگوں کی غلط بیانی سے یہ لازم نہیں آجایا

https://noor-ul-huda.net/

کرتا کہ اُن کی کتاب بھی بدل گئی ہو اور ان ترجموں کا غلط ہونا نہ صرف انجیل یا توریت ہی میں ممکن ہے۔ بلکہ قرآن شریف میں بھی ممکن ہے۔ اور یہ ایک جُدا بات ہے۔

الغرض قرآن شریف اور انجیل مقدس کی یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ ان میں تدبّر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ہی الہامی کتابیں ہیں اور اُن کی شدید مماثت اس بات کو بالبداہت ثابت کرتی ہے کہ دونوں ہی ایک چشمے سے نکلی ہوتی ہیں۔ پس انجیل شریف بھی ہے۔

پھر دونوں کتابوں یعنی انجیل شریف کی تعلیم کا چرچا آج تک چلا آتا ہے اور بوجہ احسن چلا آتا ہے۔ اور ان دونوں کے نزول کے مدت میں کوئی چھ (۶) سو سال کا فرق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں مختلف کتابیں کسی کمیٹی نے افترا (تہمت، بہتان) کے طور پر تحریر نہیں فرمائی ہیں۔ بلکہ اس اتحاد سے ان اک منجانب اللہ ہونا بوجوہ احسن ثابت ہے اور کسی دہریہ کو بھی یہ شک نہیں رہتا کہ بے شک یہ انسانی افترا نہیں ہیں۔

پھر اگر اس بات کا خیال کیا جائے کہ حضرت محمد صاحب کوئی فاضل اجل نہیں تھے۔ نہ کوئی شاعر تھے۔ آج حدیثوں میں آپ کا کلام موجود ہے اور حجم میں آپ کی حدیثیں کلام اللہ شریف سے کوئی دس گنا زیادہ موجود ہیں۔ اُن کے کسی ایک فقرے میں بھی وہ شوکت، وہ سطوت (رعب) وہ فصاحت، وہ بلاغت، وہ قادر الکلامی نہیں ہے جتنی کہ قرآن کریم کے ایک چھوٹے فقرے میں ہے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ صرف بسم اللہ الرحمان الرحیم کہ معنی مکمل طور پر لکھ کر ثابت کرتے۔ لیکن پھر بھی اختصار کے طور پر لکھتے ہیں کہ کس طرح قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے عیسویٰ تثلیث کو توحید کا جامہ پہنایا ہے۔ اللہ، اس کا ذاتی نام ہے۔ الرحمٰن اس کا پہلا وصفی نام ہے اور اس وصف کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ ، مخلوقات پر بلا خیال عوضانہ و شکرانہ اپنا سایہ رحمانیت و فضل ڈالتا ہے جسکو عیسویٰ اصطلاح میں ابنیت الٰہی کے نام نامی سے پکارا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے بھی (قالو اتخذ الرحمن ولدا) کہہ کر اس بات کا ثبوت دیا ہے، کہ عیسائی صاحبان عیسیٰ کو رحمان کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور انجیل میں بھی ہے۔ ''خداوند نے دنیا سے ایسا پیار کیا کہ اُسے اپنا اکلوتا بیٹا بخشا'' اور الرحیم اس کا دوسری وصفی نام ہے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنی مخلوقات پر اس وقت رحم فرماتا ہے۔ جب کہ اس کو اُن کے اعمال کے بدلے ان پر خاص الخاص فضل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُس نے تمثیل کے طور پر حضرت مریمؑ کے بارے میں فرمایا بھی ہے۔

(وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ)

اور (دوسری) عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرماں برداروں میں سے تھیں۔

(سورۃ التّحریم آیت ۱۲)۔

کہ اس پر نفخ (پھونکنا) روح محض اس وجہ سے کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی پاکیز گی پسند آئی خدا تعالیٰ کے اس وصفی نام کو انجیل شریف میں روح القدس کے نام سے پکارا گیا۔ گویا جو مطلب باپ، بیٹے، روح القدس کا ہے۔ وہی اللہ الرحمٰن الرحیم کا ہے۔ لیکن موخرالذکر کر اصطلاحات صرف خاص الخاص لوگوں کو سمجھ میں آسکتی ہی ہیں اور ناپاک لوگوں کے خیال میں شرک مجسم کا جامہ پہن لیتی ہیں۔

آٹھویں فصل

مولانا مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اور بائبل

مولوی عبداللہ چکڑالوی صاحب کے نام نامی واسم گرامی سے پنجاب کے تمام مسلم آگاہ ہیں۔ اُنہوں نے ایک کتاب "رد النسخ المشہور فی کلام اللہ الغفور"، لکھی۔ جس میں آپ نے نہایت قابلیت کے ساتھ ناسخ و منسوخ کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ گو ہمیں آپ کی تمام باتوں سے اتفاق نہیں ہے۔ پر تو بھی جو کچھ بائبل کی بابت آپ نے رقم فرمایا ہے وہ تمام بیان آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ جسے پڑھ کر اس حق پسند مسلم عالم کو داد دیئے بغیر کوئی نہیں رہ سکتا ہے۔ ہم ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لیے آپ کا بائبل کی بابت پورا بیان نقل کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔

(تمت کلمت ربکُ صدقا وعدۃً لا مبدل لکتہ وَ اللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ)

تقلید علمائے اور مسئلہ نسخ:۔

زمانہ سلف کے مسلمانوں کی یہ عادت ہو گئی تھی کہ جو مسئلہ کسی مولوی صاحب کے قلم سے نکل گیا۔ بشرطیکہ وہ عالم اور مجتہد (جدوجہد کرنے والا) مسلم ہو چکے ہیں۔ تو دوسرے جس عالم کی نظر سے وہ مسئلہ گذرا اس نے اس سے پہلے کی نہ صرف تقلید کی بلکہ تائید، اعتراض اور تردید کا تو کیا ذکر، اس کا سبب زیادہ تر لوگوں میں عادت تحقیق کی کمی۔ اور علماء کا رعب و تسلّط اور فتویٰ کفر سے قتل کئے جانے کا خوف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ایسی باتوں یا مسائل کی بھی نقل در نقل کتب احادیث و تفسیر میں دیکھی جاتی ہے کہ جس کو ایک جنگلی آدمی بھی تسلیم نہ کر سکے۔ اسی قسم کے مسائل سے کلام الٰہی میں نسخ کا تسلیم کرنا بھی ہے، جس کی تردید و تکذیب مفصل و مشرّح طور پر ذیل میں صرف قرآن مجید ہی سے بیان کی جائے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن مجید سے پیشتر جس قدر کتابیں دنیا بھر کی ایمانی تربیت و مصلحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں۔ مثلاً تورات، زبور، انجیل اور صحف ابراہام وغیرہ غیرہ ان سے کو قرآن مجید کے اتارنے سے منسوخ و ترک کر دیا۔ کیا معنی کہ نزول قرآن مجید کے بعد ان پہلی کو ردی از عمل کر دیا۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر غضب کی بات اس کا یہ اعتقاد ہے کہ قرآن مجید سے بھی بہت اسے احکام منسوخ کیے گئے ہیں۔ جس کی وہ تین طرح پر تقسیم کرتے ہیں۔

https://noor-ul-huda.net/

اقسام نسخ۔

اوّل:۔ قرآن مجید کی آیات یعنی عبارت تو موجود ہے لیکن اس کا حکم منسوخ ہے۔ یعنی اُس پر عمل کرنا منع ہے۔

دوم:۔ عبارت تو منسوخ کی گئی یعنی قرآن مجید سے اٹھائی گئی۔ لیکن اس کا حکم جاری وساری ہے۔

سوم:۔ عبارت بھی منسوخ اور اُس کا حکم بھی منسوخ۔

یہ تین قسم کی نسخ جو قرآن میں بتائی گئی اس کی ایک ایک مثال بھی مشتے نمونہ از خروارے (ڈھیر میں سے مٹھی بھر) یہاں بیان کر دی جاتی ہے۔

اقسامِ ثلاثہ نسخ کی مثالیں:۔

مثال نسخ قسم اّول:۔(وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ)(سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۴) اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ آیت تو قرآن مجید میں موجود ہے۔ لیکن اس پر علم کرنا یعنی روزہ کے بعام مسکین دینا منسوخ ومترک از عمل ہو چکا ہے۔

مثال نسخ قسم دوم:۔ یہ مسئلہ رجم پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ پہلے رجم یعنی زانی غیر مجرّد کو سنگسار و قتل کرنے کا حکم قرآن مجید میں اُترا تھا۔ لیکن پھر وہ عبارت منسوخ کی گئی۔ یعنی قرآن سے اُٹھائی گئی اور اب قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ لیکن اُس کا حکم (رجم) برابر جاری و قائم ہے۔ یعنی شرعاً زانی مذکور کو سنگسار کرنا فرض ہے۔

مثال نسخ قسم سوئم:۔ میں کہا جاتا ہے کہ پہلے قرآن مجید میں حکم ہوا تھا کہ مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کریں۔ پھر ایک مدت کے بعد وہ اصل عبارت بھی منسوخ کی گئی اور اس کا حکم بھی منسوخ کیا گیا۔ یعنی عبارت بھی قرآن مجید سے اُٹھائی گئی اور اس پر عمل کرنا بھی منع کیا گیا اور اس کی بجائے قبلہ مسجد الحرام بیت مکہ مقرر کیا گیا۔

اہلِ القران کا اعتقاد و مدعا:۔

ان تین مثالوں کے علاوہ اور بھی قدرِ آیات، آیات واحکام منسوخ بتائے جاتے ہیں۔ ان سب کو جمع کر کے انشاءاللہ آگے یہ دِکھایا جائے گا کہ وہ ہر گز ہر گز منسوخ نہیں ہیں اور ایسا ہی یہ بھی بخوبی واضح کیا جائے گا کہ تورات وانجیل وغیرہ کتب سماویہ سے بھی کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا۔

تردید نسخ کے مختصر وجوہات:۔

مگر جن وجوہات سے نسخ مذکورہ سے انکار اور آیات واحکام منسوخہ پر فکر و غور کرنے کا اہل القرآن کو موقع ملا ہے۔اس کا یہاں بیان کر دنیا خالی از فائدہ نہیں ہے۔بلکہ امید کامل ہے کہ جو شخص ان وجوہات پر غور کرے گا اس کو ضرور ہی یہ مسئلہ نسخ۔ بالکل منسوخ و مردود کرنا پڑے گا۔

وجہ اول پہلے حکم کو منسوخ و متروک از عمل کر دینے کے باعث معاذ اللہ ،ماشااللہ، خداوند تعالیٰ نادان اور الایعلم الغیب بن جاتا ہے۔ کیونکہ جس وقت اس کو پہلا حکم جس باعث سے ردی کرنا پڑا اُس کی اُسے سابق مطلق خبر نہ تھی۔ ورنہ وہ ایسا حکم نازل ہی نہ کرتا۔ جس کو آخر منسوخ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس کے قائم رکھنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسے ناپاک خیال کا تمام آیات ابطال (باطل قرار دینا) کرتی ہیں۔اور بتاتی ہیں کہ وہ

(صفحہ ۱۶۴ اور ۱۶۵ غائب ہے)

ضرورت نسخ کی تردید:۔

ان چند وجوہات سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں نسخ مروجہ کا وارد ہونا بالکل محال اور سراسر ناممکن ہے۔نہ تو پہلی آسمانی کتابوں میں سے کوئی حکم اس کا ردی ہوا ہے اور نہ ہی قرآن مجید میں سے کوئی مسئلہ اس طرح منسوخ ہوا۔ پس یہ مہایت ہی غلط اور باطل وہم و خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ حسب مصلحت و مُتقضیٔ وقت (وقت کے تقاضہ کے مطابق) اپنے احکام کو یوں منسوخ ورد کر دیتا رہا ہے۔ جس کو بدلائل ثابت کرنا محال ہے۔ بھلا کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ فلاں مسئلہ کی پہلے یہ ضرورت تھی اور پھر وہ رفع ہو گئی اور ایسی رفع ہوئی کہ پھر قیامت تک اس کے در پیش آنے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ یا اس کا در پیش آنا ناممکن ہے۔ مثلاً حکم فدیہ روزہ کی ایسی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جو پیچھے ہمیشہ کے لیے رفع ہو گئی ہو۔ سو ایسا ہی دیگر آیات واحکام کا بھی حال ہے۔ جنہیں منسوخ و مردود سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ حاکم بھی وہی، خالق بھی وہی اور مخلوق بھی وہی اور دن رات بھی وہی جو پہلے تھے۔ پھر حسب مصلحت کے کیا معنی؟ اور مناسب وقت کو کیا دخل؟ اگر بالفرض ایسا مان بھی لیا جائے کہ ایسا زمانہ آجاتا ہے جب کہ خدا تعالیٰ کا پہلا حکم ضروری ردی کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے یا یہ ممکن ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر احکام اب قائم و ثابت رکھے گئے ہیں کوئی ایسا وقت بھی آجائے کہ یہ منسوخ ہونے کے قابل ہو جائیں۔اس سے تو نہ سلسلہ نزول کتاب ربانی ختم ہوتا ہے اور نہ ہی اسی کا آنا پس ہو سکتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں صاف و صریح طور پر یہ امر وارد و صادر ہے کہ:۔

(مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ)(سورۃ الاحزاب آیت ۴۰) اب مسئلہ نسخ مروجہ کے مضمون کو بیان کرنے کے لیے دو حصوں پر تقسیم کیا جاتا۔

https://noor-ul-huda.net/

حصہ اوّل:۔ میں جملہ کتب سماویہ سابقہ کے غیر منسوخ وغیر مردود ہونے کے دلائل ہیں

حصہ دوم:۔ میں خاص قرآن مجید کے تمام احکام کا غیر منسوخ وغیر مردود ہونا ثابت ہے

حصہ اوّل:۔ جملہ کتب سماویہ سابقہ کا فروعاً واصولاً غیر منسوخ وغیر مردود ہونا

(وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ٭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)(سورۃ البقرۃ آیت ۴۔۵)

اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ قرآن مجید سے پہلی جملہ کتب سماویہ تورات، زبور، انجیل ودیگر صحفِ انبیاء سلام علیہم میں سے کوئی ایک مسئلہ بھی فروعی یا اصولی منسوخ ومردود نہیں ہوا۔ مختلف دلائل خاص قرآن مجید ہی سے پیش کئے جاتے ہیں۔

سابقہ کتب سماویہ پر ایمان۔ دلیل اول:۔ ان کتابوں کو قرآن مجید واجب الایمان بتاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے متقین مومنین قرآنی کی نسبت کہ

(وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ)

(ترجمہ) عموماً جو ایمان رکھیں اور قرآن مجید کے جو اتارا گیا ہے تیری طرف اور اوپر ہر ایک کتاب کے جو اُتاری جا چکی ہے آگے تجھ سے خصوصاً اور دن قیامت کے۔ وہ ضرور ہی یقین رکھیں۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۴)

اس آیت میں جیسے قرآن مجید ایمان رکھنے کا ارشاد ہوا ہے۔ ویسے ہی اس سے تمام پہلی کتب منزلہ من اللہ پر ایمان رکھنے کا حکم ہے۔ ایمان کے معنی میں صدق دل سے ماننا۔ اور اس مانی ہوئی بات پر پورا پورا عمل کرنا نہ کہ صرف زبان سے ماننا اور اس پر عملاً کاربند نہ ہونا۔ اس کا ثبوت بھی ابھی بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس جیسے کہ قرآن مجید واجب العمل ہے ویسی ہی تمام پہلی کتابیں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں سب کی سب برابر واجب العمل ہیں۔ پھر جو کتابیں کہ بالکل واجب العمل اور واجب الایمان ہوں ان کے منسوخ ومردود ہونے کا وہم وگمان کیوں نہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہو۔ اگر بالفرض وہ کتابیں قرآن مجید کے اترنے کے وقت منسوخ ومردود ہو چکی تھیں تو اللہ تعالیٰ متقین قرآنی کی صفت یوں فرماتا کہ (يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اَلَيْكَ وَيَكْفُرُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ)

https://noor-ul-huda.net/

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید و صحفِ اولیٰ ایمان و عمل کے رو سے یکساں ہیں۔ تو کیوں اہلِ قرآن لوگ ان سابقہ کتابوں کو نہیں پڑھتے۔ نہ قرآن مجید کی طرح ان کی تدریس کرتے ہیں اور نہ ان سے احکام سناتے ہیں۔ اس کا جواب باصواب (نیکی) یہ ہے۔ جیسا کہ دلیل سوم کی آیات سے واضح و روشن ہے کہ جو مسائل ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں وہ سب کے سب قرآن مجید میں جمع کر دیئے ہیں اور اس لئے جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے اور خالص اسی پر عمل کرتا ہے۔ وہ بلاریب ان سب کتابوں پر بھی برابر ایمان رکھتا اور عمل کرتا ہے۔ چناچہ پڑھو:۔

(۱) وَ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ (سورۃ الشعراء آیت ۱۹۶)

(۲) اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی (سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۸-۱۹)

ان آیات کا صحیح صحیح ترجمہ، ترجمہ القرآن آیات الفرقان میں اچھی طرح دیکھو۔ علاوہ ازیں اور سنو قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کیا ارشاد فرماتا ہے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَ مَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

ترجمہ:۔(اے خاص قرآنی مومنو) تم کہا کرو کہ ہم تو ایمان رکھتے ہیں اوپر اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید پر جو اُتارا گیا ہے ہماری طرف اور ہر ایک کتاب پر جو اُتاری گئی ہے طرف ابراہام اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب پر اور ہر ایک کتاب پر جو دی گئی موسیٰ اور عیسیٰ کو اور اس پر بھی جو دیئے گئے تمام انبیاء سلام علیہم اپنے رب کی طرف سے تمہیں فرق سمجھتے ہم درمیان کسی کے کچھ بھی ان میں سے اس لیے کہ ہم ہمیشہ صرف اسی کی ہی فرمانبرداری کرنے والے ہیں"۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۶)۔

اس آیت بابرکت میں صریح حکم ہے کہ تم قرآن مجید پر ایمان رکھو اور اسی طرح اس سے پہلی تمام آسمانی کتابوں پر بھی جو جملہ رسل انبیاء سا بقین پر نازل کی گئی ہیں یکساں ایمان رکھو اور ساتھ ہی یہ بھی تعلیم ہے کہ تم کسی نبی رسول میں فرق نہ سمجھو یعنی اس کی نبوت و رسالت کتابِ الہیٰ پر ایمان و عمل درآمد سمجھنے میں فرق نہ جانو۔ کیونکہ یہ سب میرے ہی نبی رسول تھے اور میں نے ہی ان کی طرف اپنے پیغام بھیجے تھے۔ پس تم کو ہر طرح میرا تابعدار و فرمانبردار رہنا چاہیے۔ یعنی میری سب کتابوں کو یکساں تسلیم کرنا چاہیے۔

https://noor-ul-huda.net/

ایسی ہی اور بھی کئی ایک آیات بنیات قرآن مجید میں کثرت سے موجود مذکور ہیں۔ جن سے یہ صاف صاف واضح وروشن ہوتا ہے کہ جیسے قرآن مجید پر ایمان واسلام رکھنا فرض ہے ویسے ہی ان تمام سابقہ آسمانی کتابوں پر بھی جو کہ اس سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے سب پیغمبروں پر نازل فرمائی تھیں۔ ایمان واسلام رکھنا مفروض (فرضی) ومکتوب من اللہ ہے۔

ایمان بلا عمل:۔

مگر یاد رہے کہ ایمان واسلام کے معنی یہ نہیں کہ صرف زبان ہی سے کسی بات کو مان لینا اور اس پر عمل نہ کرنا۔ کیونکہ ایسا ایمان واسلام تو سراسر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور غضب ہی کا باعث ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ قرآنی ہے کہ:۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ)

(سورۃ الصَّف آیت ۲۔۳)۔

ترجمہ:۔اے خالص قرآنی مومنو۔ کیوں کہتے ہو تم ایسی بات کہ جس پر تم عملدرآمد نہیں کرتے بہت ہی بڑھ کر سخت غضب وقہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جرم پر کہ کہو ایسی بات کہ جس پر تم عملدرآمد نہ کرو۔

پس باعث نجات وہ ایمان واسلام ہے جس کے مطابق عمل بھی کیا جائے ورنہ وہ ایمان واسلام تو موجب قہر وغضب الٰہی ہی ہو جاتا ہے جس کے مطابق عمل درآمد نہ کیا جائے۔ لہذا قرآن مجید کتب سماویہ سابقہ پر ایمان واسلام رکھنے سے منشا یہ ہے کہ ان کے مطابق پورا پورا عمل بھی کیا جائے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کتابوں پر ایمان واسلام رکھنے سے مراد صرف ان کو منجانب اللہ مان لینا ہی ہے اور بس وہ صریح غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن مجید پر صرف ایمان رکھنے کا ہی حکم ہے اور عمل کرنے کا نہیں۔ اس لئے کہ جیسا کتب سابقہ پر ایمان واسلام کا حکم ہے ویسا ہی قرآن مجید پر بھی ایمان واسلام کا ارشاد ہے دونوں کے ایمان واسلام میں کوئی فرق نہیں۔ (**کلّا وحاشا ھٰذبھتانَ عظیم اور سبحٰن ربک رب العزۃ عمایصفون**) (پ۲۳۔ع۹)

اور جس قدر یہ آیات لکھی جا چکی ہیں۔ ان سب میں پہلی تمام آسمانی کتابوں پر ایمان واسلام رکھنے اور عملدرآمد رکھنے کا حک ارشاد ہو۔ اور کسی آیت میں بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ تم ان کتابوں کے صرف اصولوں ہی کو مانو اور فروعوں کو نہ مانو۔ کیونکہ قرآن مجید ان کتابوں سے جس طرح کہ اصولاً متفق ہیں اسی طرح فروعاً بھی متحد ہے۔ پس نہ تو ان کے فروعات ہی میں سے کوئی ایک مسئلہ مباح (جائز، حلال) تک بھی منسوخ ومردود ہوا ہے اور نہ ہی اُن کے اصول میں سے گو اصولوں کا غیر منسوخ وغیر مردود ہونا تو تمام لوگ مانتے ہی ہیں۔ لیکن فروعات کے منسوخ ومردود ہونے کے لیے علیحدہ کوئی دلیل اُن کے پاس نہیں ہے۔ صرف زبانی جمع خرچ ہی ہے جو کہ بالکل غلط اور سراسر باطل۔

قرآن مجید سابقہ کتب سماویہ کا مصدق ہے۔

دلیل دوم۔ قرآن مجید بڑے زور سے متعدد مقامات پر اپنے سے پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور تصدیق بالکل ضد و نقیض ہے۔ تنسیخ و تردید و تکذیب کی۔ پس قرآن مجید ان جملہ سابقہ آسمانی کتابوں کے ہر مسئلہ کا عموماً و خصوصاً مصدق ہے تو ناسخ و تکذب ہر گز نہیں جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔(وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ)

ترجمہ:۔اور ایمان رکھو اوپر اس قرآن مجید کے جو اتار میں نے بالکل تصدیق کرنے والا ہر ایک منزل من اللہ مباح تک کا بھی جو تمہارے پاس پہلے منزلہ من اللہ موجود ہے۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۴۱)۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔کہ (نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ)

ترجمہ: اے صاحبِ قرآن اللہ تعالیٰ ہی نے اُتاری اوپر تیرے عالیشان کتاب اپنی قرآن مجید جو بالکل حق ہی حق ہے۔اور یہ قرآن مجید بالکل مطابق و موافق ہے ہر ایک مسئلہ مباح تک بھی جا چکا کہ اس سے آگے اتارا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے۔

(سورۃ آل عمران آیت ۳)۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں آیات ذیل مذکورہ موجودہ ہیں۔

۱۔(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ)(سورۃ النساء آیت ۴۷)۔

۲۔(وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ)(سورۃ المائدۃ آیت ۴۸)۔

۳۔(وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ)(سورۃ الانعام آیت ۹۲)۔

۴۔(اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ)(سورۃ فاطر آیت ۳۱)۔

ان سب آیات کا صحیح ترجمہ بھی ترجمۃ القرآن یا آیات الفرقان میں اپنے اپنے موقع پر اچھی طرح سے دیکھو)

ان تمام آیات میں اور ایسا ہی اکثر و دیگر آیات میں (مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ)اور (مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ) آتا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ قرآن مجید کے پہلے جو احکام خواہ فرضی تھے یا نفلی یا مباح اور خواہ اصولی تھے یا فروعی۔ جس قدر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں ان سب کی

قرآن مجید تصدیق ہی کرتا ہے۔ تنسیخ و تردید ہر گز نہیں کرتا یایوں سمجھو کہ کتب سابقہ منزلہ من اللہ احکام میں سے کسی ایک فروعی حکم مباح تک کا بھی قرآن مجید ناسخ و مکذب نہیں ہے۔ الغرض قرآن مجید جملہ کتب ساویہ کا سابقہ کا مصدق ہے نہ کہ ناسخ و مکذّب۔ دیگر ان آیات میں تصدیق کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہو سکتا کہ قرآن مجید آسمانی کتابوں کے طرف منجانب اللہ ہونے ہی کی تصدیق کرتا ہے۔ یعنی محض یہ شہادت دیتا ہے کہ وہ کتابیں بھی اللہ تعالی ہی کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ لیکن اب وہ ایمان عمل کے لیے منسوخ ہو گئی ہیں۔ اگرچہ اس غلط وہم و خیال کی بھی دلیل اول کی آیات سے کافی تردید ہو چکی ہے۔ تاہم تصدیق کا اصلی مطلب اس موقع پر ذرا بھی تفصیل و تشریح کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

تصدیق قرآن کا مطلب:۔

قرآن مجید جو جابجا اپنے سے پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسائل و بیان اصول و فروع ان کتابوں میں رب العالمین نے نازل فرمائے تھے خاص وہی اور بعینہ قرآن کریم میں بھی نازل فرماتے ہیں۔ ان میں اور ان میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں کیا۔ ہاں زبانوں کا فرق ضرور ہے۔ یعنی قرآن کریم عربی مبئین زبان میں نازل فرمایا گیا ہے اور پہلی آسمانی کتابیں دوسری مختلف زبانوں میں۔ پس اس طرح قرآن مجید پہلی تمام آسمانی کتابوں کا ہم بیان ہونے سے مصدق ہے۔ جب تک وہ بلحاظ مضمون اور مسائل کے ان کتابوں سے متفق و متحد نہ ہو تب تک اس پر یہ صادق نہیں آتا کہ (مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ) کہ وہ اپنے سے پہلے نازل شدہ مسائل کو سچا کرنے والا ہے جیسا کہ جب تک قرآن مجید میں ہر ایک مسئلہ فروعی و اصولی یا فرضی۔ نفلی و مباح تک بھی مفصل طور پر مذکور و موجود نہ ہو تب تک اس کی شان میں یہ صادق نہیں آسکتا کہ (تبیانا لکلِ شی) وہ ہر ایک مسئلہ اسلام کو واضح طور پر بیان کرنے والا ہے۔ لیکن جب کہ لیکن وہ فی الحقیقت ہی تمام مسائل دین اسلام میں کافی اور بس ہے تو پھر بلاریب (بغیر شک کے) اس کی صفت میں (تبیانا لکلِ شی) ہر طرح موزوں ہے۔ اسی طرح جب اس کے جملہ مسائل تمام پہلی آسمانی کتابوں کے کل مسائل کو سچا کرتے ہیں یعنی یہاں قرآن مجید میں مثلاً حکم ہے، کہ تم زنا نہ کرو، چوری نہ کرو، اپنے پڑوسی سے احسان کرو، والدین کی عزت کرو وغیرہ وغیرہ۔ تو بھی مسائل جو پہلی آسمانی کتابوں میں بھی نازل ہوئے ہیں۔ اس سب کی وہ قرآنی مسائل تصدیق کرتے ہیں پس خاص اسی واسطے قرآن مجید کی صفت میں یہ وارد ہوا ہے کہ (مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ)

الغرض جب تک قرآن مجید اور پہلی تمام آسمانی کتابوں کے سب مسائل مباح تک بھی عموماً و خصوصاً آپس میں واحد نہ ہوں۔ تب تک قرآن مجید ان کتابوں کا مصدق یعنی سچا کرنے والا ہر گز نہیں بن سکتا اور جب وہ مصدق ہے تو ناسخ و مکذب ہر گز نہیں ہے جس کا اس سے بھی زیادہ ثبوت دلیل سوم کی آیات سے مل سکتا ہے۔

قرآن مجید سابقہ کتب آسمانی میں :۔

دلیل سوم۔قرآن مجید میں جابجابکثرت آیات میں یہ جتایا گیا کہ اسی قرآن مجید سے احکام تمام سابقہ کتب منزلہ من اللہ میں نازل ہوتے رہے ہیں یعنی خاص یہی مسائل ان کتابوں میں بھی اتارے گئے ہیں جو کہ قرآن مجید میں مذکورہ موجود ہیں۔پس جب کہ یہ صورت و حالت ہے تو پھر قرآن کریم کاان کتابوں کو منسوخ و مردود کرنا یہ معنی رکھتاہے کہ وہ اپنے آپ کو منسوخ و مردود۔۔۔کرتاہے۔ماشااللہ پس قرآن مجیدان سابقہ آسمانی کتابوں کاہر گزہر گزناسخ و مکذب نہیں ہے بلکہ ان کے تمام مسائل کو رائج کرنے والااوران پر نگہبانی کرنے والا ہی ہے۔چنانچہ فرمایااللہ تبارک و تعالی نے (وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ)

ترجمہ:اور تحقیق یہ قرآن مجید سراسر اُتراہوارب العالمین ہی کی طرف سے ہے۔سابقہ آسمانی کتب کی طرح۔اُتاراہےاس کو بھی جبرائیل نے جو ہمارے دربار میں بھاری امانتی ہے تجھ پر تاکہ ہو تو بھی عذاب الہٰی کے ڈرانے والوں میں سے۔تیری قوم کی زبان میں اُتراہے۔جو نہایت ہی بڑھ کر فصیح وبلیغ اور طرح مفصل مشرح ہے اور تحقیق یہ قرآن مجید پوراپورا ہی تمام آسمانی کتابوں میں مذکورہ موجود ہے۔جو سابقہ رُسل انبیاءپر اتاری گئیں۔

(سورۃالشعراءآیت ۱۹۲تا۱۹۵)۔

اِس جگہ اس آیت کے الفاظ(وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ)سے استدلال کرناضروری ہے۔فی کا متعلق کائن (موجود،ہونے والا)مانا جائے یاموجود یا انزل سب سے یہی مطلب نکلتا ہے۔کہ قرآن مجید ہی تمام پہلی آسمانی کتابوں میں اُتراہے یعنی اسی کے مسائل ان تمام کتابوں میں مختلف زبانوں سے نازل فرمائے گئے ہیں۔اگر کہا جائے کہ قرآن مجید کے تمام مسائل ان کتابوں میں نازل نہیں فرمائے گئے بلکہ اس میں بعض ایسے مسائل بھی بیان ہوئے ہیں۔جوان کتابوں میں نہیں اُترے تواوّل تو یہ خیال بے دلیل ہے۔دوم۔اگرایساامان بھی لیاجائے تواس سے بھی ہر گزقرآن مجید کاناسخ ومکذب ہونالازم نہیں آتا۔ہاں ان کتابوں سے زائد ہوناثابت ہوتاہے مگر زائد ہونااور بات ہے اور ناسخ ومکذب ہونااور پھراگراس کے برعکس یوں کہاجائے کہ ان کتابوں میں زیادہ مسائل تھے۔اور قرآن مجید میں کم تواس کے تسلیم کرنے سے قرآن مجید ناقص کتاب بن جاتاہے۔حالانکہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہے کہ وہ ایک مکمل و مفصل کتاب ہے۔معنذااس سے قرآن مجید کا ناقص ہونالازم آتاہے نہ کہ ناسخ ومکذب ہونا۔

پس اصل بات یہ ہے جو آیت مذکورہ سے صاف سمجھی جاتی ہے قرآن مجید کے تمام مسائل کل پہلی آسمانی کتابوں میں انبیائے سابقین پر اترے ہیں اور ان تمام کتابوں کے کل مسائل قرآن مجید میں جمع کئے گئے ہیں۔جیسا کہ (مھیمنا علیہ) سے صاف ثابت ہے یعنی قرآن مجید ان سب کتابوں پر

محافظ و نگہبان ہے سو جملہ مسائل فروعی و اصول کے لحاظ سے قرآن مجید پہلی تمام آسمانی کتابوں سے بالکل متفق ہی ہے۔ لٰہذا یہ ہر گز ہر گز ان کا ناسخ و مکذب نہیں ہے۔

یہ بات بالکل من گھڑت اور غلط ہے کہ قرآن مجید اصول میں تو پہلی آسمانی کتابوں سے متفق ہے۔ لیکن فروع میں مختلف ہے۔ یہ دعویٰ ایسا ہی بے دلیل ہے جیسا کہ فرضاً اگر کوئی یہ کہہ دے کہ قرآن مجید فروغ میں تو پہلی کتابوں سے اتفاق رکھتا ہے لیکن اصول میں مختلف ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو کچھ اصول ہی میں اختلاف ہے اور نہ ہی فروع میں۔ جو جو مسائل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں۔ وہی خواہ فروع ہیں یا اصول۔ اس نے اپنی پہلی کتابوں میں بھی نازل فرمائے تھے۔ سو جب کہ خاص اللہ تعالیٰ نے فروعات کو مستثنٰی نہیں فرمایا بلکہ (وَ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ) سے اصول و فروع سب کو ہی شامل کر لیا ہے۔ تو پھر یہ کسی شخص کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ الفاظ (الا الفروع) ملا کر اس میں ترمیم کر سکے۔

الغرض حاصل کلام یہ ہے کہ جب قرآن کریم ان کتابوں کا ناسخ و مکذب ہر گز نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ مصدق اور موید ضرور ہو سکتا ہے اور ہے جیسا کہ دلیل دوم کی آیات سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ تائید و تصدیق تنسیخ اور تردید و مکذب کی ضد ہوا کرتی ہے۔

اب پھر اچھی طرح سے ملاحظہ کیجیئے آیات ذیل:

(الف)۔(وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ)(پ ۳۰۔ع ۵)

خلاصہ مطلب ان آیات بینات (روشن دلائل) کا یہ ہے کہ جملہ رسل انبیاء پر جو کتاب اللہ نازل ہوتی رہی ہے۔ وہ ہر ایک محض قرآن مجید ہی سے منزل من اللہ ہوئی۔ بوجہ من الوجوہ کسی حکم مباح (پاک) تک میں بھی۔ علاوہ قرآن مجید کے ہر گز ہر گز کسی میں کوئی بھی حکم منزل من اللہ نہیں ہوا۔

(پ)۔(اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى)

ترجمہ۔ کیوں انکار کرتے ہیں مخالف لوگ قرآنی احکام سے حالانکہ ضرور ہی پہنچ چکا ہے۔ ل ان کے پاس یہ بالکل روشن بیان قرآن مجید جو کہ جملہ سابقہ کتب منزلہ من اللہ میں یہی مذکور و موجود ہے۔

(سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۳)۔

(ج)۔(اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى)

https://noor-ul-huda.net/

ترجمہ: تحقیق یہی قرآن مجید، بلاریب تمام آسمانی کتابوں میں مذکورہ موجود ہے جو کہ اس سے پہلے منزل اللہ ہوتی رہی ہیں۔ خصوصاً ابراہام رسول اللہ اور موسیٰ رسول اللہ سلام علیہما والی کتابوں میں۔

(سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۸۔۱۹)۔

آیات مذکورہ بالا کی طرح آیت مندرجہ ذیل بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب کے بعد دوسری کتاب نازل کرنے سے پہلے پہلی کتاب کو منسوخ و مردود ہر گز نہیں فرمایا۔ بلکہ وہ اپنی ایک ہی پاک کتاب سے مختلف اوقات اور علیحدہ علیحدہ زبانوں میں اپنے وہی احکام نازل کرتا رہا ہے۔ اور اسی واسطے ہر پچھلی آسمانی کتابوں کا مصدق و موید (تائید کرنے والا) ہی ہے نہ کہ ناسخ و مکذب۔ بہر حال وہ آیت یہ ہے۔

(د)۔(وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ)

ترجمہ: اور یہ بھی سنو کہ تحقیق نازل کرتا رہا ہے اللہ تعالیٰ یہ بھاری حکم تمام نبیوں پر کہ البتہ ضرور ہی دوں گا میں تم کو احکام وغیرہ اپنی کتاب میں سے ایمانی حکمت میں سے۔ پھر آئے گا تمہارے پاس اور پیغام ہمارا جو کہ بالکل تصدیق کرنے والا ہو گا ہر ایک مسئلہ منزلہ من اللہ مباح تک کا بھی جو کہ تمہارے پاس موجود ہو تو ضرور ہی ایمان لے آنا اس پر بھی اور ضرور ہی امداد کرنا اس کی اشاعت واجرہیں۔

(سورۃ آل عمران آیت ۸۱)۔

یہاں تک جس قدر آیات اس قسم کی لکھی جا چکی ہیں ان سب سے یہ بات بالکل واضح و روشن طور ثابت ہے کہ قرآن مجید کل پہلی آسمانی کتابوں کا یا ان کے تمام مسائل کا ہر گز ہر گز ناسخ و مکذب نہیں ہے بلکہ ہر طرح پورا پورا مصدق و موید ہی ہے اور ان کتابوں میں بھی خاص یہی نازل ہوا ہے۔ نیز قرآن مجید تمام سابقہ آسمانی کتابوں کو واجب الایمان اور واجب العمل بھی بتاتا ہے۔ پس یہ ساری باتیں مروجہ نسخ کے وہم و خیال کی سراسر مخالف اور بالکل مغائر (مخالف) ہیں۔

چند آیات کے متعلق سوال و جواب:۔

اب اس جگہ ان آیات کو بھی لکھ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جن سے اس کا باطل وہم گمان کیا گیا کہ پہلی تمام آسمانی کتابیں مسائل کے لحاظ سے آپس میں یا قرآن مجید کے خلاف ہیں۔

سوال:۔(۱)۔ عیسیٰ علیہ سلام کی پیدائش کے حالات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ (وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ)

ترجمہ: اور وہ یہ بھی کہے گا کہ میں بالکل تصدیق کرنے والا ہوں ہر ایک مسئلہ مباح تک کا بھی جو مجھ سے پہلے منزل من اللہ ہوئے ہیں۔ جملہ کتب منزلہ من اللہ میں خصوصاً تورات کتاب اللہ کے ہو ایک مسئلہ کو اور میں ضروری ہی حلال بیان کروں واسطے تمہارے بعض چیزیں جو کہ بند کی گئی تھیں تم پر تمہاری بغاوت کی سزا میں۔

(سورۃ آل عمران آیت ۵۰)۔

اس آیت سے مروجہ نسخ ماننے والے لوگ وہم وگمان کرتے ہیں کہ بعض چیزیں تورات میں حرام تھیں اور انجیل میں وہ حلال کی گئیں۔ پس اس طرح تو کلام الٰہی میں نسخ مروجہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ اگر دماغ میں کچھ بھی عقل باقی ہو تو اس آیت سے تو صاف طور پر اس بے بنیاد خیال کا ابطال ہو جاتا ہے نہ کہ اثبات (وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ) (سورۃ آل عمران آیت ۵۰) سے صاف ظاہر ہے کہ تورات میں جو مسائل اللہ تعالیٰ نے نازل فرماتے تھے۔ عیسیٰؑ ان سب کو تصدیق کرتے تھے نہ کہ تردید و تکذیب۔ پس اس بات سے یہ باآسانی سمجھ میں آجاتا ہے کہ جس چیز کو عیسیٰ سلام علیہ حلال بتاتے تھے وہ ان لوگوں پر در حقیقت تربیت و مصلحت فطرت اللہ کے لیے حرام نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ وہ کسی جرم کے عوض ان پر سزا کے طور سے بند فرمائی گئی تھی۔ جو چیزیں کہ تربیت و مصلحت فطرت اللہ کے لئے حلال ہیں وہ ہمیشہ سے حلال ہی رہی ہیں اور ہمیشہ تک بجز حالت اضطراری (بے قراری) کے حلال ہی رہیں گی۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی چیز کسی قوم پر ان کی بغاوت اور ظلم کے باعث بند کی جائے کہ تم پر فی الحال اس کا کھانا بند کیا گیا ہے اور پھر مناسب وقت پر اس سزا کی مہلت گذر جانے کے باعث وہ بندش دور کی جائے تو اس احکام الٰہی میں قطعاً تنسیخ و ترمیم اور تردید و تکذیب کا ہرگز کوئی وہم و گمان نہیں ہو سکتا۔ سو بعینہ یہی واقعہ حلت (حلال ہونا) و حرمت زیر بحث میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ آیت ذیل سے بھی مذکورہ بالا آیات کی تشریح و تفصیل ہوتی ہے۔ (وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ)

ترجمہ: اور یہودیوں پر بند کر دیا تھا ہم نے ہر ایک ناخن دار جانور ان کا اور گائے کی مثل صرف انگوریاں کھانے والے جانوروں سے اور بکری اور بکری کی مثل صرف انگوریاں کھانے والے جانوروں میں سے بھی۔ بند کی تھیں ہم نے ان پر ان کی تمام چربیاں۔ مگر وہ جو لگی ہوتی ان کی پیٹھوں پر انتڑیوں پر یا وہ جو کہ ملی ہوئی ہوتی ان کی ہڈی کے ساتھ۔ یہ چند روزہ سزا تھی۔ ہم نے ان کو ان کے ظلم واتم کے بدلہ میں۔ کیونکہ ہم سچا کر دکھاتے ہیں اپنے ہر ایک وعدہ عہد کو۔

(سورۃ الانعام آیت ۱۴۶)۔

اس آیت میں پہلی آیت کے الفاظ (حَرَّمَ عَلَيْكُم) کی تشریح وتفصیل کی گئی ہے یعنی یہ بتایا کہ کیا کیا حلال چیزیں ان یہودیوں پر ان کے جرم کی سزامیں بند کی گئی تھی یعنی (كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ)

(كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ) سے مراد چار پایوں میں سے کھر دار چار پائے ہیں۔ یعنی اونٹ، گھوڑا، گدھا، گائے، بکری اور بھیڑ وغیرہ اور پرندوں میں سے پنجوں والے جانور جو شکاری نہیں ہیں۔ یعنی مرغی، تیتر، بٹیر وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کہ یہاں وہ تمام جانور مراد ہیں جو کہ چار پایوں اور پرندوں میں سے شکار نہیں کرتے۔ کیونکہ شکاری جانوروں کی ذی مخلب کہا جاتا ہے۔ جو پرندوں میں باز، باشہ، شاہین اور شکرو وغیرہ ہوتے ہیں اور چوپایوں میں شیر، گیڈر، بھیڑ اور کتا وغیرہ وغیرہ ہیں۔

چونکہ ذی ظفر یعنی کھر دار جانوروں میں سے چند ایک جانور تو فی الحقیقت بالکل حرام ہی ہیں جیسے کہ سور، گدھا، خچر اور گھوڑا وغیرہ تو اس لیے یہاں یہ فرمادیا گیا کہ (وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ) یعنی بعض ذی ظفر تو اصلاً یہود اور غیر یہود سب پر حرام ہی ہیں۔ لیکن خاص یہودیوں پر ہم نے تمام ذی ظفر بند کر دیئے یعنی جو ذی ظفر حقیقتہً حلال ہیں وہ بھی ان کی بغاوت کی سزامیں بند کئے گئے مگر (وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ) سے یہ بھی ثابت ہے کہ چوپایوں میں سے گائے۔ بکری یہودیوں پر کلاً (مکمل طور پر) حرام نہیں فرمائی گئی تھی۔ بلکہ ان دونوں کی صرف چربی ہی ان پر بند کی گئی تھی۔ یعنی ذی ظفر میں سے ان دو جانوروں کی بجز ان کی چربی کے جو کہ پیٹھ اور آنتوں کی ہو حکم حرمت سے مستثنیٰ کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حرام جانور تو تمام لوگوں پر اور ہمیشہ حرام ہی ہیں، لیکن جو جانور حلال ہیں وہ بھی سب کے سب بجز گائے اور بکری کے یہودیوں پر کھانے بند کر دیئے گئے تھے اور ان دونوں جانوروں گائے اور بکری کی چربی بھی یہودیوں پر بند کی گئی تھی۔ مگر صرف پُشت اور آنتوں اور ہڈی کی ملی ہوئی چربی حلال تھی۔ الغرض ذی ظفر سے یہودیوں پر حلال کیا رہا تھا۔ صرف گائے یا بکری یا ان کی پیٹھ اور آنتوں اور ہڈی کی چربی باقی ان کی تمام چربی اور دیگر سب کے سب ذی ظفر جانوروں یہودیوں پر کھانے بند کر دیئے گئے تھے۔ اور یہ حکم کوئی تربیت فطرت اللہ کے نہیں تھا۔ بلکہ محض ان کی سزا کے طور پر تھا۔ جیسا کہ (ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ) سے صاف ظاہر ہے۔

علاوہ ازیں آیت مندرجہ ذیل میں بھی اللہ تعالیٰ اسی حرمت کا بیان فرماتا ہے اور ساتھ ہی ان یہودیوں کی شرارت اور بغاوت کا بھی ذکر کرتا ہے۔ جس کی سزامیں ان پر یہ حکم دیا گیا۔ قولہ تعالیٰ

(فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا)

ترجمہ: پس بہ سبب طرح طرح کے ظلموں کے جو یہودیوں سے ظاہر ہو رہے تھے بند کر دیں۔ ہم نے ان پر کچھ حلال موافق مزاج چیزیں جو کہ بالکل حلال تھیں ان کو اور لینے کے بہ سبب سے بھی۔ حالانکہ تحقیق منع کئے گئے تھے وہ اس ہر ایک بات سے اور بہ سبب ان کے کھانے مال اپنے لوگوں کے اپنے خانہ ساز طریقوں سے سو اس لیے مقرر کریں گے ہم تمام کافروں پر جو ان میں تھے۔ عذاب قیامت کا جو کہ بہت ہی درد دینے والا ہو گا۔

(سورۃ النساء آیت ۱۶۰۔۱۶۱)۔

اس آیت میں بھی ان یہودیوں کی بغاوت و شقاوت (بد نصیبی) کا ذکر ہے۔ جس کے عوض ان کو یہ سزا دی گئی۔ نسخ مروجہ کا کوئی بھی ذکر نہیں ہے۔ پس اس سے بھی یہی صاف ثابت ہے کہ جملہ سابقہ کتب آسمانی کو بھی کوئی حکم ہر گز کبھی منسوخ و مردود نہیں بلکہ ان کے بھی سب کے سب احکامِ اعلیٰ یوم القیامت بدستور جاری ساری ہی رہنے ہیں۔

نویں فصل

قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری اور بائبل

قاضی موصوف کے نام نامی اور اسم گرامی سے کوئی خواندہ مسلم بے خبر نہیں ہے۔آپ کتاب رحمتہ اللعلمین کے مصنف ہیں اور ریاستِ پٹیالہ میں سیشن جج کے عہدے پر سر فراز ہو چکے ہیں۔آپ (تہذیب الاخلاق شمارہ (۱) جلد ۱) میں تحریر کرتے ہیں۔

"درحقیقیت آپ کسی معتقد مذہب سے یہ توقع تو نہیں کر سکتے کہ وہ اسلام کو اپنے مذہب پر فوقیت دے لیکن یہ بھی ایک عجیب خصوصیت ہو گی کہ دنیا کا ہر ایک مشہور مذہب اپنے بعد کو دوسرا درجہ دینے پر آمادہ ہے"۔

مثلاًخیال فرمایئے۔

اول عیسائیت کو لیجیئے۔وہ اگرچہ اسلام سے اس لیے دور دور ہے کہ اسلام تثلیث، کفارہ، الوہیت مع ابنیت کے مسائل کو پسند نہیں کرتا۔

لیکن عیسائیت کو معلوم ہے کہ مسائلِ بالا کو اسلام کے سوادیگر ادیان نے بھی پسند نہیں کیا۔اب جو مسائل کہ اسلام کر عیسائیت سے دوسرا درجہ علانے میں کامیاب ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

- اسلام حضرت مسیح کو مقدس بزرگوار تسلیم کرتا ہے۔
- اسلام مسیح کی ولادت فوق ازعادت کو تسلیم کرتا ہے۔
- اسلام انجیل کو ہدایت دوز (ہدایت دینے والا) تسلیم کرتا ہے۔
- اسلام پادریوں کی نرم دلی۔انکسار مزاج اور علمی توغل (پُر مشق، دُھن) کا اقرار کرتا ہے۔
- اسلام عیسائیوں کے اوصاف باہمی اعانت، انصاف پروری اور رعایانوازی کو تسلیم کرتا ہے۔
- اسلام کو اقرار ہے کہ جملہِ اقوام کی نسبت عیسائی ان سے محبت اور مودّۃ (دوستی) کے بارہ میں قریب تر ہیں۔
- اسلام اس شخص کے ایمان کو مکمل نہیں ٹھہراتا جو مسیح کو خدا کا برگذیدہ اور ان کی ماں کو صدیقہ تسلیم نہ کرتا ہو۔

یہ سب مذہب کے وہ امور ہیں جو عیسائیت کو اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں نہیں ملتے اور اس لیے عیسائیت مجبور ہے کہ دنیا میں اپنے بعد اسلام کا درجہ تسلیم کرے۔

اب یہودیت کو لیجیئے۔

وہ اگرچہ اسلام کو اس لیے پسند نہیں کرتی کہ۔

- اسلام مسیح کو مقدس شمار کرتا ہے۔
- اسلام عیسائیوں کو اہلِ کتاب کے معزز خطاب سے مخاطب کرتا ہے۔
- اسلام خود اپنے پاس موسیٰ کی شریعت جیسی یا اس سے کامل تر شریعت رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ تاہم جو مسائل یہودیت کو مجبور کریں گے کہ اپنے بعد اسلام کا دوسرا درجہ تسلیم کرے۔ وہ یہ ہیں۔
- اسلام حضرت موسیٰ کے مسائل عشرہ کی تصدیق و توثیق کرتا ہے۔
- اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ توحید کی سبق کو جو حضرت موسیٰ نے دیا تھا تمام دینی کے لیے مکمل کرتا ہے۔
- اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے توراۃ کو نور و ہدایت کہا ہے اور پال (پولس رسول) یا اُس کے بعد آنے والے عیسائیوں کی طرح اُسے لعنت قرار نہیں دیا۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جسے حضرت موسیٰ کی نبوت و تبلیغ و معجزانہ حالات کا بیان توراۃ سے بھی بڑھ کر کیا ہے۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے جو یہودیوں کے ذبیحہ کو حلال اور ان کے ہاں نکاح کرنے کو جائز سمجھتا ہے۔

یہ وہ امور ہیں جنکی توقع یہودیت دنیا کے دیگر مذاہب سے نہیں کر سکتی اور اس لیے وہ اسلام کا دوسرا درجہ ضرور تسلیم کریگی۔

(تہذیب الاخلاق بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۲۹ء ص ۲)

https://noor-ul-huda.net/

دسویں فصل

شیعہ صاحبان اور بائبل

آل رسول کی طرف سے قبلہ مجتہد علی الحائری کو شہادت میں پیش کرتے ہیں آپ کی شہادت کو جملہ شیعہ صاحبان کی شہادت کا مجموعہ تسلیم کرتے ہیں۔آپ نے اپنی (کتاب فلسفتہ الااسلام) میں حسبِ ذیل بیان لکھا ہے۔

"ایک قادر مطق کا یقین دین اسلام کے اہم کے ترین ابتدائے اصول اسلام سے ہے۔جو تمام دیوتاؤں اور بتوں سے بالا تر تمام عالم کا پروردگار ہے۔نہ کسی نے اُس کو جنا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔یہ وحدانیت خدا کی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو قرآن اور علم برداران قرآن خاص طور پر اہمیت دیتے ہیں۔پیغمبرِ اسلام نہ تو کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالی ہے اور نہ اُنہوں نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ۔قرآن نے بائبل کو منسوخ[6] نہیں کیا۔بلکہ کتب مقدسہ کی تصدیق کرتا ہے۔اسلام یسوعؔ کا منکر نہیں ہے۔نہ اُن کی تعلیمات سے انکار کرتا ہے۔ان کو نبی مانتا ہے اور حضرت عیسیٰ کے نام سے پکارتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ روزِ جزا پہلے مادی شکل میں زمین پر آئیں گے۔اسلام نے صرف اس کو بلکہ اس سے پیشتر جس قدر مذاہب دنیا میں موجود اور اللہ کی طرف سے نازل ہوئے تھے سب کو الہامی مانتا ہے اور قرآن اسکی تصدیق کرتا ہے۔

(فلسفتہ الاسلام صفحہ ۱۴، ۱۵)

[6] اسلام نے انجیل تورات زبور کو آسمانی کتابیں مانا ہے مگر ان کو منسوخ قرار دیا ہے

https://noor-ul-huda.net/

گیارھویں فصل

الہامی کتب پر چند خیالات

از قلم جناب لارڈ ہیڈلے الفاروق صاحب بالقابہ

جناب لارڈ ہیڈلے الفاروق صاحب بالقابہ کے نامِ نامی اوار اسم گرامی سے کونسا پنجابی اور ہندی مسلم بے خبر ہے۔آپ خواجہ کمال الدین صاحب کی یورپی مسلم خدمات کا اعلیٰ پھل ہیں۔آپ بائبل مقدس کی ہر گزرعایت نہ کر سکتے تھے۔آپ کواس بات کا بھی بخوبی علم ہونا چاہیے کہ یورپی عیسائی بائبل کی بابت کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔آپ کا بیان ''اشاعت اسلام'' نامی رسالہ کی جلد ۹ نمبر ۲ میں شائع ہو چکا ہے۔اس میں سے ذیل کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

> ''بہت سے عیسائی پرانے اور نئے عہد نامہ کے ہر ایک لفظ کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں۔لیکن ایک کثیر تعداد ایسی ہے جنہیں پرانے عہد نامے پر توشک ہے، لیکن نئے عہد نامے پر متی کی انجیل سے لے کر الہام کی کتاب تک وہ پورا ایمان ہے۔ایک اور طبقہ جس میں بہت سے مذہبی لوگ شامل ہیں۔وہ دونوں عہد ناموں کو اپنی رائے کے مطابق کرنا چاہیے ہیں اور انہیں حصص پر ایمان لاتے ہیں جو اس کے موافق ہیں۔بہت سے نیک دل انسان جنہیں اگر کہا جائے۔کہ اُنہیں بائبل کی سچائی پر شبہ ہے تو وہ ضرور رنج کریں گے۔حالانکہ اُنہی میں سے اکثر حضرت یونس اور مچھلی اور پانی پر چلنے کے معجزات کو نہیں مانتے۔بعض ایسے ہیں جو حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے اور کفارہ پر ایمان نہیں رکھتے۔اب یہ دریافت کر لینا کوئی مشکل امر نہیں عیسائی مذہب کے عقائد جو اناجیل کے ایک ہی ترجمہ کی مختلف تشریحات پر مبنی ہیں ایسے فرقوں کو پیدا کر دیا ہے جو بالکل متضاد عقاید رکھتے ہیں''۔

(اشاعت اسلام ماہ فروری ۱۹۲۳ء صفحہ ۷۴)

قرآن کریم جو اناجیل کی صداقت پر ایک دلیل ہے اور اُسے مکمل کرنے والا ہے۔ان تمام فرقوں کے لیے ایک سر بمہر خزانہ ہے۔

بارھویں فصل

سرسید احمد خاں مرحوم اور بائبل

سرسید احمد کا نام تمام عالم میں مشہور ہے اور مشہور رہے گا۔ آپ کی آنکھ سے بائبل مقدس اوجھل نہیں ہوسکتی تھی۔ آپ نے اپنی بے نظیر (کتاب تبین الکلام) میں بائبل کی بابت مسلمانوں کا عقیدہ صفائی سے بیان فرمایا ہے۔ چونکہ یہ کتاب فی الحال ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ لہذا جو کچھ آپ نے خطبات احمدیہ میں بائبل مقدس کی بابت لکھا ہے اس پر کفایت کرذیل کا بیان آپ کی اسی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

> "مسلمان کل عہدِ عتیق کو جس میں حضرت موسیٰ کی پانچویں کتابیں اور زبور وصحف انبیاء داخل ہیں توریت کہتے تھے۔ کیونکہ اُن سب کے سرے پر جو کتاب تھی اس کا نام توریت تھا اور عہدِ جدید کی کتابوں کو سوائے اعمال وحواریوں کے ناموں کی انجیل کہتے تھے۔ کیونکہ وہ سب کتابیں انجیل کے نام سے موسوم تھیں۔ قرآن وحدیث میں بھی انہی معنوں میں لفظ توریت و انجیل وارد ہوا ہے۔ پس قرآن مجید سے تو یہ پایا گیا کہ توریت وانجیل میں ہمارے پیغمبر ﷺ کا ذکر ہے۔ اور لقب بھی مذکور ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم ہوا کہ کس جگہ توریت وانجیل میں یہ ذکر ہے۔ اس سبب سے مسلمان عالموں نے توریت وانجیل میں اس کی تلاش شروع کی"۔

(الخطبات الاحمدیہ صفحہ ۳۰۴)

اور جب اُن کو قرآن مجید کی یہ آیت یاد آئی کہ "یہودی بدل ڈالتے ہیں (یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ) (سورہ مائدہ آیت ۴۱) لفظوں کو ان کی جگہ سے" تو ان کا وہ شبہ درجہ یقین کو پہنچ گیا اور انہوں نے توریت وانجیل میں زیادہ تر تفتیش کرنے کی اہمیت نہ کی اور یہ خیال کرکے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے توریت وانجیل میں تحریف کردی ہے اور خصوصاً وہ مقامات جہاں جہاں ہمارے پیغمبرِ خدا محمد ﷺ کی بشارتیں تھیں بدل دی ہیں، تلاش کرنی چھوڑ دی اور اپنی کم محنتی اور کاہلی اور ہمت چھوڑ دینے کے الزام سے بچنے کے لیے تحریف کے الزام کو بطور سپر (ڈھال) بنالیا۔

مگر یہ خیال انہی لوگوں کا تھا جو علم اور تحقیق کے اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچے تھے اور استقلال کے ساتھ تحقیقات بھی نہیں کی تھی بلکہ اوپری اوپری (سطحی) باتوں میں پھنس رہے تھے۔ برخلاف اس کے بڑے بڑے عالم اور فاضل اور دیندار لوگوں جن کا نام دنیا میں بھی مشہور تھا اور آخرت میں بھی مشہور ہوگا۔ نہایت استقلال اور تحمل سے اس کی تحقیقات میں مصروف تھے اور اس کی جڑ تک پہنچ گئے تھے۔ ان کا یہ قول تھا کہ قرآن مجید میں جو تحریف کا الزام یہودیوں وعیسائیوں پر خدا نے لگایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُنہوں نے جان بوجھ کر قصداً توریت وانجیل کے لفظوں کو بدل دیا

https://noor-ul-huda.net/

ہے۔بلکہ یہ مطلب کہ لفظوں کے معنی پھیر دیئے ہیں۔ چنانچہ (امام محمد اسمعیل بخاریؒ) نے بھی (**يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ**) کی تفسیر میں لکھاہے۔

"(**ای یادلونا علی غیر تاویلہ**) پس وہ لوگ تحریف لفظی کے قائل نہ تھے"۔

البتہ یہ بات تسلیم کے قابل تھی کہ قلمی نسخوں میں کاتبوں کی سہواًور غلطی سے بہت سی غلطیاں پڑ گئی تھیں۔اس لیے ان بزرگوں نے پہلی قسم کے عالموں کی مانند ہمت نہیں ہاردی اور تلاش وتفتیش سے باز نہیں رہے۔اور خدا تعالیٰ نے ان کی سعی کو مشکور کیااور نہایت کامیابی سے انہوں نے توریت اور انجیل میں اور یہودیوں کی روایتوں میں وہ مقام ڈھونڈ نکالے جہاں پیغمبرِ خدا محمد ﷺ کے مبعوث (نبی کا بھیجا جانا) ہونے کی بشارتیں موجودہ تھیں۔ چنانچہ وہ سب روایتیں ہم مسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں اور قرآن مجید کی تفسیروں میں اور کتب سیر وتواریخ میں مندرج چلی آتی ہیں۔

(الخطبات الاحمدیہ صفحہ ۳۰۰)

تیرھویں فصل

سید احمد حسین شوکت میرٹھی اور بائبل

آپ جناب نے افغان پشاور مطبوعہ یکم نومبر ۱۹۱۱ء میں "خدا کی کتابوں اور رسولوں کی اہانت" کے نام سے ایک مضمون لکھا تھا جسے نور افشاں مطبوعہ ۷ انومبر ۱۹۱۱ء نے ایک حد تک اقتباس کیا تھااور نور افشاں سے ہم آپ کے قیمتی خیالات کو نقل کرتے ہیں،آپ فرماتے ہیں۔

> یہودی انجیل مقدس اور مسیحؑ کے دشمن ہیں۔عیسائی توریت کو تومانتے ہیں۔مگر قرآن مجید کو نہیں مانتے حالانکہ کوئی دلیل ان کے پاس نہیں کہ توریت اور انجیل تو آسمانی کتابیں ہیں۔مگر قرآن معاذاللہ آسمانی کتاب نہیں۔جب کہ یہودی،عیسائی اور مسلمان سب اہلِ کتاب ہیں۔اہل کتاب کو اہلِ کتاب سے اُلجھنا خلاف انصاف اور خلافِ عقل ہے۔کتابیں خود ناطق ہیں کہ ہم خدا کا کلام اور وحی اور الہام ہیں۔خدا کا کلام انسانی کلام سے بالکل ممتاز ہے۔اس میں انسانی کلام کا خلط ملط ہونا محالات (مشکل) سے ہے۔سادہ لوح اور ناواقف مسلمان یہ تومانتے ہے کہ انجیل خدا کا کلام ہے۔مگر یہ تقلیدی عقیدہ بھی ان کے دلوں میں ہے ہ انجیل تحریف ہوگئی ہے۔اگرچہ ثابت نہیں کرسکتے کہ جس آیت میں اور کس زمانے میں تحریف ہوئی اور کس نے تحریف کی۔کیا دنیا میں بد بخت قوم ایسی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنی آسمانی کتاب کو بگاڑے اور کمخواب (ایک قسم کا ریشمی

کپڑا) میں ٹاٹ کا پیوند لگا لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنا چاہے ہاں بعض تو میں تحریف معنوی ضرور کرتی ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رسالہ پنجاب ریویو میں رفع انجیل پر عرصہ سے ایک پادری اور ایک مولوی صاحب میں بحث ہو رہی ہے۔ صراطِ مستقیم سے دونوں برکراں ہیں۔اگر رفع انجیل سے یہ مراد ہے کہ خدا نے انجیل کا مرتبہ بلند کر دیا تو درست ہے۔ کیونکہ خدا ہمیشہ اپنا بال بالا یا اونچا رکھتا ہے۔پڑھو(**الیه یصعد الکلم الطیب اور کلمة هی العلیا الایته**) اور ظاہر ہے کہ انجیل اور توریت کلمات اللہ ہیں۔اور اگر یہ مراد ہے کہ خدا نے انجیل و توریت کو اٹھا لیا ہے اور منسوخ کر دیا ہے تو خدا پر اختراع(نئی بات نکالنا) اور بہتان ہے اور نہ صرف قرآن مجید بلکہ کتابوں کی توہین ہے پڑھو(**لا مبدل الکماته الایته** اور پڑھو **مایبدل القول الذی دما انا بظلام للعبید الامیته**)یعنی نہیں بدلا جاتا قول میرے نزدیک اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔کیونکہ ابھی کچھ اور ابھی کچھ حکم بندوں کے لیے تکلیف مالایطاق کا باعث ہے اور بچوں کا گھروندا اور نسخ ہمیشہ غلطی کی وجہ ہوتا ہے۔دنیاوی سلطنتوں کے قوانین اس لیے منسوخ ہوتے رہتے ہیں کیونکہ تجربہ سے مضر ثابت ہوتے ہیں۔ مگر خدا غلطی نہیں کرتا نہ اسے تجربہ کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔

ہمارے علماء مرحوم(**مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا**)(سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۶) سے خود استدلال کرتے ہیں اور اہلحدیث کی محبت میں یہاں تک مملو(غلو) کیا ہے، کہ حدیث سے قرآن کا نسخ جائز کر دیا الامان۔ میں تو ایسے کفر یا عقیدے سے پناہ مانگتا ہوں۔حالانکہ مشکوٰۃ اس حدیث سے ان کا عقیدہ باطل کرتی ہے کہ (کلامولا نیسخ کلام اللہ)یعنی"میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا"۔ ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ جب حدیث نے قرآن کو منسوخ کر دیا تو رسول کا مرتبہ خدا سے بڑھ چڑھ کر ٹھہرا۔ خدا مجسٹریٹ ٹھہرا اور رسول جج بلکہ پریوی کونسل(انگلستان کے بادشاہ کی خاص مجلسِ مشاورت، جو قانون کی رو سے آخری اور قطعی مجلس ہے)کا جج جس کی اپیل ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ جب کہ اہل حدیث سے قرآن کو اور قرآن سے قرآن کو رد کرتے ہیں تو تورات اور انجیل کے رد کرنے میں ان کو کیا باک(خوف) ہے؟۔۔۔ خدا اور رسول تو کتب الہیٰ کو منسوخ نہیں کرتے مگر **نام کے مسلمان** اپنے شیطانی قیاس و وساوس(اندیشے) خناس(وسوسہ ڈالنے اور بہکانے والا، شریر) سے ان کو رد کرتے ہیں۔**لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔انتہی**۔

چودھویں فصل

احمدیت اور بائبل

اعلیٰ طبق کے مسلم علماء کے بائبل مقدس کی بابت فیصلے پیش کر کے آخر میں احمدیت کی روشنی میں بائبل کو رکھ کر دیکھتے ہیں کہ بائبل احمدیت کی نظر میں کیا چیز ہے ؟اسکی نگاہ میں بائبل کیا قدر و قیمت رکھتی ہے ؟

ان سوالات کا جواب دینا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔احمدی اصحاب قرآن عربی کی سند سے بائبل کا محرف و متغیر ہونا مانتے ہیں وہ اسے ایمان و عمل کے قانون میں اسی طرح داخل نہیں کرتے ہیں، جس طرح محقق علماءِ اسلام کرتے ہیں۔بظاہر اُن کے طرزِ عمل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں بائبل کی تِل برابر قدر و منزلت نہیں ہے۔پر دراصل معاملہ یہ نہیں ہے۔کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ۱۹۲۵ کے پیغام صلح میں جو حق پسند بائبل کی حمایت میں نکلے تھے۔جن کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے وہ غالباً احمدی ہی تھے۔جن کو جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے کچھ کہہ سُن کر خاموش کرالیا تھا اور جن کی آزادانہ تحریر کو پیغامِ صلح میں شائع کرنا بند کروایا گیا تھا اور ایسے اصحاب اور بھی پیغام صلح کے کالموں میں رونما ہوئے تھے۔جن کی تحریرات پیشتر اقتباس کی جا چکی ہیں۔جن سے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب تنہائی میں ہی نپٹے تھے۔پس ہم احمدی اصحاب میں بھی حق پسندوں کی ہستی موجود پاتے ہوئے یہ بات باور نہیں کر سکتے کہ جملہ احمدی صاحبان بائبل کے دشمن و مخالف ہی ہیں۔البتہ ہی بات مانی جاسکتی ہے کہ احمدیوں کو مسیحیوں کے مقابل بائبل کی اصلیت واعتبار کا صفا(پاکیزہ)انکار ہے جو تقیہ (خدا کا ڈر) کا ہم معنی ہے۔کیونکہ یہاں تک ہمیں علم ہے وہاں تک یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے احمدی ہی زیادہ بائبل کو پڑھتے ہیں۔اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔

اس کے سوا احمدیوں کے اعتراضات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی بائبل سے مخالفت و مکاذبت (جھوٹ)طِفلانہ اور جاہلانہ ہے۔جس سے یہی بات خیال میں آتی ہے کہ انہوں نے مسیحیوں کو تنگ کرنے کا یہ راہ تجویز کیا ہوا ہے۔ورنہ اگر احمدی بائبل کی صحت و صداقت کے بالکل منکر ہوں تو احمدیت کا کچھ باقی ہی نہیں رہتا ہے۔

ہم نے کہا کہ احمدیوں کا بائبل پر معترض ہونا ان کا طِفلانہ فعل ہے۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے اعتراضات کی بنیاد بائبل میں اختلاف پائے جانے کی بنیاد پر ہے۔یہ بات کسی واقف کار سے پوشیدہ نہیں کہ بائبل مقدس قریباً۔(۴۰) مصنفوں کی ٦٦ کتابوں کا مجموعہ ہے جو مختلف مقاموں اور زمانوں میں لکھی گئیں۔ان کتابوں میں اختلاف ایسا ہی لازمی ہے جیسا کہ موافقت لازمی ہے۔بائبل کے تراجم کا اختلاف بنامی(رہن یا بیع کی وہ معاملت جو دوسرے کے نام سے کی جائے اور اصل شخص کوئی اور ہو)اعتراض نہیں ہو سکتا۔کیونکہ اعتراض بائبل کے اصل متن سے علاقہ رکھتا ہے۔پس کسی کی سمجھ میں یہ اعتراض خود نہیں آسکتا کہ (۴۰) مصنفوں کی تحریرات میں اختلاف تو لازم ہے۔پھر یہ اختلاف اعتراض کی بنیاد کیسے بنایا جاتا ہے ؟

https://noor-ul-huda.net/

بائبل (۴۰) مصنفوں کی تصنیفات کا مجموعہ ہے۔ جن کے اختلاف کو اس کی اصلیت کا خیال کیا جاتا ہے۔ پر قرآن فردِ واحد کا کلام ہے۔ حدیث کی ہر ایک کتابِ واحد مصنف کی جمع کردہ ہے۔ تفاسیر کی کتابیں ایک ایک مصنف کی لکھی ہیں۔ چاروں اماموں کی کتابیں ایک ایک مصنف کی تصنیف مانی جاتی ہیں۔ اختلاف کی ان کتب دینی میں کوئی حد ہی نہیں ہے اگر اختلاف کا وجود کسی کتاب کی اصلیت واعتبار کی نفی ہی تسلیم کر لیا جائے تو ہم نہیں جانتے کہ ہمارے احمدی دوست ان کتبِ دینی کی بابت کیا فیصلہ فرمائیں گے؟

شاید احمدی اصحاب فرمائیں کہ ہمیں صرف مرزا صاحب کی تصنیفات سے سروکار ہے۔ ان میں اختلاف کو تل برابر دخل نہیں ہے۔ اچھا ہم احمدی دوستوں کی خاطر بائبل مقدس کی بابت ذیل میں مرزا صاحب کے اقوال نقل کر کے مرزا صاحب کی تصنیفات میں متخالف و متضاد بیانات دکھا دیتے ہیں۔ کیا اس پر آپ مرزا صاحب کی تصنیفات کا جعلی و متغیر ہونا تسلیم کر لیں گے؟ لیجیے آپ کے مرزا صاحب صرف بائبل کی بابت لکھتے ہیں۔ آپ ان کی تصنیفات کا فیصلہ فرمائیں۔

> نمبر ا۔ یہ انجیلیں مسیح کی انجیلیں نہیں ہیں اور نہ ان کی تصدیق شدہ ہیں بلکہ حواریوں نے یا کسی اور نے اپنے خیال و عقل کے موافق لکھا ہے۔ اسی وجہ سے ان میں باہمی اختلاف بھی ہے۔ نمبر ۲۔ کیونکہ سلاطین اور ملاکی آسمانی کتابیں ہیں۔ اگر ان مقامات میں ان کے ظاہری معنی معتبر ہیں تو ان معانی کے چھوڑنے سے وہ سب کتابیں نکمی اور بیکار ٹھہر جائیں گی۔

(ضرورۃ الامام صفحہ ۱۴ کی آخری سطریں)۔

میرے دوست مولوی محمد حسین صاحب اس مقام میں بھی غور کریں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ سلاطین اور ملاکی کے وہ مقامات محرف ومبدل ہوں تو جیسا کہ ابھی میں لکھ چکا ہوں یہ تو سراسر وہم و گمان باطل ہے۔ کیونکہ اگر وہ محرف ومبدل ہوتے تو مسیح بن مریم کا یہودیوں کے مقابل پر یہ عمدہ جواب تھا کہ جو کچھ تمہاری کتابوں میں ایلیاہ کا آسمان پر جانا اور پھر اترنے کا وعدہ لکھا ہے۔ یہ بات ہی غلط ہے اور یہ مقامات تحریف شدہ ہیں۔ بلکہ مسیح نے تو ایسا عذر نہ پیش کرنے سے ان مقامات کی صحت کی تصدیق کر دی۔ ماسوا اس کے وہ کتابیں جیسی یہودیوں کے پاس تھیں ویسے ہی حضرت مسیح اور ان کے حواری ان کتابوں کو پڑھتے تھے اور ان کے نگہبان ہو گئے تھے۔ اور یہودیوں کے لیے ہم کوئی ایسا موجب عندالعقل (عقل کے نزدیک) قرار نہیں دے سکتے ہیں۔ ان مقامات کے محرف کرنے کے لیے انہیں بے قرار کرتا۔ اب حاصل کلام یہ کہ مسیح کی پیشنگوئی کے بارے میں ایلیاہ کے قصے نے یہودیوں کی راہ میں ایسے پتھر ڈال دیئے کہ اب تک وہ اپنے اس راہ کو صاف نہیں کر سکے اور بے شمار روحیں ان کی کفر کی حالت میں اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۷۷، سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم صفحہ ۱۰۰۰)۔

نمبر۳۔ یہ بات باتفاق جمیع کتب الٰہی ثابت ہے کہ انبیاء واولیا مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں۔۔۔اسی طرح وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مجھے قبر میں میت رہتے نہیں دے گا اور زندہ کر کے اپنی طرف اُٹھالے گا اور زبور نمبر (۱۶) میں بھی حضرت داؤدؑ باوحی الٰہی یہ فرماتے ہیں کہ تو میری جان کو قبر میں رہنے نہیں دے گا۔ اور تو اپنے قدوس کو سڑنے نہیں دیکھے گا۔

(کتاب ایضاً صفحہ ۹۸۸)۔

نمبر۴۔ کہ جیسے مسیح بن مریم نے انجیل کے لیے آیا تھا کہ توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا۔۔ مسیح صرف اسی کام کے لیے آیا تھا کہ توریت کے احکام شُدومد (شان و شوکت، دھوم دھام) کے ساتھ ظاہر کرے۔

(کتاب ایضاً صفحہ ۸۹۰)۔

نمبر۵۔ اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰ کو اپنی رسالت سے مشرف کر کر پھر بطور اکرام و انعام خلافت ظاہری اور باطنی کا ایک لمبا سلسلہ ان کی شریعت میں رکھ دیا جو قریباً چودہ سو برس (۱۴۰۰) تک ممتد (لمبا، طویل) ہو کر آخر حضرت عیسیٰؑ پر اس کا خاتمہ ہوا۔ اس عرصہ میں صدہا بادشاہ اور صاحب وحی والہام شریعت موسوی میں پیدا ہوئے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ شریعت موسوی کے حامیوں کی ایسے عجیب طور پر مدد کرتا رہا جو ایک حیرت انگیز یادگار کے طور پر وہ باتیں صفحات تاریخ پر محفوظ ہیں۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ (وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَ قَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّیْنَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ ۙ وَ جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً)

یعنی ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور بہت سے رسل اس کے پیچھے آئے پھر سب کے بعد عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجا اور اس کو انجیل دی اور اس کے تابعین کے دلوں میں رحمت اور شفقت رکھ دی۔ یعنی وہ تلوار سے نہیں بلکہ اپنی تواضع اور فروتنی اور اخلاق سے دعوت دین کرتے تھے۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۸۷ اور سورۃ الحدید آیت ۲۷)۔

ان آیات میں اشارہ یہ ہے کہ موسوی شریعت اگرچہ جلالی تھی اور لاکھوں خون اس شریعت کے حکموں سے ہوئے۔ یہاں تک کہ چار لاکھ کے قریب بچہ شیر خوار بھی مارا گیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس سلسلہ کا خاتمہ رحمت پر کرے اور انہیں میں سے ایسی قوم پیدا کرے کہ وہ تلوار سے نہیں بلکہ علم اور خلق سے اور محض اپنی قوت قدسیہ کے زور سے بنی آدم کو راہ راست پر لا دیں۔

(شہادۃ القرآن صفحہ ۲۰۔۲۶، ۴۳: ۴۴ کی سطر ۱۰ سے آخر تک، صفحہ ۵۹ کی سطر ۶ سے آخر تک)۔

نمبر۶۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو (یسوع مسیح کو) کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن جن پیشنگوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے فرمایا ہے۔ ان کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ بلکہ وہ اوروں کے حق میں تھیں، جو کہ آپ کے تولد سے پہلے پوری ہو گئیں

اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب طالمود سے چُرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔

(انجام آتھم ضمیمہ ۵ سے ۶ کا حاشیہ)۔

نمبر ۷۔ کیونکہ جب ان کے بزرگ عیسائی ایک مردہ کو خدا بنانے کے لیے کئی جھوٹی انجیلیں بنا کر چھوڑ گئے تو جھوٹ بولنا ان کی وراثت ہے۔

(انجام آتھم صفحہ ۱۱۔ ۱۲)

نمبر ۸۔ عیسائیوں کی بابت لکھتے ہیں۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح پر کہ اس قوم کے پادریوں نے نبیوں کی کتابوں میں بڑی گستاخی سے دخل بیجا کیا اور ایسی بے باکانہ مداخلت کی کہ گویا وہ آپ ہی نبی ہیں۔ جس طرف چاہا ان کی عبارات کو پھر لیا اور اپنے مدعا کے موافق شرحیں (شرح کی جمع، تفسیر) لکھیں اوار بے باکی سے ہر ایک جگہ مفتریانہ (الزام لگانے والا، شریر) دخل دیا۔ موجود کو چھپایا اور معدوم کو ظاہر کیا۔ اور دعویٰ کے ساتھ ایسے محرف طور پر معنی کئے کہ گویا ان پر وحی نازل ہوئی اور وہ نبی ہیں۔ چنانچہ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ مناظرات اور مباحثات کے وقت ایسے بیہودہ اور دورازصدق جواب عمدًا دیتے ہیں۔ کہ گویا وہ ایک نئی انجیل بنا رہے ہیں اور ایسا ہی ان کی تالیفات سے بھی کسی نئے عیسیٰ اور نئی انجیل کی طرف رہبری کر رہے ہیں اور وہ جھوٹ بولنے کے وقت ذرہ ڈرتے نہیں اور چالاکی کی راہ سے کروڑہا کتابیں اپنے اس کاذبانہ دعویٰ کے متعلق بنا ڈالیں۔ گویا وہ دیکھ آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدائی کی کرسی پر بیٹھے ہیں۔

(شہادت القرآن صفحہ ۲۰ سطر ۱۰ سے ۱۷ تک)۔

نمبر ۹۔ یاد رہے کہ انجیل کی تعلیم میں کوئی نئی خوبی نہیں بلکہ یہ سب تعلیم توریت میں پائی جاتی ہے اور اس کا ایک بڑا حصہ یہودیوں کی کتاب طالمود میں اب تک موجود ہے اور فاضل اب تک روتے ہیں کہ ہماری پاک کتابوں سے یہ فقرے چورائے گئے ہیں۔۔۔ محقق عیسائی اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ درحقیقت انجیل یہودیوں کی کتابوں کے ان مضمامین کا ایک خلاصہ ہے جو حضرت مسیح کو پسند آئی۔

(ریویو آف ریلیجیز جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۱۸۴)

نمبر ۱۰۔ (یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمہ) یعنی "یہ کتاب جو قرآن شریف ہے یہ مجموعہ ان تمام کتابوں کا ہے جو پہلے بھیجی گئی تھیں"۔ اس آیت سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے پہلے متفرق طور پر ہر ایک امت کو جداجدا دستور العمل بھیجا اور پھر جیسا کہ خدا ایک ہے وہ بھی ایک ہو جائیں۔ تب سب کو اکٹھا کرنے کے لیے قرآن کو بھیجا۔

(کتاب ایضاً جلد ایضاً نمبر ۴ صفحہ ۱۴۳)۔

نمبر ۱۱۔ لیکن قرآن شریف صرف انہیں دو ضرورتوں کی وجہ سے نازل نہیں ہوا بلکہ وہ پہلی تعلیموں کا درحقیقت متمم اور مکمل ہے۔ مثلاً توریت کا زور حالات موجودہ کے لحاظ سے زیادہ تر قصاص پر ہے اور انجیل کا زور حالات موجودہ کے لحاظ سے عفو، صبر اور درگذر پر ہے اور قرآن ان دونوں

https://noor-ul-huda.net/

صورتوں میں محل شناسی کی تعلیم دیتا ہے اور ایسا ہی ہر ایک باب میں توریت افراط (کثرت، حدِ اعتدال سے بڑھ جانا) کی طرف کی گئی ہے اور انجیل تفریط (کمی کرنا، کوتاہی) کی طرف اور قرآن شریف وسط (درمیان) کی تعلیم کرتا اور محل اور موقعہ کا سبق دیتا ہے۔۔۔اور جب ہم انجیل کو تدبر (دور اندیشی) اور عمیق نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو اس کے سلسلہ عبارت سے صاف مترشح (ترشح کرنے والا، ٹپکنے والا) ہوتا کہ ایسی کتاب کا لکھنے والا اپنے مخاطبین کی یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ لوگ طریق مروت اور صبر اور ترک انتقام سے بالکل دُور مہجور (جدا، چھوڑا گیا) ہیں اور چاہتا ہے کہ ان کے ایسے دل ہو جائیں اور انتقام لینے کی حریص نہ ہوں اور صبر برداشت اور درگذر۔۔۔اپنی عادت کریں اس کا یہی سبب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں یہودیوں کی اخلاقی حالت میں بہت فتور (خرابی، فساد) آگیا تھا اور مقدمہ بازی اور کینہ کشی میں انتہا تک پہنچ گئے تھے۔ اس بہانہ سے کہ ہم قانون عدل کے حامی ہیں۔ رحم اور درگذر کی حالتیں بالکل ان میں سے دور ہو گئیں تھیں۔ سو انجیل کی نصیحتیں قانون مختص (مخصوص) الزماں کی طرح یا قانون مختص القوم کی طرح ان کو سنائی گئی تھیں۔ مگر یہ واقعی قانون کی تصویر نہ تھی اس لیے قرآن نے آکر اُس کو دور کر دیا۔

(کتاب ایضاً جلد ایضاً نمبر ۵ صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۷)

نمبر ۱۲۔ اس جگہ یہ اعتراض بھی دور کر دینے کے قابل ہے کہ جس حالت میں حقیقی اور کامل تعلیم یہی ہے (یعنی قرآن کی تعلیم) جس میں محل اور موقعہ کی رعایت اور ہر ایک لفظ معرفت کا استیفاء کے ساتھ بیان ہو تو کیا سبب ہے کہ توریت اور انجیل دونوں اس سے خالی رہیں؟ اور قرآن نے ان دونوں باتوں کو کمال تک پہنچایا۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ توریت اور انجیل کا قصور نہیں ہے بلکہ قوموں کی استعداد کا قصور ہے۔

(کتاب ایضاً جلد ایضاً نمبر ایضاً صفحہ ۱۸۶)۔

نمبر ۱۳۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے اس جگہ انجیل کی تعلیم کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ مسیح صرف اپنے خون کا فائدہ پہنچانے آیا تھا۔ یعنی اس لیے کہ گناہ کرنے والے اس کے مرنے اسے نجات پاتے رہیں۔ ورنہ انجیل کی تعلیم ایک معمولی بات ہے جو پہلے سے بائبل میں موجود ہے۔

(ریویو آف ریلیجز جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۱۵۰)۔

مرزا صاحب کی تصنیفات کی نسبت فیصلہ

احمدی اصحاب اور خصوصاً مرزا صاحب نے بائبل کے اختلاف کی بنا پر اس کی تحریف و تغیر کا شور مچایا تھا۔ بائبل کے صحائف کے (۴۰) مصنفوں کے بیانات میں اختلاف کا پایا جانا لازمی امر تھا۔ پر مرزا صاحب جو اپنی کثیر کتب کا واحد مصنف مانا گیا ہے۔ اپنی کتابوں کے واحد مضمون پر جسے بائبل کہتے ہیں۔ اس درجہ کی خلاف بیانی کر چکا ہے جس کی مثال بائبل میں بھی مل نہیں سکتی ہے۔ پس ہمیں مرزا صاحب کی تصنیفات کے محرف و متغیر ہونے کا بائبل کے مقابل ہزار چند زیادہ احتمال (شک وشبہ) ہے۔ کیونکہ جب ہم (حقیقتِ النبوۃ کے صفحہ ۲۶۔۲۸) تک کا بیان پڑھتے ہیں۔

https://noor-ul-huda.net/

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے مسودے خود نہ لکھا کرتے تھے۔ بلکہ دیگر اصحاب سے لکھایا کرتے تھے۔ تو یہ احتمال یقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ جو کتاب احمدی جماعت میں مرزا صاحب کے نام سے منسوب ہیں۔ اس میں ضرور تغیر و تبدل راہ پا گیا ہے۔ وہ اصلی اور قابل اعتبار نہیں رہی ہیں۔ ایک بائبل کی بابت مرزا صاحب کی خلاف بیانی اس حقیقت کی شاہد ہے۔ کون سلیم العقل (پوری عقل) انسان مرزا صاحب جیسے عالم شخص کی بابت ایسی خلاف بیانی کو منسوب کر سکتا ہے۔ جب تک آپ تک مرزا صاحب کی عقل و فکر میں فتور (خرابی) کا گمان نہ کرے؟ ایسے متخالف (ایک دوسرے کے خلاف) و متضاد بیان کی کتابوں کو اگر صحیح اور قابل اعتبار اور اصلی مان لیا جاتا ہے اور اس کے مصنف کو خدا کی خدائی کا مجموعہ تسلیم کر لیا جاتا ہے تو نا معلوم احمدی دوستوں کو بائبل کے اختلاف سے بائبل کی تحریف و تنسیخ کر خواب کس وجہ سے ستاتے ہیں۔ وہ کس وجہ سے پیغام صلح اور الفضل میں بائبل کی تحریف کے شور مچاتے رہتے ہیں؟

احمدی اصحاب کی مشکل کا حل

مرزا صاحب کی تصنیفات میں جو مشکل رونما ہوئی ہے ہم تو اس کا حل بھی پیش کر سکتے ہیں اور وہ نہایت سادہ اور آسان ہے جو یوں ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ بائبل کی تعریف میں بیان کیا ہے وہ مرزا صاحب کا اپنا مذہب تھا اور جو بیان بائبل کی تحقیر و توہین میں لکھا وہ آپ کا آبائی مذہب ہے جو قرآن شریف کی واضح تعلیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے بمنزلہ کفر ہے۔ جو آپ کے دائرہ اسلام سے باہر ہونے کا ثبوت ہے۔ پس مرزا صاحب کی کلام اللہ کے خلاف گوئی ہر گز احمدی دنیا کے لیے سن نہیں ہو سکتی ہے۔

بائبل کی بابت آخری فیصلہ

بائبل مقدس کے متعلق جو روئداد (کہانی، قصہ) ناظرین کرام کی نظر سے گذری ہے وہ روزِ روشن کی طرح اس بات کو ظاہر و ثابت کرتی ہے کہ مسیحیت اور اسلام میں صرف بائبل مقدس ہی ایک ایسی کتاب ہے جس پر سچے مسیحیوں اور مسلموں کا اتحاد و اتفاق ہے۔ ہر دو مذاہب کے مسلمات و مقبولات میں بائبل اصلی اور قابلِ اعتبار ہے وہ مسیحیت و اسلام کی سچی بنیاد ہے۔ اس کے ایمان و عمل کے بغیر نہ کوئی عیسائی عیسائی نہ کوئی مسلم مسلم ہے۔ جو عیسائی مسلمانوں کو بائبل کا دشمن و منکر سمجھے اور اسلام و قرآنِ محمدی کی ہتک و توہین کا مرتکب ہو۔ اُسے عیسائیوں اور مسلمانوں کا بدخواہ تصور کرنا چاہیے۔ اور جو مسلمان کہلا کر بائبل و مسیحیت و یسوع مسیح کا مکذب (جھٹلانے والا) ہو اُسے ہر گز مسلم یقین نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کوئی مسلم نہیں جو بائبل کی تکذیب و توہین کا روادار ہے۔ جیسا کہ اوپر کے بیان سے ظاہر ہو چکا ہے۔ پس ہم مسلم محققین کی عزت و تعظیم کرتے ہوئے۔ اس بات کا اعلان کر دیتے ہیں کہ بائبل مقدس کی بابت ان کا اور ہمارا مذہب واحد ہے اور قرآن عربی کی بابت جو ان بزرگوں کا مذہب ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس سے ہمارا بھی

اتفاق ہے۔ باقی مختلف امور کا بعد کا تصفیہ (صاف کرنا،واضح کرنا)ہوتا رہے گا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ جو مسلم قوم بائبل کی بابت وہ ایمان ویقین رکھتی ہے۔ جس کا بیان ہوا ہے خدا سے برکت پر برکت بخشے اور جو مسلم بائبل کی بابت ہنوز مذکورہ بالا صداقت تک نہیں پہنچے خدا ان کی اس کتاب کے ذریعہ سے ہدایت فرمائے۔

آمین۔

احقر العباد۔ پادری۔ غلام مسیح۔ایڈیٹر نورِ افشاں

میکلوڈ روڈ۔ لاہور